

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور ان کی اولاد کی فضیلت پر بہترین کتاب

اَوَّلُ الصِّدِّيقِ

فی ترجمہ

عِلَّةُ التَّحْقِيقِ فِي بَشَائِرِ الصِّدِّيقِ

تصنیف

علامہ ابراہیم بن عامر علی مدنی مالکی علیہ الرحمۃ

مترجم

محمد محفوظ الحق شامی
چشمی سہاروی
قادیانی صاحب

مجلس المدینۃ العلمیۃ
حضرت علامہ ابراہیم بن عامر علی مدنی

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور ان کی اولاد کی فضیلت پر بہترین کتاب

انوار الصّدیق

فی ترجمہ

عِلْمُ التَّحْقِيقِ فِي بَشَائِرِ ابْنِ الصِّدِّيقِ

تصنیف

علامہ ابراہیم بن عامر علی مدنی مالکی علیہ الرحمہ

ترجمہ

حضرت علامہ مولانا حاج صاحب زادہ پیر پور
نور علیہ السلام باہل پور لکھنؤ
محمد محفوظ الحق شاہ
چشتی صابری
قادری صاحب



نورِیہ رضویہ پبلی کیشنز

11 داتا ٹیج پل، روضہ لاہور ☎ 042-37313885, 37070663

E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

انوار الصدیق فی ترجمہ عمدۃ التحقیق فی بشار ال الصدیق	————	نام کتاب
علامہ ابراہیم عبید مالکی علیہ الرحمہ	————	مصنف
صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ قادری	————	مترجم
صاحبزادہ پیر سید محمد محمود الحق شاہ قادری	————	زیر اہتمام
۴۰۸	————	تعداد صفحات
جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ / مئی ۲۰۱۱ء	————	تاریخ اشاعت
۱۱۰۰	————	تعداد
ورڈز میکر	————	کمپوزنگ
اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور	————	مطبع
سید محمد شجاعت رسول قادری	————	طابع
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور	————	ناشر
1N0030	————	کمپیوٹر کوڈ
روپے	————	قیمت

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱- گنج بخش روڈ، لاہور

فون 37313885-37070663

Email: nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ

وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَبِ

پبلی کیشنز



نورینہ رضویہ

الانتساب

بندہ ناچیز اپنی اس سعی حقیر کو اپنے مربی محسن، سیدی و مولائی، عارف
شب زندہ دار عاشق سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والد محترم
حضرت الحاج السید علی محمد شاہ چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ
کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہے جن کی نیم شبی دعاؤں اور
آستانہ شیخ الاسلام و المسلمین الشیخ الکبیر حریق الحبیب حضرت شیخ
فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ پر حاضری کے وقت بارگاہ
خداوندی میں پیش کی گئی آرزوؤں اور التجاؤں کا صدقہ یہ ذرہ بے
مقدار خدمت مسجد و مسلک کے قابل ہوا۔

محمد محفوظ الحق

فہرست

- ۲ _____ الاتساب
- ۱۳ _____ اتھدیم
- ۲۹ _____ تالیف کی وجہ
- ۳۴ _____ خصوصیت اولاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- ۴۰ _____ اچھوں کی نسبت کام دیتی ہے
- ۴۲ _____ ایک ادبی نکتہ
- _____ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کی خصوصیت
- ۴۳ _____ مودت فی القربی کی بحث
- ۴۳ _____ اولاد صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آل رسول علیہ السلام کے مخالف کی ندامت
- ۵۱ _____ کتاب وسنت کے حوالے سے فضائل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۵۱ _____ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان
- ۵۲ _____ صدیق کی وجہ تسمیہ
- ۵۳ _____ علامہ قسطلانی شارح بخاری کی تصریحات
- ۵۳ _____ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بت کو سجدہ نہ کرنا
- ۵۳ _____ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان
- ۵۵ _____ صدیق کی وجہ تسمیہ
- ۵۶ _____ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب صدیق پر قسم اٹھا کر بیان کرنا
- ۵۷ _____ فصل - ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت اور نشوونما کے مقام کے بارے میں

- ۵۸ _____ فصل- شراب سے پرہیز کے بارے میں
- ۵۹ _____ فصل- آپ کے حلیے کے بیان میں
- ۵۹ _____ فصل- آپ کے اسلام لانے کے بیان میں
- ۶۳ _____ فصل- آپ کی صحبت اور غزوات کے بیان میں
- ۶۳ _____ فصل- آپ کی شجاعت اور سب سے بہادر ہونے کے بیان میں
- _____ فصل- حضور علیہ السلام کی خدمت میں مال خرچ کرنے اور تمام صحابہ کرام سے زیادہ نخی ہونے کے بیان میں
- ۶۶ _____ فصل- آپ کے علم اور صحابہ کرام میں افضل اور زیادہ صاحب عقل ہونے کے بیان میں
- _____ روایت حدیث کی قلت کی وجہ
- ۷۱ _____ فصل- آپ حافظ قرآن ہیں
- ۷۳ _____ فصل- صحابہ کرام میں افضل اور بہتر ہونے کے بیان میں
- _____ فصل- آپ کی تعریف- تصدیق اور شان میں اترنے والی آیات کے بیان میں
- ۷۸ _____ فصل- گزشتہ احادیث کے علاوہ آپ کی فضیلت کی احادیث جن میں عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں
- _____ فصل- گزشتہ احادیث کے سوا صرف آپ کی فضیلت میں وارد احادیث کے بیان میں
- ۸۳ _____ فصل- آپ کی فضیلت میں صحابہ کرام اور اسلاف کی گفتگو
- ۹۱ _____ فصل- آپ کے چار خصائص کے بیان میں
- _____ فصل- آپ کی خلافت کا اشارہ دینے والی آیات و احادیث کے بیان میں اور اس مسئلہ میں ائمہ کی گفتگو
- ۹۳ _____ آیات قرآنی سے علماء کا استدلال
- ۹۹ _____ فصل- آپ کی بیعت کے بیان میں
- ۱۰۲ _____ بیعت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ
- ۱۰۵ _____

- ۱۱۰ فصل۔ آپ کی خلافت کے دوران رونما ہونے والے واقعات کے بیان میں _____
- ۱۱۶ جمع قرآن کا واقعہ _____
- ۱۱۷ فصل۔ آپ کی اولیات کے بیان میں _____
- ۱۲۰ فصل۔ کچھ آپ کی بردباری اور تواضع کے بیان میں _____
- ۱۲۲ فصل۔ آپ کی مرض اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے بیان میں _____
- ۱۲۹ فصل۔ آپ کی حدیث مسند کے بیان میں اور قلت روایت کی وجہ _____
- ۱۳۰ فصل۔ تفسیر قرآن میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات _____
- ۱۳۱ فصل۔ آپ پر موقوف قول یا فیصلہ یا خطبہ یا دعاء کے متعلق روایات کے بیان میں _____
- ۱۳۹ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبات اور ملفوظات _____
- ۱۴۲ فصل۔ اللہ تعالیٰ سے شدید خوف پر دلالت کرنے والے آپ کے کلمات کے بیان میں _____
- ۱۴۳ فصل۔ خواب کی تعبیر کے بیان میں _____
- ۱۵۱ حکایت: _____
- ۱۵۲ حکایت: _____
- ۱۵۹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت _____
- ۱۶۰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عظیم خطبہ _____
- ۱۶۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ _____
- ۱۶۷ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب _____
- ۱۷۰ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ کا حال _____
- ۱۷۱ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ سے شیطان کی پناہ مانگنا _____
- ۱۷۳ دیمیری کی حیوۃ الحیوان کا اقتباس _____
- ۱۷۴ امام ابی ربیع سلیمان کی کتاب الشفاء کا اقتباس _____
- ۱۷۴ امام جلال الدین السیوطی کی تفسیر کا اقتباس _____

- ۱۷۵ _____ امام احمد المقریزی کی کتاب تجرید التوحید کا اقتباس
- ۱۷۷ _____ امام کسائی کی کتاب قصص الانبیاء کا اقتباس
- ۱۷۷ _____ کشتی نوح پر چار یاروں کے نام
- ۱۷۷ _____ امام شعرانی کی کتاب لطائف المہمن کا اقتباس
- ۱۷۷ _____ خلفاء راشدین کا وسیلہ
- ۱۷۸ _____ بعض واقعات
- ۱۷۸ _____ شیخین کا درود
- ۱۷۸ _____ جبریل کا صدیق اکبر کے لئے قیام تعظیسی
- ۱۸۰ _____ تاریخ صحابہ کا اقتباس
- ۱۸۱ _____ راہب کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد کی خبر دینا
- ۱۸۳ _____ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کارکنوں کا ذکر
- ۱۸۷ _____ ابلیس کا فرعون کے پاس آنا
- ۱۸۷ _____ احمق کون؟
- ۱۸۸ _____ یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر احمق:
- ۱۸۹ _____ حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کا مقام
- ۱۸۹ _____ حکایت:
- ۱۸۹ _____ امام جعفر کا فتویٰ
- ۱۹۰ _____ روافض کی تین قسمیں
- ۱۹۸ _____ ثانی اشہین کی آیت میں فضیلت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر دلالت کی چھ وجوہ
- ۲۰۳ _____ امام عبدالوہاب الشعرانی کا عقیدہ
- ۲۰۵ _____ صحابہ سے بغض کا نتیجہ
- ۲۰۵ _____ نصف روافض کا واقعہ

- ۲۰۸ فائدہ:
- ۲۰۸ تنبیہ:
- ۲۱۰ حکایت:
- ۲۱۳ حضرت صدیق کا پیغام حضرت علی کے نام رضی اللہ عنہما
- ۲۲۱ حضرت عمر کا پیغام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام
- ۲۱۳ تاخیر بیعت کی وجہ
- ۲۳۱ حکایت:
- ۲۳۲ ثانویت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ۲۳۵ واصلح لی فی ذریعتی کی باقی بحث
- ۲۳۵ آل صدیق کی دارین میں سعادت کی قرآنی دلیل
- ۲۳۵ نکتہ ادبیہ
- ۲۳۷ تنبیہ:
- ۲۳۸ نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا احترام
- ۲۳۸ خلفائے راشدین جنتی ہیں
- ۲۳۹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ
- ۲۳۹ اسطراد:
- ۲۴۰ استنباط:
- ۲۴۱ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
- ۲۴۲ نسب صدیقی کی حمایت کے واقعات
- ۲۴۷ اولاد صدیق کے لئے نبی پاک کی دعا
- ۲۵۰ شیخ الاسلام محمد زین العابدین کا ترجمہ (تعارف)
- ۲۵۷ شیخ محمد زین العابدین البکری کی کرامات

- ۲۶۲ _____ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا
- ۲۶۹ _____ مرتبہ صدیقیت
- ۲۷۲ _____ شیخین کے دشمنوں پر ملائکہ کی لعنت
- ۲۷۶ _____ سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا
- ۲۷۷ _____ آیت ثانی اثنین کے چار نکات
- ۲۷۷ _____ باپ کا حق
- ۲۷۹ _____ کوڑھ دور ہونا
- ۲۸۲ _____ اہل اللہ پر اعتراض سے بچو
- ۲۹۲ _____ مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- ۳۰۲ _____ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ
- ۳۱۰ _____ تنبیہ:
- ۳۱۱ _____ فوائد:
- ۳۱۳ _____ مجہول النسب مصریوں کے تین احوال
- ۳۱۵ _____ تنبیہ:
- ۳۱۶ _____ حضرت سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا تعارف
- ۳۱۸ _____ سیدنا محمد البکری کا بارگاہ نبوی سے فیض
- ۳۱۹ _____ بسم اللہ کی ب کا نقطہ
- ۳۲۲ _____ کرامت شیخ ابوالحسن الصدیقی رضی اللہ عنہ
- ۳۲۳ _____ آپ کا تعارف از شیخ امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۲۷ _____ کرامات سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ
- ۳۲۸ _____ کرامت
- ۳۳۰ _____ کرامت

- ۳۳۱ _____ کرامت متعلقہ اسم اعظم حضرت محمد البکری کے وسیلہ سے دعا
- ۳۳۳ _____ بشارت متعلقہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ
- ۳۳۳ _____ یمن کے بوڑھے سے ملاقات اور بات چیت
- ۳۳۵ _____ مسئلہ توبہ
- ۳۳۶ _____ توبہ النصوح کی حقیقت
- ۳۳۶ _____ توبہ کے حوالے سے لوگوں کی اقسام
- ۳۴۰ _____ تشبیہ:
- ۳۴۳ _____ حضرت محمد بکری علیہ الرحمۃ کا جد امجد کے مزار پر
- ۳۴۴ _____ حاضر ہو کر حاجات عرض کرنا
- ۳۴۵ _____ حرف ندا سے استغاثہ
- ۳۴۵ _____ دستور یا سیدی احمد
- ۳۴۷ _____ قبر سے آواز آنا:
- ۳۴۷ _____ گمشدہ چیز مل جانا:
- ۳۴۹ _____ خانوادہ صدیق کی اصلاح کے مختلف پہلو
- ۳۵۱ _____ واقعہ حدیث افک
- ۳۵۸ _____ حکایت
- ۳۷۱ _____ مرض معنوی کی دو قسمیں
- ۳۷۲ _____ حکایت
- ۳۸۳ _____ توبہ کی چار شرائط
- ۳۸۷ _____ برکات تواضع
- ۳۸۸ _____ حکمت اور حقیقت توحید
- ۳۹۱ _____ تشبیہ کی تعریف اور اس کے متعلقات

- ۳۹۳ _____ تشبیہ کا قاعدہ
- ۳۹۶ _____ حکمت دقیقہ
- ۳۹۸ _____ شکر کی حقیقت اور فضیلت
- ۴۰۰ _____ شکر میں قطعیت اور پانچ اشیاء میں استثناء

التقديم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ بات اہل فہم پر بالکل واضح ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کی عزت اور آبرو کے طور پر دنیا میں جلوہ گر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ مِیْنَاتٍ - بِشَکِّ اللّٰهِ تَعَالٰی** نے تمہاری طرف عزت اتاری وہ رسول جو کہ تم پر اللہ کی روشن آیات پڑھتا ہے نیز فرمایا **اَلْقَسْمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حَلُّ بَهَذَا الْبَلَدِ - مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ یعنی اس شہر کی قسم اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں جلوہ گر ہیں۔ پتہ چلا کہ اس شہر کی رفعت و عظمت کا اصل راز حضور علیہ السلام کی جلوہ گری ہے جہاں جلوہ حسن محبوب علیہ السلام ہوگا وہی مقام قابل احترام ہوگا مکہ معظمہ ہو یا مدینہ طیبہ یا قلب مومن۔ اہل بیت کی عظمت کا راز بھی یہی نسبت رسول علیہ السلام ہے **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الرَّجْسُ الْاَهْلِ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا** اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ سید محمود آلوسی بغدادی کے مطابق البیت کا ال عہدی ہے یعنی ہر گھر مراد نہیں صرف نبی علیہ السلام کا گھر مراد ہے یعنی تطہیر کا شرف و اعزاز صرف انہیں کو حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف منسوب ہیں یعنی اہل بیت اس لیے معظم و مطہر ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔**

اسی حقیقت کی جلوہ گری حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہے قال اللہ سبحانہ

وتعالیٰ محمد رسول اللہ والذین معہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں۔ اس سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے اوصاف جلیلہ کا بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تمام خوبیاں معیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہیں اور یہی ان حضرات کا سب سے بڑا اعزاز اور شرف ہے کہ انہیں معیت محبوب علیہ السلام کا شرف حاصل ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جہاد، زہد، تقویٰ وغیرہ تمام حسنات میں امت مسلمہ کے دیگر افراد بھی شامل ہو سکتے ہیں مگر یہ معیت صرف صحابہ کرام کو حاصل ہے اور اسی لیے وہ ساری امت میں درجات کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہیں اور یہ معیت جس قدر خصوصیت اور کیفیت کے ساتھ حاصل ہوئی اسی قدر اسے قرب سے نوازا گیا۔ اسی لیے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کہ ان کے لیے یہ عظیم انعام رب کریم نے ساری امت سے علیحدہ اور منفرد انداز میں بیان فرمایا۔ قال اللہ سبحانہ ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا جبکہ آپ دو سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غمگین مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یہاں یہ معیت ارفع و اعلیٰ خصوصیت اور کیفیت کے ساتھ بیان ہوئی پہلے ثانی اثنین میں پھر اذہما فی الغار میں پھر لصاحبه میں اور اس کے بعد تو معیت کا معاملہ حدود و قیود کی گرفت سے آگے نکل گیا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور صدیقیت کی معراج کہوں تو بجا کہ رب العزت نے فرمایا: ان اللہ معنا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری امت کو علیحدہ کر کے فرمائیں کلا ان معی ربی سیہدین۔ گویا ان لاکھوں امتیوں میں کوئی ایک بھی ایسا پیکر وفا اور مجسمہ اخلاص نہیں ہے جسے اس معیت میں شامل فرمائیں اس لیے فرمایا میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جبکہ حضور سید الانبیاء۔ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وفادار۔ پیکر وفا جانشین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان اللہ معنا

فرما کر اس معیت میں شامل فرمایا۔ پتہ چلا کہ اخلاص و وفا، عقیدت و صفا، طاعت و ولایت
 عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک منفرد مقام
 ہے بلکہ قرب خداوندی میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد اولین و آخرین میں آپ کا
 ثانی نہیں اسی لیے حدیث پاک میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا ہوں تو
 فرمایا: یا ابا الدرداء تمشی امام من هو خیر منک فی الدنیا والاخرۃ؟ ما
 طلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی
 بکر (الریاض النضرہ ج ۱ ص ۱۱۹) یعنی اے ابو درداء! کیا تو ایسے کے آگے چلتا ہے جو کہ
 دنیا و آخرت میں تجھ سے بہتر ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد سورج کسی ایسے پر کبھی
 طلوع ہو و نہ غروب جو کہ ابو بکر سے افضل ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت
 صرف بعثت شریفہ کے بعد ہی نہیں بلکہ پہلے بھی حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے عظیم
 صاحب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی خوبیوں، خداداد صلاحیتوں کا تعارف تھا بلکہ
 آپ کا مزاج حضور علیہ السلام کے قبل از بعثت کے خصائل و شمائل سے پوری طرح مناسبت
 رکھتا تھا ورنہ حضور علیہ السلام عرب کے دیگر گون معاشرہ کی بے اعتدالیوں سے جس طرح
 الگ تھلگ رہتے تھے انہیں بھی عدم مناسبت کی وجہ سے اپنے ماحول سے دور کر دیتے جبکہ
 ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے بعثت شریفہ سے ماقبل کا زمانہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 ساتھ بسر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعثت شریفہ اور اس کے بعد کے کمالات نبوت کی
 تصدیق میں عام لوگوں کی طرح قطعاً تاخیر نہیں فرمائی کیونکہ پہلے سے ہی جانتے پہچانتے
 تھے۔

چنانچہ ابن اسحاق نے تخریج فرمائی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ
 حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمد اور برگزیدہ

دوست تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے گئے تو قریش کے چند آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے! اے ابو بکر! تیرے ساتھی کو (معاذ اللہ) جنون لاحق ہو گیا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے: یہ دیکھو وہ مسجد میں ایک معبود کی توحید کی دعوت دیتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے ایسا فرمایا ہے؟ بولے، ہاں۔ وہ دیکھو مسجد میں یہی کہہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا اور باہر تشریف لانے کی درخواست کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ کی طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بالکل درست ہے، میرے پروردگار عزوجل نے مجھے بشیر و نذیر کیا۔ مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت قرار دیا اور مجھے تمام لوگوں کا رسول فرمایا ہے۔

یہ سن کر ابو بکر کہنے لگے! اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے کوئی تجربہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ بولا ہو اور بلا شک و شبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امانت کی عظمت، صلہ رحمی اور حسن کردار کی وجہ سے رسالت کے لائق ہیں۔ اپنا دست مبارک پھیلائیں تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کروں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست کرم بڑھایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ سرکار علیہ السلام جو کچھ لائے ہیں برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں

نے کوئی پس و پیش نہیں کی۔

اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جہاں تک مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پہنچا وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا یا اس نے کچھ پس و پیش، تردد اور سوچ بچار ضرور کی سوائے ابوبکر بن ابی قحافہ کے کہ میں نے جیسے ہی اس کے پاس اسلام کا تذکرہ کیا اس نے کوئی تاخیر اور تردد نہیں کیا۔ اس حقیقت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درست فہمی طہارت ذہنی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق قبل بعثت سے ہی ان کی معرفت کی برتری کا پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ اعلان نبوت سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں ان مکارم و محاسن کا مطالعہ کر چکے تھے جو کہ نبوت و رسالت کے لیے لازم ہیں۔ اسی لیے مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی کو مشرف بہ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ امام شعیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام سے مشرف ہوا کیونکہ مجھے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا؟

اذ اذکرت شجوا من اخی ثقة فاذا کر اخاک ابابکر بما فعلا

خیر البریة اتقاها واعدلها بعد النبی واولاها حملا

والثانی التالی المحمود مشہدہ واول الناس منهم صدق الرسلا

یعنی جب تو معتمد خصوصی بھائی کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کے کارناموں کو یاد کر

جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر بہت بڑے پرہیزگار اور

عادل ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو باحسن و جوہ پوری کرنے والے ہیں۔ غار میں حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں جہاں آپ کی حاضری قابل تحسین ہے اور سب سے پہلے آپ

نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور شیخ الحدیث علامہ محبت طبری فرماتے ہیں کہ غم سے مراد یہاں ان تکالیف اور پریشانیوں کی وجہ سے آپ کی طبیعت پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں جو آپ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق و تائید کے بعد کفار مکہ کی طرف سے برداشت کیں۔ یا پھر اعلان نبوت کے بعد کفار اشراف کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو مظالم ڈھائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا اور کوسا گیا اس سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غمگین ہونا مراد ہے۔

ان اشعار سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ جہان نور صاف نمایاں نظر آتا ہے جو کہ قلب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں آباد و شاداب تھا اور یہی وہ سلطان محبت ہے جس کے حکم کی تعمیل میں محبت مخلص نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خاطر ہر چیلنج قبول کیا اور محبت کی دنیا میں ایسے اثرات چھوڑے ہیں جن کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی۔ محبوب پر اپنا سب کچھ نثار کرنے اور اپنی جان قربان کرنے کے دعوے تو محبت کی دنیا میں عام سنے جاتے ہیں لیکن اس دعوے کے تمام تر تقاضوں کے مطابق عملی طور پر اس کی مثال بھی کہیں پائی جاتی ہے؟ اگر اس دعوے کو عملی طور پر حقیقت کے روپ میں دیکھنا چاہو تو پھر جانثاران محبوب رب العالمین علیہ السلام کے حالات کا مطالعہ کیجئے جن کا جہان ہی ایسے جلووں سے معمور و منور ہے۔

چنانچہ جلال المملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ عنہ نے درمنثور ج ۲ ص ۲۹۴ میں طبرانی، ابن مردودیہ اور ابو نعیم کے حوالے سے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت طاری تھی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ کمرے کے ایک سمت سانپ ہے۔ میں نے اس پر حملہ کرنا پسند نہ کیا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استراحت میں فرق نہ آئے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا ہو۔ فرماتے ہیں کہ فاضطجعت بین الحیة و بین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم لئن كان منها سوء كان في دونه میں سانپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان لیٹ گیا کہ اگر سانپ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو صرف مجھ ہی تک رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچے اور یہ واقعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ غار ثور کے ساتھ کس قدر مناسبت رکھتا ہے کہ آپ نے غار کے تمام سوراخ کپڑے اور پتھروں کے ساتھ بند کر دیئے اور غار میں پہلے خود داخل ہوئے اس اعتبار کے ساتھ کہ واللہ لا تدخله حتى ادخل قبلك فان كان فيه شئني اصابني دونك يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی قسم آپ سے پہلے اس غار میں میں داخل ہوں گا کہ اگر کوئی موذی چیز ہو تو مجھے تکلیف دے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔

ان دونوں واقعات میں محبت کی فرماں روائی اور حاکمیت بے غبار ہے لیکن پہلے واقعہ میں ابھی سانپ ذرا سے فاصلہ پر ہے لیکن دشمن دور بھی ہو تو احساس زیاں کی وجہ سے قریب ہے محبت و عشق میں یہاں بھی کمی نہیں لیکن دوسرے واقعہ میں تو محبت کا قدم سانپ کو پائمال کر رہا ہے۔ لوگ اینٹ پتھر یا ڈنڈے کے ساتھ اس کا سر کھلتے ہیں لیکن یہاں قوت عشق کے سامنے جماد کی سختی اور انسانی جسم کی نزاکت میں کوئی امتیاز نہیں کہ حسن محبوب کا دفاع تو ہے۔ محبت کا سراپا اپنے محبوب و مطلوب کی عزت و حرمت کے تحفظ اور سلامتی کے لیے ہے اور پھر یہ حقیقت بھی اپنے مقام پر عظیم ہے کہ محبت مخلص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اگر جاٹاری میں انوکھی مثال قائم کی تو شاہ خوبان عالم روحی وامی و ابی فدائہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدر شناسی اور وفا کی پاسداری کا حق ادا کر دیا۔ ترجمان حقیقت حکیم الاسلام شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے

ترياق در دهان رسول آفرید حق صدیق را چه غم بود از زہر جانگزا
اے یار غار و سید و صدیق و راہبر مجموعہ فضائل و گنجینہ صفا
مرداں قدم بصحبت یا راں نہادہ ابد لیکن نہ بچناں کہ تو در کام اژدہا

یار آں بود کہ مال و تن و جان فدا کند تا در سبیل دوست بپایاں برد وفا
یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس میں تریاق
پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جان لینے والے زہر کا کیا غم؟۔ اے
یار غار، سید و صدیق، راہنما اور اے مجموعہ فضائل اور خزانہ صفا! لوگوں نے دوستوں کی صحبت
میں قدم رکھا ہے لیکن اس طرح نہیں جس طرح آپ نے اژدہا کے منہ میں قدم رکھ دیا۔ یار
وہی ہوتا ہے جو کہ مال اور جسم و جان سب کچھ قربان کر دے تاکہ دوست کی راہ میں وفاداری
کے تقاضے پورے کرے۔

کتاب و سنت اور تاریخ اسلام میں صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی عظمت و محبت کا
موضوع بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ علی الخصوص حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی
ذات کو بارگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفاء و اخلاص اور معیت کے حوالے سے
ایسی اہمیت حاصل ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایک ملاقات کے دوران مبلغ اسلام
خطیب اہل سنت مولانا محمد ضیاء اللہ صاحب قادری دام مجد ہم نے مجھے حضرت سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے فضائل و خصائص میں لکھی گئی عظیم و جلیل
کتاب عمدۃ التحقیق فی بشار آل الصدیق کا ترجمہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ عام لوگ اس
سے مستفید ہو سکیں۔ اگرچہ اپنی بے مائیگی کے پیش نظر اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتا کہ
حضرت مصنف الشیخ ابراہیم العبیدی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم و روحانیت میں مقام
بہت بلند ہے جن کے فرمودات کے مفاہم و مطالب تک میرے جیسے ضعیف و ناتواں کی
رسائی مشکل، پھر یار غار مصطفیٰ، راز دار حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص
کے بیان کی صحیح ترجمانی اور ان جوہر حقیقت کو عربی سے اردو میں منتقل کرنے کے لیے
مطلوبہ صلاحیت ایسے امور ہیں جو صرف توفیق خداوندی ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ بنا
بریں چاہا کہ معذرت کر دوں لیکن یقین مایہ کہ صرف اس بنا پر ترجمہ کے لیے توکل علی
اللہ حوصلہ کر لیا کہ ایک حدیث پاک نظر سے گزری جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی شان سے ہی متعلق ہے اس کے مشمولات پر مطلع ہو کر یہ سعادت حاصل کرنے کی سعی حقیر کی۔ حدیث پاک یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: هل قلت فی ابی بکر شینا؟ کیا تو نے ابو بکر کی شان میں کچھ کہا ہے یعنی کوئی شعر کہے ہیں؟ عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے ان تین اشعار کے ساتھ جو کہ امام شععی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیش کئے اور کچھ پہلے گزر چکے ہیں یہ دو شعر اور پڑھے۔

وثانی الثین فی الغار المنیف وقد طاف العدو به اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا من البریة لم يعدل به رجلا

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقدس غار میں دو میں سے دوسرے تھے جبکہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر غار کے چکر لگا رہے تھے اور آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے اور سب جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مخلوق میں سے کسی کو آپ کے برابر قرار نہیں دیتے تھے۔ محبت طبری ناقل ہیں کہ فسر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاک ثم قال احسنت یا حسان۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے حسان! تو نے خوب کہا۔ ان الفاظ کی تخریج ابو عمر نے فرمائی ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے انه ضحك حتى بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان هو کما قلت۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھل کر مسکرائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پچھلی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا ہے اور ان الفاظ کی تخریج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں صاحب الصفوہ نے کی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پاک سے چند ایک مسائل معلوم ہوئے۔ (۱) سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سننا حضور علیہ السلام کی سنت ہے اور یہ اس قدر پسندیدہ ہیں

کہ آپ نے حضرت حسان کو حکم دیا کہ مناقب ابو بکر سناؤ۔

(۲) اولیاء اللہ اور مقربین کے ذکر سے حضور علیہ السلام کی رضا حاصل ہوتی ہے اور

محافل عرس میں یہی کچھ ہوتا ہے جس سے پتہ چلا کہ محافل عرس کا انعقاد اور ان میں ذکر اولیاء و صلحاء کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔

(۳) مناقب اولیاء اشعار کی صورت میں بیان کرنا اور سننا امر مستحسن ہے کہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حکم پاک سے پہلے ہی اشعار موزوں کر رکھے تھے کہ فوراً تعمیل ارشاد میں سنانے لگے۔ یہ نہیں کہ عرض کرتے حضور مجھے کچھ مہلت مل جائے تاکہ شعر موزوں کر سکوں اور پھر سناؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں کے مناقب و فضائل سننا سرکار علیہ السلام کا معمول تھا اسی لیے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اشعار موزوں کر رکھے تھے۔

(۴) صاحب روح المعانی کے مطابق آیت کریمہ ثانی الثنین اذہما فی الغار

الخ میں ثانی الثنین اس ضمیر سے حال ہے جس سے حضور علیہ السلام مراد ہیں تو قرآن کریم کے مطابق ثانی الثنین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جبکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا شعر میں اس سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بارگاہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ عظیم مناسبت اور موافقت کا شرف حاصل ہے۔ اگر اس کا اطلاق آپ پر درست نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمادیتے۔

(۵) محبوبان خدا کی جلوہ گری کی بدولت مکان و زمان کو برکات حاصل ہوتی ہیں کہ

یہاں حضرت حسان نے غار ثور کو غار مدین سے تعبیر کیا جس کا معنی ہے عالی مرتبت غار کیونکہ اس میں حضور علیہ السلام جلوہ گر ہیں۔ وہاں سانپ اڑدھا وغیرہ کا ہونا محبت کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسی لیے رب کریم نے فرمایا: **وهذا البلد الامین** اگرچہ وہاں ابو جہل جیسے ناپاک لوگ بھی تھے لیکن نگاہ قدرت نے محبوب علیہ السلام کی موجودگی کی وجہ

سے اس کی قسم فرمائی۔ اسی وجہ سے وہ شہر تبرک ہو اور نہ کعبہ تو صدیوں پہلے سے موجود تھا۔ پتہ چلا کہ بزرگان دین کے مزارات کے حوالے سے ان کے شہروں کو شریف کہا جاسکتا ہے جیسے مکہ شریف، مدینہ شریف، بغداد شریف، ملتان شریف، پاکپتن شریف، اجمیر شریف وغیرہ۔ اگرچہ وہاں اغیار و اشرا بھی رہتے ہیں کہ ہم انہیں نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو اکابر اسلام کے وہاں جلوہ گر ہونے اور آسودہ استراحت ہونے کی وجہ سے انہیں شریف کہتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی حوالے سے فرمایا ہے:

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
 آن خنک شہرے کہ دروے دلبر است
 اور یہ سبق آپ نے اپنے شیخ پیر رومی سے لیا ہے۔ آپ مثنوی شریف میں فرماتے

ہیں۔

گفت معشوقے بعاشق اے فنی
 تو بخزیت دیدہ بس شہرہا
 پس کد میں شہر ہا بہتر است
 گفت آن شہرے کہ دروے دلبر است

یعنی معشوق اپنے عاشق سے پوچھتا ہے کہ تو نے بے شمار شہر دیکھے ہیں بتاؤ ان میں سے کون سا شہر اچھا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شہر جہاں محبوب جلوہ گر ہے۔

(۶) یاران رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر حضور کی خوشنودی کا باعث ہے خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر سے تو انتہائی خوش ہوتے ہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھل کر مسکراتا دلالت کرتا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی وجہ سے بندہ ناچیز نے کتاب مذکورہ کا ترجمہ کرنے کا حوصلہ کیا کہ یہ فقیر و حقیر محبوب حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اس قدر واقع و رفیع گفتگو تو نہیں کر سکتا جو کہ ان کی شان کے شایاں ہو کہ صلاحیت نہیں لیکن جن اکابر نے خداداد صلاحیتوں اور روحانی قوتوں

سے بہرہ ور ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کا تذکرہ کیا ہے جو کہ لغت عربی میں ہے اور اس سے صرف اہل علم ہی مستفید ہو سکتے ہیں اس کا ترجمہ اردو زبان میں کرنے کا شرف حاصل کروں تاکہ بارگاہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گداؤں میں شامل ہو سکوں اور یوں سید الکونین جد الحسنین الکریمین صلی اللہ علیہ وعلیہما وعلیٰ والدیہما وسلم وبارک کے خوان کرم سے ذرہ نصیب ہو گیا تو اس گدائے بے نوا کے لیے عظیم سعادت ہوگی؟

برکریاں کار ہادشوار نیست۔

نیز شیخ الاصفیاء زین الاذکیاء حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء کی تالیف کے چند بواعث لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں جبکہ بندہ حقیر کی دلی آرزو بھی یہی ہے لہذا ان چیزوں کو بھی اس ترجمہ کا سبب سمجھیں۔

۱- حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کے واقعات اور روایات کے بیان میں ایک مرید کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ فرمایا ان اکابر اسلام کے ارشادات خدائی لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے کہ اس کی وجہ سے شکستہ دلوں کو قوت ملتی ہے اور اس لشکر سے اسے مدد ملتی ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فؤادک (سورہ ہود۔ آیت ۱۲۰) اور یہ رسل علیہم السلام کے واقعات جو ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں اس لیے ہیں تاکہ ان سے آپ کے قلب مقدس کو پختہ کر دیں۔ معلوم ہوا کہ مقربین کے ذکر پاک سے دلوں کو قوت ملتی ہے۔

۲- ایک وجہ یہ ہے کہ حضور امام الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے فرمایا: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة یعنی صلحاء کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے تو اگر کوئی ایسا نہ ہو ان پھیلائے جس پر رحمت برتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسے دسترخوان سے بے مقصد واپس نہ لیں بلکہ اسے اس خوان نعمت سے لقمہ نصیب ہو جائے۔

۳- میں ظاہر میں دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تیرے خلاف بات کرتا ہے تو اس کا خون گرانے تک جاتا ہے اور اس ایک بات کی وجہ سے تو ساہا سال تک کینہ رکھتا ہے تو جب باطل گفتگو کا تیرے نفس میں اتنا اثر ہے تو حق پر مبنی بات کا ہزار ہزار مرتبہ تیرے دل پر زیادہ اثر ہوگا اگرچہ تجھے اس کی خبر تک نہ ہو۔ چنانچہ امام عبدالرحمن اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کیا پڑھ رہا ہے یعنی مفہوم و مطلب نہیں جانتا۔ اسے اس کا کوئی اثر ہوگا؟ فرمایا: ایک آدمی دوائی کھاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کیا کھا رہا ہے لیکن اسے اثر ہوتا ہے اور شفا پاتا ہے تو کیا قرآن کریم اثر نہیں کرے گا؟ ضرور کرے گا اور بے حد و حساب کرے گا۔ یہی ان اکابر اسلام کے احوال و اقوال کا اثر ہے۔

۴- قرآن پاک اور حدیث شریف کے بعد بہترین کلمات وہ ہیں جو کہ اکابر اسلام کی زبان مبارک سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ارشادات قرآن و سنت کی تشریحات کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس لیے میں نے ان اکابر کے احوال و اقوال بیان کرنے کا شغل اختیار کیا کہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن ان کے ساتھ عملی مشابہت ہو جائے کیونکہ من تشبه بقوم فهو منهم جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔

۵- امام ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مقررین بارگاہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اپنے دین و ایمان کی سلامتی کے لیے ہم کیا کریں گے؟ فرمایا: ان کے ارشادات اور فرمودات کے آٹھ اوراق ہر روز پڑھتے رہنا۔ انشاء اللہ العزیز مقصد حاصل ہوگا۔

۶- آخر میں ان اکابر کے ذکر سے مقصد یہ بھی ہے کہ کل قیامت کے دن اس عاجز کے بارے میں نگاہ شفاعت و عنایت فرمائیں اور اصحاب کہف کے کتے کی طرح مجھے محروم نہ فرمائیں گو ایک ہڈی ہی سہی۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے

ساری زندگی کے جانکسل مجاہدات اور ریاضات کے بعد جب حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے پڑوس میں قبر کی جگہ پائی تو یہ وصیت کی میری قبر پر یہ لکھ دینا: و کلبہم باسط ذراعیہ بالوصید۔ (الکہف) ان کا کتابلیز پر بازو پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر ایک کتابچہ تیرے دوستوں کے پیچھے چلتا ہے تو ان کی نسبت سے تو نے اس پر بھی کرم فرمایا میں بھی تیرے دوستوں کی محبت کا دم بھرتا ہوں مجھ غریب عاجز کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام و رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کا صدقہ ان سے جدا نہ فرما اور تیری جو نگاہ کرم ان پر پڑتی ہے مجھ مسکین کو اس سے محروم نہ فرما۔

اسی قسم کا ایک واقعہ ۱۹۷۶ء کی حاضری حرمین شریفین کے موقعہ پر حضور قطب مدینہ ضیاء امام احمد رضا حضرت مولانا محمد ضیاء الدین قادری مدنی قدس سرہ العزیز نے اس وقت بیان فرمایا جبکہ ہم معمولات حرم محترم سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے چونکہ حضرت قطب مدینہ سات سال تک بغداد شریف بھی رہے لہذا ایک دن ان ایام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بغداد شریف میں محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدی غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار شریف سے متصل قبرستان میں ایک کردستانی بزرگ کا مزار ہے جس کی لوح پر یہ رباعی تحریر ہے۔

یا رسول اللہ! چہ باشد چون اصحاب کہف
داخل جنت شوم در زمرہ احباب تو
لا رود در جنت ومن در جہنم کے رواست
او سگ اصحاب کہف ومن سگ اصحاب تو

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اصحاب کہف کے کتے کی طرح میں بھی آپ کے احباب کے زمرے میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں تو کیا عجب؟ وہ تو جنت میں جائے اور میں جہنم میں یہ کیسے جائز ہوگا کہ وہ اصحاب کہف کا کتابچہ میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتابچہ ہوں۔

قارئین محترم! اس ترجمہ کی سعادت حاصل کرنے میں اس عبد حقیر کے بالکل یہی جذبات اور مقاصد پیش نظر ہیں کہ حیات مستعار میں عمل صالح کی کوئی پونجی نہیں۔ اگر ہے تو کھوٹی پونجی لیکن وسعت کرم کے پیش نظر امید ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے آقا و مولیٰ حضور نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقبت یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس سعی حقیر کو اس احقر و اسفل کی طرف سے قبول فرمائیں اور یوں نجات اور بخشش کا شرف حاصل ہو جائے۔

عمدۃ التحقیق کے ترجمہ کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ یہ جو کچھ ہے محض توفیق الہی ہے جو کہ مجھ جیسے بے بضاعت اور بے صلاحیت کے لیے ایک عظیم اعزاز ہے۔ اس میں جو صحت اور خوبی نظر آئے وہ صرف اور صرف اسی توفیق کا کرشمہ ہے اور اگر معاذ اللہ کوئی کمی یا غلطی ہو تو میری بے مائیگی اور کمزوری۔ حضرت مولف قدس سرہ العزیز اور ارباب علم مجھے معاف فرمائیں اور میری کوتاہیوں کے ازالہ کے لیے دعا فرمائیں۔ ممنون ہوں گا اور ذات حق کے اسی احسان کے حوالے سے اس کا نام انوار الصدیق فی ترجمہ عمده التحقیق فی بشار آل الصدیق رضی اللہ عنہ رکھتا ہوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے محبوب مکرم، نور مجسم، ممدوح الکل، سید الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے قبول فرمائے۔ اس کا فیض عام فرمائے اور مستفیض ہونے والے حضرات سے درخواست ہے کہ میرے اچھے خاتے کے لیے دعا فرمائیں۔

اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ فِي الْاُولٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا
اَنْعَمْتَ وَاَحْسَنْتَ

اَنْتَ وِلٰى التَّوْفِیْقِ وَاَحْوَالِ وَاَقْوَةِ الْاَبَالِیْهِ . عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اَنْیَبُ
سَبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ .

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلوۃ وسلاما .

علیک یا رسول اللہ . ضاقت حیلتی انت وسیلتی ادرکنی یا سیدی یا
رسول اللہ

وانا العبد المفتقر الی الحق

محمد محفوظ الحق غفرلہ

خطیب جامع مسجد غلامنڈی بورے والا۔ ضلع دہاڑی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ، ۲ جولائی ۱۹۹۷ء بروز بدھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اللّٰهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

یا اللہ! نعمت تصدیق پر ہم تیری حمد کرتے ہیں جس کا تو نے آل صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے فضل کے فیض کے شرف بخشا اور درود و سلام ہو سلطان المرسلین سید الاولین والآخرین ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر جب تک مشکلمین کی زبان آپ کی مدح سرائی کرتی رہے۔

اما بعد! اپنے بے نیاز مالک کا عبد فقیر ابراہیم بن عامر عبیدی مالکی کہتا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے جس کا میں نے عمدة التحقيق فی بشائر آل الصديق نام رکھا۔

تالیف کی وجہ

اس کی تالیف کی دو وجہیں ہیں۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقة نامی ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بعض روایوں نے آپ سے معارضہ اور مقابلہ کیا اور ایک کتاب البحار المنيرة للصواعق المحرقة لکھی۔ مجھے سنیّت کی غیرت نے جنم جوڑا اور میں نے یہ کتاب لکھی اور سمندر میں غرق کرنے کا گمان کرنے والے کے رد میں اس کا نام وہ رکھا جو ابھی گزرا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے آل صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والوں کی خوشی اور ان کے دشمنوں کے غم کا ارادہ کیا کیونکہ ان میں سے بہت سے جنہیں ان کی جہالت نے سرکش بنا دیا ہے ان کی شان میں وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کا اپنا وصف ہے اور ان کے خلاف وہ کچھ بولتے ہیں جن کے وہ خود اہل ہیں اور میں نے اس میں جو بھی حدیث بیان کی، جس کی تخریج یا موضوع ہونے کی مجھے واقفیت ہوئی میں نے اس سے بیان کر دیا ہے

اور اس میں اپنے استاد شیخ الاسلام استاذ محمد زین العابدین کا تعارف بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض کی موجوں سے فیض یاب فرمائے اور اس کی بدولت میں اللہ کے دربار سے عظیم ثواب کی امید رکھتا ہوں اور اس کی امید رکھتا ہوں کہ آنجناب کے جھنڈے کے نیچے میرا حشر فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اس کے کاتب، قاری، سننے والے، یاد رکھنے والے اور اسے یا اس کا کوئی حصہ حاصل کرنے میں کوشش کرنے والے کو نفع عطا فرمائے اور پاکیزہ نفوس اور پسندیدہ اخلاق والوں کے لیے معذرت کے ساتھ گزارش ہے کہ اسے پسندیدگی نظر سے دیکھیں اور جو غلطی نظر آئے اس کی اصلاح فرمائیں۔ اس میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس پر اسی کی حمد ہے اور جو کچھ خطا ہو تو مجھ سے ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کہ سب سے سچا ہے ووصینا الانسان۔ ہم نے انسان کو تاکید نصیحت فرمائی۔ اس سے مراد صدیق ہیں اور سب کا خاص ہونا حکم کے عموم کے منافی نہیں۔ الانسان میں "ان" مبالغے کے طور پر کمال کے لیے ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں انت الرجل یعنی کامل مرد کیونکہ یہ یا تو جنس کے لیے ہے یا عہد کے لیے یا یہ نہ وہ۔ پس جنسیت یا تو کل اس کا قائم مقام ہے یا نہیں۔ اگر کل اس کا قائم مقام نہیں تو وہ حقیقت جنس کے بیان کے لیے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ اور اگر اس کے قائم مقام ہے تو حقیقتاً ہے یا مجازاً۔ اگر حقیقتاً اس کا قائم مقام ہو تو یہ افراد جنس کی شمولیت کے لیے جیسے ان الانسان لفی خسر اور اگر مجازاً قائم مقام ہے تو یہ مبالغہ کے طور پر خصائص جنس کی شمولیت کے لیے ہے جیسے انت الرجل یعنی کل رجل جیسا کہ پہلے گزرا۔

رہی عہدیت تو یا تو ذکر کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فعصى فرعون الرسول اور یا ذہن میں حاضری کے لیے اور وہ عہد ذہنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اذہما فی الغار یعنی غار ثور جو کہ مکہ معظمہ میں مشہور ہے۔ رہا وہ "ان" جو کہ جنسی نہ عہدی تو وہ زائیدہ ہے اور

وہ لازم ہے یا غیر لازم یعنی عارضی۔ رہا لازم تو وہ یہ ہے جسے اسم علم کے ساتھ ملا کر رکھا گیا ہو جیسے الات والعزی۔ یا موصول میں جیسے الذی اور التی اور ان دونوں کے تشبیہ اور جمع اور عارضی یا تو ضرورت کی بناء پر خاص ہوگا جیسے بنات الادبر یا اصل کی مشابہت کے لیے جائز ہوگا کیونکہ جو علم ”ال“ قبول کرنے والے سے نقل کیا گیا ہو کبھی اپنے اصل کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا کثرت سے وقوع صفت صریحہ میں ہوتا ہے جیسے حارث اور منصور۔ اور کبھی مصدر میں واقع ہوتا ہے جیسے الفضل ہے یا اسم عین میں جیسے النعمان۔

پس حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی انسان کامل، نبوت کے سوا تمام افراد انسانی میں پائے جانے والے متفرق کمالات کے جامع ہیں کیونکہ صدیق ہر مقام کے جامع کمال کا نام ہے اور عرب ایسی وصف پر اکتفاء کرتے ہیں جس کے نیچے کئی اوصاف لازم ہوں جیسا کہ تو قریشی کہے تو یہ عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ ہر قریشی عربی ہے اس کا عکس نہیں اور اسی طرح ہاشمی کا لفظ قریشی عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں کو لازم ہے اور اسی طرح علوی، ہاشمی قریشی عربی کہنے سے اور یونہی حسنی یا حسینی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علوی ہاشمی قریشی عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اسی طرح رسول وصف نبوت اور ولایت کو لازم کرتا ہے جبکہ مرتبہ نبوت کے بعد صدیقیت ہی ہے۔ پس صدیق کا لفظ ولی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کہ اگر اس میں ولایت نہ ہوتی تو تصدیق نہ کرتا اور یونہی عارف اگر اسے عرفان نہ ہوتا تو تصدیق نہ کرتا۔ اور یونہی محبت، سید مخلص اور تمام کمالات محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وصف کے ساتھ بھی ہوں پس صدیق ان سب سے کفایت کرتا ہے کہ سب اس میں درج ذیل ہیں۔ پس انسانیت کاملہ صرف آپ میں منحصر ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بوالدیہ حسنا حملتہ امہ کرہا ووضعتہ کرہا یعنی اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید نصیحت فرمائی اس کی ماں نے اسے بڑی مشقت سے اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف کے ساتھ جنا۔ اس سے درد زہ کی تکلیف مراد

و حملہ و فصالہ ثلاثون شهرا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے تک میں ماہ ہیں۔ حمل کی سب سے کم مدت مراد لی ہے اور یہ چھ ماہ ہے اور جیسا کہ مجھے ہمارے شیخ و استاذ محمد زین العابدین البکری حفظہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا یہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حمل کی مدت تھی اور دودھ پلانے کی اکثر مدت چوبیس ماہ ہے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب مدت حمل نو ماہ ہو تو اکیس مہینے اور مدت حمل چھ ماہ ہو تو چوبیس مہینے دودھ پلائے۔

حتی اذا بلغ اشدہ یہاں تک کہ جب وہ اپنے جو بن کو پہنچا یعنی انتہائی قوت اور بھرپور جوانی تک اور یہ اٹھارہ سال سے چالیس سال کے درمیان ہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وبلغ اربعین سنة اور چالیس سال کو پہنچا۔

یہ آیت حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے باپ ابو قحافہ عثمان بن عمرہ اور آپ کی ماں ام الخیر بنت صحز بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ آپ کے والدین اکٹھے مشرف بہ اسلام ہوئے اور مہاجرین میں سے آپ کے سوا کسی کے لیے یہ سعادت جمع نہ ہوئی کہ اس کے والدین مسلمان ہوئے ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور آپ کے بعد اسے لازم رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اشکر لی ولو الدیك میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب انسان کا باپ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بیٹے سے فرماتا ہے کہ وہ مر گیا جس کی خاطر میں تیری عزت کرتا تھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ برس کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا جبکہ آپ کی عمر شریف بیس برس تھی جبکہ آپ نے شام کی طرف تجارتی سفر فرمایا۔ جب چالیس سال کے ہوئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، آپ پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کے حضور دعا کی۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی والدی اے میرے پروردگار مجھے الہام فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی ہے یعنی ہدایت اور ایمان کی بدولت۔

و ان اعمل صالحا ترضاه اور ایسا عمل کروں جو تجھے پسند ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ نے ان نوایمان والوں کو آزاد کیا، نہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی تو آپ کی ساری اولاد مشرف بایمان ہوئی چنانچہ جناب ابوحنیفہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔ ان کے بیٹے ابوبکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبدالرحمن کے بیٹے ابوعلیق سب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پاک پایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد و اصلح لی فی ذریعتی اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح راسخ فرما۔ واؤ کبھی عطف کے لیے ہوتی ہے اور جب اس لیے ہو تو ترتیب کے بغیر حکم میں شریک کرنے کے لیے ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول و اسجدی وار کعی مع الراکعین میں واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی اور الزیدون جیسے صیغوں میں رفع کی علامت ہوتی ہے اور رسم الخط میں عمر و جیسے لفظ میں اسے بڑھا دیا جاتا ہے تاکہ اس کے اور عمر کے درمیان فرق ہو جائے تو جب حالت نصب میں تنوین داخل ہو یہ داخل نہیں رہتی کیونکہ عمر کے غیر منصرف ہونے کی وجہ سے فرق حاصل ہے بعض افاضل نے خط لکھا اس کے پہلو میں ایک دوسرا شخص بیٹھا تھا۔ اس نے عمر بغیر واؤ کے لکھ دیا۔ وہ کہنے لگا: اے مولانا اس میں فرق کے لیے واؤ بڑھا دیں (گویا اس نے آنکھ چرا کر لکھا ہو پڑھ لیا ہو کہ نہیں چاہیے تھا اور یوں چوری پکڑی گئی) پس اس فاضل نے کہا واللہ مولوی صاحب واؤ کی زیادتی کی وجہ سے فضیلت میں مات کھا گئے۔

اور جواب میں لانا فیہ کے بعد زایدہ لائی جاتی ہے جب کہا جائے کہ هل فعلت

کذا پس تو کہے گا لا وعافاك الله اور کبھی واؤ ثمانیہ ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الامرون بالمعروف والناہون عن المنکر اور اللہ تعالیٰ کے ہی قول میں وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنة زمرا واؤلای گئی جبکہ اسے ذکر جہنم میں نہیں لایا گیا کیونکہ آگ کے سات طبقات ہیں جبکہ جنت کے آٹھ درجات ہیں اور واؤ میں کئی بخشیں ہیں جنہیں ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے اور سراج وراق نے ان واؤں کو شعروں میں جمع کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ مجھے کیا ہے میں عمر و کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اس کی پناہ لی ہے اور وہ اس میں واؤ کی وجہ سے عمر اور منصرف ہو گیا اور حاجت سے سوراہا میں نے اس کو غلطی سے جگا دیا پس میں نے اس کی نیند اور افسوس لغو کر دیا اور عمر و کے ساتھ پناہ لینے والے کا تو نے سن لیا تو اس کے معروف ہونے کی وجہ سے تجھے زیادہ تعارف نہیں کراؤں گا اور یہ واؤ اور لا واللہ عطف کی نہیں اگر حرف عطف کے طور پر آتی تو ایک طرف نہ ہوتی اور اگر واؤ حالیہ آئے تو ان کا کہنا کہ رمضان واوات میں واقع ہو گیا جب بیس سے گزر جائے تو واؤ عطف کے بغیر ذکر نہیں کیا جاتا اور محمد بن علی بن بسام کا قول کتنا اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور کو قریب کر دیا گویا میں ہلال عید الفطر کو طلوع ہوا دیکھ رہا ہوں تو شوال میں لھو کا سامان تیار کر کہ تیرا مہینہ (رمضان) واوات میں واقع ہو چکا ہے۔

خصوصیت اولاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

تنبیہ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے قول و اصلح لی فی ذریعتی میں ظرفیت کی حکمت واضح ہے کہ ظرف مظروف کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور جار مجرور کی تقدیم اس اختصاص پر دلالت کے لیے ہے جو کہ اس کے عموم کو مانع ہے جو کہ ہر مسلمان پر صادق آتا ہے جیسا کہ اس کی صراحت کی گئی ہے اس کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ نہیں کیا کیونکہ آپ کا (لی) کہنا خاص صلاح پر دلالت کرتا ہے جو کہ مقام صدیقیت سے مناسبت رکھتا ہو جو کہ رتبہ میں مقام نبوت کے بعد ہے اور صلاح کی تین

قسمیں ہیں: عام، خاص، خاص الخاص۔ پس عام تو ہر مسلمان کو شامل ہے اور اسی کے متعلق حدیث پاک ہے: او ولد صالح يدعوه یا صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے اور خاص مقامات محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہر مقام کے ساتھ متعلق ہے جو کہ اس سے متصف ہونے والے کے لائق ہے۔ پس عام اگرچہ بزرگ مرتبہ ہے مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا اس سے اوپر کے لیے ہے کیونکہ ایسا اسلام جو کہ عمل صالح سے خالی ہو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اولاد میں نہیں پسند کرتے اور خاص الخاص انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین کی صلاح ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا قول والحقنی بالصالحین اسی سے ہے اور یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اونچا ہے اور آپ نے اس کا سوال نہیں کیا کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت نہیں ہے۔ پس اسے خاص پر محمول کرنا متعین ہو گیا اور عارف کبیر ہمارے شیخ احمد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ہزار مقامات ذکر فرمائے ہیں اور ہر مقام کی ابتداء، انتہاء اور درمیان ہے پس ان سب سے گزرے بغیر صدیقیت کے مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

اور عقلمند پر ظاہر رہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے لیے اس کے اعلیٰ مقام کی ہی دعا کی ہے اور تخصیص کا فائدہ دینے کے لیے جار مجرور کو مقدم کرنا بعینہ وہی ہے جو ہم نے کہا ہے پس وہ صلاح خاص ہے گویا آپ نے یوں دعا مانگی کہ میرے لیے میری اولاد میں وہ صلاح متعین فرما جو کہ میرے لائق ہے اور آپ کے لائق نہیں وہ صدیقیت عطا فرمانا ہے جو کہ مرتبے میں نبوت کے پاس ہے اور (فی) ظرفیت کا لایا گیا جو کہ ان کی ظاہری اور باطنی صلاح کو شامل ہے جیسا کہ اسے ہمارے شیخ الشیخ محمد البکری حفظہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور ذریت پوتوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن ذریۃ داؤد وسلیمان۔ وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذالک نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس۔ باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

باپ نہیں ہے اور مالکی فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ جب وقف ذریت پر ہو تو بیٹوں کی اولاد کو شامل ہے۔ اسے ذہن میں رکھو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم وما التناهم من عملهم من شی اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عملوں میں کچھ بھی کمی نہیں کریں گے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سید المؤمنین ہیں۔**

اور ابن کثیر، عاصم، حمزہ، کسائی، حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، طلحہ، قتادہ اور اہل مکہ نے **واتبعتم** تا کے ساتھ اور **ذریتهم** و **الحقنا بهم ذریتهم** کو بصیغہ مفرد پڑھا اور نافع، ابو جعفر، ابن مسعود اور ابو عمرو نے اختلاف کے ساتھ اور شیبہ، محمد بن ابی نعیم نے **واتبعتم** تا کے ساتھ **ذریتهم** و **الحقنا بهم ذریتهم** پڑھا یعنی پہلا لفظ مفرد اور دوسرا جمع کے ساتھ اور خارجہ نے اس سے حمزہ کی قرأت کی مثل روایت فرمائی اور ابن عامر، ابن عباس، عکرمہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے **واتبعتم** تا کے ساتھ **ذریتهم** و **الحقنا بهم ذریتهم** دونوں جگہ جمع کے ساتھ قرأت کی اور ابو عمرو والاعرج، ابو جابر، شعبی، ابن جبیر اور ضحاک نے **واتبعناهم** نون کے ساتھ **ذریتهم** و **الحقنا بهم ذریتهم** دونوں جگہ جمع کے ساتھ قرأت کی۔ پس ان قرأت میں ذریت فی نفسہ جمع ہوگی جسے مفرد لانا چھاپا ہے اور معنی میں پھیلاؤ اور کثرت کا تقاضا ہونے کی وجہ سے ان حضرات کی قرأت میں جنہوں نے ذریت کو جمع کے صیغے کے ساتھ پڑھا چھاپا ہے۔

اور الذین آمنوا مبتداء ہے اور الحقنا بهم اس کی خبر ہے اور **اتبعتهم ذریتهم** ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور **اتبعناهم** حمزہ کے ساتھ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے اور لفظ ذریات جو کہ فاعل تھا مفعول ثانی بن گیا اور اس فعل کے تمام موارد میں جہاں بھی واقع ہوئے یہی صورت ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: **لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول، واتبعہ ستامن شوال اور آپ کا ارشاد: واتبع اہل**

القلب لغتہ ان سب میں جو فاعل تھا اسے مؤخر کر دیا گیا اور اس کنا کم الارض اور ثنا القوم الذین کانوا یتضعفون مشارق الارض ومغاربها وغیرہ پر قیاس کرتے ہوئے مقدم نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ دونوں مقامات پر عکس جائز ہے کہ اس طرح کہے اتبعنا الذریۃ آباء ہم واسکنت الارض آباء کم شاید عکس اختیار کرنا اہم کے ساتھ آغاز کرنے کے لیے ہے اور یہ صرف قرینہ سے پتہ چلتا ہے۔

اور اگر تو کہے اتبعنا زید عمرا اور ثلث الارض غانما تو احتمال ہے اور اس کے جو نظائر وارد ہوئے ان پر محمول کرنا تقاضا کرتا ہے کہ عمر و تابع ہے اور غانم وارث ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بایمان اتبعنا کے ساتھ متعلق ہے اور ز منخسری نے کہا ہے کہ الحقنا کے ساتھ متعلق ہے اور کہا یہ ذریعہ کا ایمان ہے پس اس سے بڑے بالغ مراد لیے جائیں؟ یا آباء کا ایمان ہے پس ان سے چھوٹے مراد لیے جائیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ واحدی نے فرمایا کہ توجیہ یہ ہے کہ ذریعہ کو صغیر و کبیر دونوں پر محمول کیا جائے کیونکہ بڑا اپنے ایمان کی وجہ سے باپ کے تابع ہوتا ہے جبکہ چھوٹا اپنے باپ کے ایمان کی وجہ سے باپ کے تابع ہوتا ہے اور ذریعہ کا اطلاق صغیر و کبیر پر ہوتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابن جبیر اور جمہور نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایمان والے جن کی اولادیں ایمان میں ان کے تابع ہیں۔ اپنے آباء کی طرح مومن ہیں اگرچہ تقویٰ اور اعمال میں آباء کی طرح نہیں ہیں اور اس معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث وارد ہے پس انہوں نے حدیث کو آیت کی تفسیر قرار دیا اور یہ وہ حدیث ہے جسے ابن جبارہ نے قیس بن عمرو بن مرہ عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کی اولاد کو اس کی طرف اس کے درجے میں بلند فرمادے گا اگرچہ عمل میں وہ اس سے کم ہوں تاکہ ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا

اَلْتَنُّهُم مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط یعنی انہیں کم نہیں دیں گے یعنی آباء کو اس سے جو ہم بیٹوں کو دیں گے۔

کلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ اگر آباء کا درجہ بیٹوں سے اونچا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بیٹوں کو آباء کے درجہ تک اونچا فرمادے گا اور اگر بیٹوں کا درجہ آباء سے بلند ہوگا تو اللہ تعالیٰ آباء کو بیٹوں کے درجہ تک پہنچادے گا اور فرما نے یہی قول اختیار کیا ہے اور اس قول کی بناء پر آباء اسم ذریت میں داخل ہیں اور یہ جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول و آیتہم انا حملنا ذریتہم فی الفلک المشحون میں ہے اور ابن عطیہ نے فرمایا کہ اس میں نظر ہے۔

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے ایک قول کی حکایت کی ہے جس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول بہم، کی ضمیر ذریہ پر لوٹتی ہے اور اس کے بعد جو ضمیر ذریہ یا ہم میں ہے وہ الذین آمنوا پر لوٹتی ہے یعنی بڑوں نے ان کی پیروی کی اور ہم نے بڑوں کے ساتھ چھوٹوں کو ملا دیا۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ قول منکر ہے یعنی اس کا انکار کیا گیا ہے اور اس آیت میں زیادہ راجح قول وہی پہلا قول ہے جس کا معنی یہ ہے کہ چھوٹے اور کوتاہی کرنے والے بڑے آباء کے ساتھ ملائے جائیں گے کیونکہ تمام آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل جنت پر احسان کے بیان میں ہیں۔ پس اپنے احسان میں سے یہ بھی ذکر فرمایا کہ وہ اچھے اور برے کی رعایت فرمائے گا اور الحقنا کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ جسے ملایا جائے گا اس کے اعمال میں کچھ کوتاہی ہوگی۔

حاکم کی حدیث عبدالرزاق سے یوں روایت فرمائی عن سفیان الثوری عن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہم آپ نے الحقنا بہم ذریتہم کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کی اولاد کو جنت میں اس کے درجے میں پہنچادے گا اگرچہ عمل میں اس سے کم ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: والذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیء۔ فرماتا ہے کہ ہم انہیں کم نہیں دیں گے اور

شریک نے سالم سے انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی، فرمایا کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوگا تو کہے گا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے کہا جائے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے۔ تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کرتا آتا تھا تو انہیں حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے پڑھا: جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من آباء ہم وازواجہم وذریاتہم۔

تسمیہ: ذرا غور کر! کیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے سوا کوئی گھر پاتا ہے جس کے بارے میں یہ حکم اترا واصلح لی فی ذریعتی انی تبت الیک وانی من المسلمین اولئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سئیاتہم فی اصحاب الجنة وعد الصدق الذی کانوا یوعدون۔ میرے لیے میری اولاد میں صلاح راسخ فرما دے بے شک میں تیرے حضور تو بہ کرتا ہوں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں۔ یہی وہ ہیں جن کے بہترین اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور جن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں یہ جنتیوں میں سے ہوں گے یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا ہے۔ پس یہ وہ منقبت ہے جس کے سامنے حدیں منقطع ہو جاتی ہیں اور ایسی خصوصیت ہے جس کے کمال کی انتہا نہیں اور کچھ پہلے گزرا جس سے تجھے معلوم ہوا کہ مطلق ایمان والوں کی اولاد کو درجے اور مرتبے میں ان کے ساتھ ملایا جائے گا حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے اپنی اولاد کے بارے میں کوئی دعا نہیں مانگی۔ تو اس کا کیا مقام جس کی دعا اور اس کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں خبر دی ہے اور وہ خود ہر راستے لے ایمان والوں کا سردار ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کے ایمان کی بدولت عزت بخشی اور اس کی اولاد کو جو کہ کوتاہی کی وجہ سے اس کے مرتبے کے مستحق نہیں ہیں جنت میں داخل فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولسوف یرضی کہ عنقریب راضی

ہوگا۔ اپنے رب کریم کے حضور اس سے زیادہ معزز و مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو آخرت میں جہنم میں داخل کر کے رسوا فرمائے جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود فرماتا ہے: انک من تدخل النار فقد اخزیتہ کہ جسے تو نے جہنم میں ڈالا تو اسے رسوا کیا اور رضا اور رسوائی آپس میں دونوں ضدیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کے کمال شرف، عالی قدر اور عظیم المرتبت ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کی برائیوں سے درگزر، ان کے جرموں کی معافی اور ان کے گناہوں کی مغفرت سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا۔

اچھوں کی نسبت کام دیتی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واما الجدار فكان لفلان یتیم فی المدینہ وکان تحتہ کنز لہما وکان ابوہما صالحا یعنی دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک تھا اور سفیان بن مسعر نے عبد الملک بن میسرہ سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول وکان ابوہما صالحا کے متعلق روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کے باپ کی نیکی کی بناء پر ان کی حفاظت کی گئی جبکہ ان کی کوئی نیکی بیان نہیں ہوئی۔ حاکم نے فرمایا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح حدیث ہے اور یہ ان کے آباء و اجداد میں ساتواں تھا اور اس سے زیادہ بے مثل یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کی رعایت فرماتے ہوئے بروں کی حفاظت فرماتا ہے اگرچہ ان کے درمیان صرف نسبت خدمت کے سوا کوئی قرابت اور مناسبت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ومن الشیاطین من یغوصون لہ ویعملون عملا دون ذالک وکنالہم حافظین اور ہم نے شیاطین مسخر فرمادیئے جو کہ ان کے لیے غوطہ زنی کرتے اور طرح طرح کے کام کرتے اور ہم ان کے نگہبان تھے تو جب یہ بات صحیح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دو لڑکوں کی ان کے باپ کی صلاح کی خاطر حفاظت فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت کے دوران شیاطین کی حفاظت فرمائی تو یوں بھی ہے کہ اس نے نسلوں کی حفاظت ان کے اسلاف کی رعایت کرتے ہوئے

فرمائی اگرچہ صدیاں گزر گئیں اور اسی مناسبت سے وہ مسئلہ ہے جو کہ روایت میں آیا ہے کہ حرم کے کبوتر اس جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے اس غار کے منہ پر گھونسلا بنایا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چھپے۔ اسی لیے حرم کے کبوتر کا شکار جائز نہیں اور میں نے کئی مرتبہ سنا کہ بعض نے اسے پکانے کا ارادہ رکھا لیکن اس پر آگ نے اثر نہ کیا اور یہ ان کی کرامت اور معجزہ ہے جو کہ غار میں ہے۔ یہ ہے مسئلہ۔

اور یہ پختہ بات ہے کہ ہمارے استاذ شمس الدین محمد زین العابدین صدیقی (اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ان کی زندگی میں برکت فرمائے) کے گھرانے کو دو نسبتیں حاصل ہیں جو کہ غار والی شخصیتوں سے ملتی ہیں۔ ایک سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور دوسرے امام الصدیقین کی طرف جیسا کہ ہم آپ کے نسب شریف میں بیان کریں گے۔ تو آپ کا گھرانہ دونوں طرف سے حفاظت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من آباء ہم وازواجہم وذریاتہم یعنی عدن کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کا آباء و اجداد سے ازواج اور ان کی اولاد میں سے جو صلاح والے ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور علماء کے نزدیک یہی پسندیدہ قول ہے کہ من صلح من آباء ہم سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس کی تصدیق کی جس کی انہوں نے تصدیق کی اگرچہ ان جیسے عمل نہیں کئے اور ابواسحاق نے فرمایا کہ جان لو کہ اعمال صالحہ کے بغیر نسب فائدہ نہیں دیتے۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق صلح کا معنی تصدیق کی اور ایمان لایا اور موحد ہوا اور ابواسحاق کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ عمل میں صالحیت اختیار کی۔ علماء نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار کے ثواب میں اس کی اس خوشی کو بھی شامل فرمایا جو اسے اپنے اہل خانہ کو دیکھ کر ہوگی کیونکہ اسے ان کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی۔ تو اس سے دلالت ہوئی کہ وہ مطیع، عامل کے اعزاز میں جنت میں داخل ہوں گے اور خوشخبری اور وعدہ جنت میں اس کے سوا فائدہ نہیں کیونکہ اپنے عمل میں صالحیت پیدا کرنے

والے ہر شخص کے لیے دخول جنت کا وعدہ تو ہے ہی۔

قرطبی فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ ومن صلح من آباء ہم کا اولئک پر عطف ہو اور معنی یہ کہ ان کے لیے اور ان کے آباء، ازواج اور اولادوں کے لیے دار آخرت کا اچھا انجام ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بدخلو نہا کی ضمیر مرفوع پر معطوف ہو اور یہ عطف اچھا ہے اس لیے کہ دونوں کے درمیان ضمیر منصوب حائل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ صلاح اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام پر ایمان ہے اور اگر ان کے پاس ایمان کے ساتھ ساتھ دیگر نیکیاں بھی ہوتیں تو اپنی اطاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتے نہ کہ تابع ہونے کی صورت میں۔

ایک ادبی نکتہ

ابوبکر بن حجتہ نے ثمرات الاوراق میں نقل فرمایا کہ ادیبوں میں سے ایک شخص نے وزیر ابوالحسن بن الفرات کی موجودگی میں ”س“ کو ہر مقام میں ”ص“ کے قائم مقام قرار دینے کو جائز کہا تو وزیر نے کہا کہ کیا تو جنات عدن بدخلو نہا ومن صلح من آباء ہم کہے گا یا من صلح؟ اس کا معنی ہے جانور نے گوبر کیا۔ پس وہ شخص شرمسار اور لا جواب ہو گیا۔

اور حکایت بیان کی گئی کہ نضر بن شمیل بیمار ہوئے۔ کچھ لوگ آپ کی مزاج پرسی کو آئے جن میں ایک شخص کی کنیت ابوصالح تھی۔ اس نے کہا مسح اللہ مرضک۔ نضر نے کہا کہ مسح ”س“ کے ساتھ مت کہو بلکہ مسح ”ص“ کے ساتھ کہو جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اس مرض کو لے جائے۔ کیا تو نے اعیسیٰ کا قول نہیں سنا؟

واذا ما الخمر فیہا ازبدت

اقل الا زباد فیہا ومصح

کہ جب اس میں شراب جھاگ چھوڑتی ہے تو اس سے جھاگ کم کر دے اور دور کر دے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ کبھی صاد کے بدلے سین لایا جاتا ہے جیسا السراط کا اور الصراط۔

سقر اور صقر کہا جاتا ہے۔ نضر نے اسے کہا پھر تو ابوسالح ہے اور وہ جو لغت والوں نے صاد کو سین کے ساتھ بدلنے کے جواز میں قانون ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ جس کلمے میں ”س“ ہو اور اس کے بعد چار حروف میں سے ایک آئے یعنی ط، خ، غ اور ق تو تو کہہ سکتا ہے سراط، صراط اور صخر لکم میں صخر لکم اور مسغبۃ میں مصغبۃ اور سقیل میں صقیل اور اسی پر قیاس کر۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کی خصوصیت

اس کتاب کا جامع (حضرت مولف) کہتا ہے کہ جب جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان ایمان والے بندوں کو جنہوں نے اس کی اطاعت پر عمل کئے اور اپنے آپ کو اس کی نافرمانی سے روکا یہ اعزاز بخشے کہ ان کے ساتھ ان کے اہل خانہ اور رشتہ داروں کو جنت میں ان کے تابع کر کے جنت میں داخل فرمادے جو کہ مسلمان تو ہیں مگر انہوں نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کوتاہی کی اور بعض ممنوعات کی مخالفت کی۔ اس لیے نہیں کہ وہ دنیوی زندگی میں اپنی گزشتہ نیکیوں کی وجہ سے ان درجات کے مستحق ہوئے تو خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جو بھی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہیں اس اعزاز کے زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی گنہگار اولاد کو ان کے تابع کر کے جنت میں داخل فرمائے اور ان کے مخالفین کو ان سے راضی کر دے۔

مودت فی القربی کی بحث

اور اللہ تعالیٰ کے قول قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کے بارے میں حضرت ابن طاؤس سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں حضور علیہ

السلام کی قرابت نہ ہو۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: **قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی**۔ فرمایا: اس سے مراد وہ قرابت ہے جو کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے کہ اسے ملاؤ۔ اور عکرمہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں وسط تھے اور آپ کا قریش کی ہر شاخ میں نسب تھا۔ پس فرمایا: **لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی** یعنی میں تم سے اپنی دعوت الی الحق پر اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم قرابت میں میری حفاظت کرو۔ اور قتادہ سے ہے کہ تمام قریش اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان قرابت تھی یعنی میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا اس کے سوا کہ تم مجھ سے اس قرابت کی وجہ سے دوستی کرو جو کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بعض انصار نے کہا کہ ہم نے یہ کام کہا یہ کام کیا گویا فخر کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں تم پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی محفل میں تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ انصار! کیا تم ذلیل نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں عزت عطا فرمائی؟ عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا تم گمراہ نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت عطا فرمائی؟ عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا: مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم کیا عرض کریں؟ فرمایا: تم یوں کیوں نہیں کہتے کیا آپ کو آپ کی قوم نے نکلنے پر مجبور نہ کیا تو ہم نے آپ کو اپنے یہاں ٹھہرایا؟ کیا انہوں نے آپ کی تکذیب نہ کی جبکہ ہم نے تصدیق کی؟ کیا آپ کو ستایا نہیں جبکہ ہم نے آپ کی مدد کی؟ راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گفتگو فرماتے رہے حتیٰ کہ انصار گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے اللہ اور اس کے رسول کا ہے جل شانہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: **قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی**۔

اور ابن عباس، ابن اسحاق اور قتادہ نے فرمایا کہ قریش کا کوئی قبیلہ نہیں جس میں حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب یا سسرالی رشتہ نہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ تم میری اتباع کر کے صلہ رحمی کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی کلام فرمائی ہے جس کا تقاضا ہے کہ یہ مدنیہ ہے اور اس کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار کے بعض نوجوانوں نے مہاجرین پر برتری جتلائی اور قریش کے متعلق طویل گفتگو کی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا معنی یہ ہو گا مگر یہ کہ تم مجھ سے دوستی کرو پس میری قرابت میں میری رعایت کرو اور ان میں میری حفاظت کرو اور ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام قریش قریبی ہیں۔ اگرچہ درجات میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور نقاش نے ابن عباس، مقاتل، کلبی اور سدی سے ذکر کیا کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ منسوخ ہے: قل لا سالکم من اجر فہو لکم یعنی فرمادیتے تھے کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا وہ تمہارے لیے ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ درست یہی ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور ہر قول پر استثناء منقطع ہے اور الا بمعنی لیکن ہے اور جو میرے لیے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ آیت میں خطاب تمام ایمان والوں کے لیے ہے اور یہ اس لیے کہ عرب سب کے سب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہیں جن میں سے خود حضور علیہ السلام ہیں۔ پس ان کے علاوہ تمام عجمیوں پر متعین ہے کہ ان سے دوستی اور محبت کریں اور عرب کے ساتھ محبت کرنے کے حکم میں کئی احادیث آئی ہیں اور بے شک تمام یمن کے مقابلے میں قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف زیادہ قریب ہیں کیونکہ یہ سب حضرت اسماعیل بن لہو اہیم علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ پس ہر یمنی عرب پر لازم ہے کہ قریش سے دوستی کرے اور اس لیے محبت کرے کہ یہ قوم رسول علیہ السلام ہیں اور آپ کے خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔

اور قریش کی ان کے سوا دوسروں پر فضیلت اور انہیں مقدم رکھنے میں احادیث وارد ہیں اور بنی ہاشم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبیلہ ہیں پس ان کے سوا قریش پر ان کی محبت اور مودت واجب اور متعین ہے اور بے شک حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور دونوں کی اولاد رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریبی

میں سے زیادہ قریب ہیں پس ان کی مودت اور زیادہ تاکید ہے اور بنی ہاشم پر بلکہ تمام قریش بلکہ تمام عرب پر ان کی تعظیم واجب ہے جو کہ ان کی تاکید مودت کی وجہ سے واجب ہے اور ان کے فضائل کی بدولت متعین ہے اور ہر علم والے سے فائق علم والا ہے۔ پس آیت کریمہ قریش کے تمام قبیلوں کو عام ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر فرمائی ہے۔

اور اس میں کوئی جھگڑا نہیں کہ ہمارے استاذ محمد زین العابدین الصدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ کو قریش کے تین قبائل نے جتا ہے بنو تیم، بنو ہاشم اور بنو مخزوم۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول واصلح لی فی ذریتی انہیں خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول: قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کا عموم انہیں شامل ہے۔ پس آپ کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ فیض پہنچتا ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! تجھے پتہ ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے منقطع فرمادیا ہے۔ اسے حافظ دمشقی نے روایت کیا اور اسے امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی مسند میں روایت فرمایا اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہ، اس کی اولاد اور ان سے محبت کرنے والے کو آگ سے جدا فرمادیا۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق کرے کہ اولئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سيئاتهم اور عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے صادر ہونے والی سیئات کو معاف اور ان سے روئنا ہونے والی نیکیوں کو قبول فرمایا اور کسی مسلمان کے لائق نہیں کہ ان حضرات کی مذمت کرے جن کی صلاح کی۔ ان کی سیئات سے درگزر کرنے کی اور ان کے اچھے اعمال کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ نے گواہی

دی اور ان سے محبت اور ان کے قریب ہونے کا حکم دیا اور یہ کسی عمل کی وجہ سے نہیں جو انہوں نے کیا اور نہ ہی کسی کار خیر کی وجہ سے جو انہوں نے توشہٴ آخرت کے طور پر آگے بھیجا بلکہ صرف اس کی اپنی سابقہ عنایات اور خصوصیات کی بناء پر جن سے انہیں نوازا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

اولادِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آل رسول علیہ السلام کے مخالف کی ندامت

اور اس کے بعد کہ میں نے تیرے سامنے خدا تعالیٰ کے دربار میں ان کا مرتبہ بیان کر دیا اور یہ کہ کسی مسلمان کو ان کے خلاف بالکل لب کشائی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی۔ ان سے درگزر فرمایا اور ان کے صالح اعمال قبول فرمائے تو ان کے خلاف بکنے والے کو معلوم ہو کہ یہ اسی کی طرف لوٹتا ہے اور مسلمان کو چاہیے کہ اس پر اولادِ قاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آل صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس کے مال میں یا اس کے اہل خانہ میں یا اس کی عزت میں یا خود اس کی ذات میں جو پریشانی طاری ہو اس کا رضا و تسلیم اور صبر کے ساتھ مقابلہ کرے اور انہیں مذمت لاحق نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جو ان کی عزتوں میں فرق ڈالے اور اگر حدود شرعیہ قائم کرنے میں ان پر احکام متوجہ ہوں تو اس باب میں اس کی قباحت نہیں۔ ہم تو ان کے ساتھ مذمت اور بدگوئی متعلق کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے مقابلے میں وہ امتیاز بخشا ہے کہ وہاں ان کے ساتھ ہمارا کوئی قدم نہیں۔ رہا حقوق شرعیہ ادا کرنا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہود سے قرض لیتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے تو ممکن حد تک انہیں اچھی طرح ادا فرماتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لو ان فاطمہ بنت محمد سرق لقطع یدھا (اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہمہ وجوہ پاک صاف رکھا) تو یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کے باوجود اللہ رب العزت نے ان کی مذمت نہیں فرمائی۔ ہماری یہ گفتگو صرف تمہارے حقوق اور تمہارے مال کے بارے میں ہے کہ تم ان سے اس کا مطالبہ کرو تو تمہیں اس کی اجازت ہے جبکہ ان کی مذمت اور بدگوئی اور سب و شتم کا کوئی حق نہیں

اور اگر تم اپنے حقوق طلب کرنے سے باز رہو اور انہوں نے جو تمہیں پریشان کیا انہیں معاف کر دو تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہیں قرب نصیب ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے صرف مودت فی القربی طلب فرمائی ہے اور جس نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طلب کو اس چیز کے بارے میں قبول نہیں کیا جس پر وہ قادر ہے تو کل کو وہ کس منہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی امید کرے گا؟ جبکہ خود اس نے اپنے نبی علیہ السلام کی مودت فی القربی کے متعلق آرزو کا احترام نہیں کیا۔

پھر یہاں مودت کا لفظ آیا ہے اور یہ محبت پر ثابت قدم رہنا ہے تو جو اپنی محبت پر قائم رہا تو ہر حال میں دوستی اس کے ساتھ ہوگی اور جب ہر حال میں اس کے ساتھ دوستی قائم ہوگی تو اولادِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اولادِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے حق میں جو صورت طاری ہوئی جو کہ اس کے مقصد کے موافق نہیں، کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ کیا تو نے یہ قول نہیں سنا:

احب لجنبها السودان حتى

احب لجنبها سودا لکلاب

یعنی میں اس کی محبت کی وجہ سے سیاہ فاموں سے محبت کرتا ہوں اور اس کی محبت کی وجہ سے کالے کتوں سے پیار کرتا ہوں۔ چنانچہ کتے اسے نوچتے تھے اور وہ ان سے محبت کرتا تھا۔ محبت کا یہ فعل اس کی محبت میں ہے جسکی محبت اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سعادت مند نہیں کرتی اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور قرب آشنا کرتی ہے۔ نہ ہی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نہ ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قرب عطا کرتی ہے تو یہ مودت میں سچائی کے سوا کیا ہے؟ پس اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے محبت کرتا اور تیرے ہاڑے میں ان سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے اسے جمال محض سمجھتا جس سے تو ناز و نعمت پاتا اور تجھے

معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور تجھ پر خصوصی عنایت ہے کہ تجھے اس نے یاد کیا جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور اگر وہ تجھے مذمت اور بد گوئی سے یاد کریں تو تو یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو حمد ہے جس نے میرا ذکر ان کی زبان پر جاری فرمایا اور اس نعمت پر تو اللہ تعالیٰ کا مزید شکر ادا کرے کیونکہ انہوں نے تجھے پاک زبانوں کے ساتھ یاد کیا جہاں تک تیرا عمل نہیں پہنچ سکتا۔

اور جب ہم تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور آپ کے صدیق رضی اللہ عنہ کی آل کے ساتھ اس کے خلاف سلوک کرتا ہوا دیکھیں جن دونوں کا تو محتاج ہے اور ان کا تجھ پر احسان ہے تو میں تیری دوستی کا کیسے اعتماد کروں جبکہ تو گمان کرتا ہے کہ تو جانہن کے ساتھ شدید محبت اور رعایت کرتا ہے اور یہ حقیقت میں تیرے ایمان میں نقص ہے اور تیرے خلاف اللہ تعالیٰ کی وہ تدبیر ہے جو تو سمجھتا ہی نہیں اور اس میں خفیہ تدبیر خداوندی کی صورت یہ ہے کہ تو کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شرع کا دفاع کرتا ہے اور یہ کہ میں صرف وہی طلب کرتا ہوں جس کی طلب اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مباح فرمائی اور اس طلب مشروع میں مذمت، بغض اور کینہ درج ہوتا ہے جبکہ تجھے شعور تک نہیں اور اس شدید بیماری سے شفا بخشے والی دواء یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو حق والا نہ سمجھے بلکہ تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائے تاکہ اس میں وہ چیز درج نہ ہو جس کا میں نے تیرے لیے ذکر کیا ہے اور تو مسلمان حکام میں سے نہیں ہے کہ ان میں حدود الہیہ قائم کرے اگر تیرے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قیامت کے دن ان کے مراتب منکشف ہوں تو تمنا کرے کہ ان کے غلاموں میں سے ایک غلام بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ان کے بغض سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: انی تبت الیک وانی من المسلمین میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور مسلمانوں میں سے ہوں۔ اس میں ان حنفیوں کے لیے دلیل ہے جو کہ اپنے ایمان میں استثناء کرنے والے کو درست قرار نہیں دیتے (یعنی یوں کہنے والا کہ انشاء

اللہ ”میں“ مسلمان ہوں) کیونکہ ایمان اور اسلام دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کو لازم ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کے ساتھ اس کے حق میں گواہی دی ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام پر ایمان لایا اور ان لوگوں کے لیے قول کے یقینی ہونے کی صراحت فرمائی جنہوں نے ربنا آمنا کہا اور انہیں استثناء کا حکم نہیں دیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قولو آمنا باللہ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے استثناء کے بغیر اس کا حکم دیا نیز فرمایا: ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین پس اللہ تعالیٰ نے اننی من المسلمین کہنے والے کے قول کو احسن قول قرار دیا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء سلف نے ایک شخص کے مطلقاً ناموس کہنے میں اختلاف فرمایا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ صرف ناموس نہ کہے بل ناموس انشاء اللہ تعالیٰ کہے جبکہ دوسروں کا مذہب اس کے اطلاق کا جواز ہے اور یہ کہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہے اور مذہب مختار اور اہل تحقیق کا قول یہی ہے اور امام اوزاعی وغیرہ دونوں امور کے جواز کی طرف گئے ہیں اور مختلف اعتبارات کی وجہ سے سب صحیح ہیں تو جس نے اطلاق کا قول کیا یعنی استثناء کے بغیر اس نے زمانہ حال پر نظر کی اور اس پر زمانہ حال میں ایمان کے احکام جاری ہوں گے اور جس نے انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو اس کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ یہ یا تو تبرک کے طور پر ہے یا عاقبت کے اعتبار سے ہے اور اختیار دینے کا قول حسن صحیح ہے اور یہ پہلے دو اقوال کے ماخذ اور حقیقت اختلاف کو رفع کرنے کے لیے ہے اور یہ مسئلہ اہم مسائل میں سے ہے اور اچھے خاتمے کی دعا سب سے زیادہ ضروری ہے اور بعض سے مروی ہے کہ سب سے آخری گفتگو جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی وہ یہ ہے تو فنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔

کتاب و سنت کے حوالے سے

فضائل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب ہم تیرے لیے آپ کے کچھ فضائل اور آپ کے بارے میں نازل شدہ آیات اور وہ احادیث بیان کرتے ہیں جو آپ کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں اور آپ کی فضیلت میں سلف و خلف کے اقوال بھی۔ اگرچہ آپ کے فضائل کے سامنے حدیثیں قاصر ہیں (رضی اللہ عنہ)۔ پس ہم کہتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد منگل کے دن بتاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ خلافت کے لیے آپ کی عام بیعت کی گئی۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ کو حج کرایا اور مدینہ عالیہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام خلیفہ بنایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عمر بن الخطاب یا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو حج کرایا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ یہ بعض علماء کا قول ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

اور امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں آپ کا تعارف یوں کرایا ہے کہ نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ آپ کا نام ابو بکر عبداللہ ہے یہی صحیح مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ کا نام عتیق ہے اور صحیح مسئلہ جس پر تمام علماء ہیں کہ عتیق آپ کا لقب ہے نام نہیں اور آپ کا یہ لقب جہنم سے آزاد ہونے کی وجہ سے رکھا گیا جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے جسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا گیا ہے

کہ چہرے کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب رکھا گیا۔ یہ لیث بن سعد اور ایک جماعت کا قول ہے یا اس لیے کہ آپ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کہ معیوب ہو۔ یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے۔

صدیق کی وجہ تسمیہ

اور آپ کا نام صدیق رکھنے کی وجہ پر امت کا اجتماع ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی طرف جلدی کی اور صدق یعنی سچ بولنے کو لازم رکھا۔ آپ سے کسی صورت میں ذرا بھر توقف واقع نہ ہوا اور اسلام میں آپ کے بڑے بلند مقامات ہیں۔ ان میں سے معراج کی رات کا واقعہ اور آپ کا ثابت قدم رہنا اور اس مسئلہ میں کفار کو جواب دینا ہے۔ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہجرت کرنا، غار اور تمام راستوں میں آپ کے ساتھ رہنا، پھر یوم بدر میں اور یوم حدیبیہ کے وقت آپ کی عظیم گفتگو جبکہ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی تاخیر کا مسئلہ آپ کے علاوہ دوسرے حضرات پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ پھر آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر رونا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں اختیار دے دیا ہے پھر آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے موقعہ پر ثابت قدم رہنا اور لوگوں کو خطبہ دینا، انہیں تسکین دینا، پھر آپ کا بیعت کے قضیہ میں اہل اسلام کی مصلحت کا اہتمام کرنا، پھر آپ کا اسامہ بن زید کے لشکر کو شام کی طرف بھیجنے کا اہتمام اور اس کا عزم صمیم کرنا، پھر آپ کا مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کے فیصلے پر قائم رہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ کا مناظرہ کرنا اور انہیں دلائل کے ساتھ قائل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے سینوں کو اس مسئلہ کے لیے کھول دینا جس کے متعلق آپ کا سینہ کھولا اور وہ مرتدین کے خلاف جنگ کرنا ہے اور شام کی فتوحات کے لیے ان کے لشکروں کو تیار کرنا اور ان کی مدد کرنا، پھر اسے آپ کی بہت بڑی منقبت اور زبردست فضیلت کے واقعہ پر ختم فرمایا اور وہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرنا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کس قدر

خدمات اور نشانات مناقب و فضائل ہیں ان کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے نووی کا کلام رحمۃ اللہ علیہ۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری کی تصریحات

اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا: باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ اور صدیق فعیل کے وزن پر ہے اور اس سے مراد کثرت سے سچ بولنے والا۔ کہا گیا جس نے کبھی بھی جھوٹ نہ بولا ہو اور شیخ ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابو بکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم میں منظور رہے۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کلام سے آپ کی مراد کیا ہے؟ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مومن رہے بعثت سے پہلے اور اس کے بعد اور صحیح اور پسندیدہ قول یہی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے مبرا حالت پر رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ایمان کا اظہار کریں گے اور خلاصہ الابرار میں سے ہوں گے۔ شیخ تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی مراد یہ ہوتی تو اس میں حضرت صدیق اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان برابر ہیں اور یہ عبارت جو حضرت ابوالحسن اشعری نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی آپ سے ان کے علاوہ کسی دوسرے کے حق میں صادر نہیں ہوئی۔ پس صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حالت کفر ثابت نہیں ہوئی اور یہ وہی توجیہ ہے جو ہم نے اپنے شیوخ اور مقتداؤں سے سنی اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی حق و ثواب ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بت کو سجدہ نہ کرنا

اور ابن ظفر نے انباء نجباء الابرار میں نقل فرمایا کہ قاضی ابوالحسن احمد بن محمد الزبیدی نے اپنی اسناد کے ساتھ اپنی کتاب معالی الفرش الی عوالی العرش میں روایت کی کہ مہاجرین اور انصار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جمع تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

عرض کی۔ وعیشک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سرکار مجھے آپ کی حیات پاک کی قسم میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلال میں کہا کہ آپ کہتے ہیں وعیشک یا رسول اللہ لم اسجد لسنم قط حالانکہ آپ نے دور جاہلیت کے اتنے سال بسر کئے ہیں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ابو قحافہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک کمرے میں لے گیا جس میں بت تھے اور مجھے کہنے لگا کہ یہ ہیں تیرے بلند و بالا معبود انہیں سجدہ کر اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں ایک بت کے قریب ہوا اور اسے کہا کہ بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا۔ کوئی جواب نہیں۔ میں نے کہا میرے پاس لباس نہیں مجھے لباس پہناؤ۔ کوئی جواب ندارد۔ پس میں نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا کہ میں تجھ پر یہ پتھر پھینکنے لگا ہوں اگر تو معبود ہے تو اپنے آپ کو بچالے۔ کوئی جواب نہیں۔ پس میں نے پتھر اس پردے مارا وہ منہ کے بل گر گیا۔ اتنے میں میرا باپ آ گیا کہنے لگانے یہ کیا ہے؟ میں نے کہا تمہارے سامنے ہے۔ وہ مجھے میری ماں کے پاس لے گیا اور اسے ماجرا سنایا تو اس نے کہا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ وہی بچہ ہے جس کے بارے میں مجھے رب تعالیٰ نے ندا فرمائی۔ میں نے پوچھا وہ کیا ندا تھی؟ کہنے لگی جس رات مجھے ولادت کی تکلیف ہوئی میں تنہا تھی۔ میں نے ہاتھ غیبی کو سنا جو کہہ رہا تھا یا امتہ اللہ علی التحقیق ابشری بالولد العتیق اسمہ فی السماء الصدیق لمحمد صاحب ورفیق اے اللہ کی بندی تجھے عتیق بیٹے کی بشارت ہو جس کا نام آسمان میں صدیق ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھی اور رفیق ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر آئے اور کہا کہ ابو بکر نے سچ کہا۔ تین مرتبہ کہا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قدرے تفصیل کے ساتھ تعارف

کراؤں جس میں آپ کے وہ حالات ذکر کروں جن سے مجھے واقفیت ہے اور فصلیں مرتب کروں اور خلاصہ بیان کروں۔ رہا آپ کا نام اور لقب تو اس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا۔ ابن کثیر نے کہا کہ اس امر پر علماء متفق ہیں کہ آپ کا نام عبد اللہ بن عثمان ہے۔ سوائے اس روایت کے جو کہ ابن سعید نے ابن سیرین سے کی ہے کہ آپ کا نام عتیق ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ لقب ہے۔ پھر آپ کے اس لقب کے وقت اور سبب میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے چہرے کے حسن و جمال کی وجہ سے ہے۔ یہ لیث بن سعد، احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہم کا قول ہے اور ابو نعیم نے فرمایا کہ کار خیر میں آپ کی قدامت کی وجہ سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کے نسب کے معیوب سے پاک ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایک قول کے مطابق پہلے آپ کا یہ نام رکھا گیا پھر عبد اللہ نام رکھا گیا۔

اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت فرمائی کہ میں نے ابو طلحہ سے پوچھا کہ حضرت ابو بکر کو عتیق کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا: آپ کی والدہ کی اولاد زندہ نہیں بچتی تھی جب ابو بکر کی ولادت ہوئی تو انہیں بیت اللہ شریف کے سامنے لے گئی اور عرض کی: یا اللہ اسے موت سے آزاد فرما اور یہ مجھے عطا فرما۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا آپ کو آپ کے چہرے کے حسن کی وجہ سے عتیق کہا گیا اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جو گھر والوں نے رکھا عبد اللہ ہے لیکن آپ پر عتیق نام غالب ہو گیا اور حاکم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو بکر تو جہنم سے اللہ تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا ہے پس آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

صدیق کی وجہ تسمیہ

رہا لقب صدیق تو دورِ جاہلیت میں ہی آپ کی سچائی مشہور ہونے کی وجہ سے آپ کو

صدیق کہا جاتا تھا اسے ابن مسدی نے ذکر فرمایا اور کہا گیا ہے کہ یہ اس لیے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں جلدی کی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، آپ فرماتی ہیں کہ مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا تجھے تیرے صاحب کے متعلق پتہ ہے وہ گمان کرتا ہے کہ اسے آج کی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ کہنے لگے ہاں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ میں تو صبح و شام اس سے بھی زیادہ دور کی چیزوں یعنی آسمانی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لیے آپ کو ابوبکر الصدیق کا نام دیا گیا۔ اس کی اسناد جمید ہے اور یہ حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد جنہیں ابن عساکر نے اسناد کے ساتھ بیان فرمایا اور اسے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں فرمایا کہ ابو معشر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت وہب سے حدیث بیان کی آپ نے فرمایا کہ جب شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے آپ وادی ذی طویٰ میں تھے کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرائیل میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ انہوں نے عرض کی: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہی صدیق ہے۔ اور اسے طبرانی نے اوسط میں موصولاً ابو وہب سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب صدیق پر قسم اٹھا کر بیان کرنا

اور مستدرک میں حاکم نے نزال بن سبرۃ سے روایت کی کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کی، اے امیر المؤمنین ہمیں ابوبکر کے متعلق خبر دیں۔ فرمایا کہ یہ وہ شخصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر اور حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر صدیق نام عطا فرمایا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ سرکار نے انہیں ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لیے پسند

کیا۔ اس کی اسناد جید ہے اور دارقطنی اور حاکم نے ابونحیح سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ میں گن نہیں سکتا کہ کتنی دفعہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر صدیق رکھا اور طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حکیم بن سعد سے روایت کی کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قسم کھاتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لیے نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا اور احمد کی حدیث میں ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کو حکم دیا) ملنے سے رک جا کہ تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید موجود ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کے چچا کی بیٹی ہیں جن کا نام سلمیٰ بنت صحر بن عامر بن کعب ہے اور ان کی کنیت ام الخیر ہے۔ یہ زہری کا قول ہے جسے ابن عساکر نے روایت فرمایا۔

فصل:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت اور نشوونما کے مقام کے بارے میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔ یہ ابن کثیر کا قول ہے اور آپ کی نشوونما مکہ معظمہ میں ہوئی۔ تجارت کے سوا اس سے باہر نہیں جاتے تھے اور اپنی قوم میں مالدار تھے اور کامل مروت، احسان اور فضیلت والے تھے جب کہ ابن الدغنے نے کہا کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، محتاج کی معیشت کا انتظار کرتے ہیں، حوادثِ زمانہ پر لوگوں کی امداد کرتے ہیں اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ دورِ جاہلیت میں قریش کے رئیس اور انکی مجلس مشاورت کے ممبر تھے۔ انکے محبوب اور ہر دلعزیز تھے۔ جب اسلام آیا آپ نے اسے ہر ماسوا کے مقابلہ میں ترجیح دی اور اس میں بڑے وقار کے ساتھ داخل ہوئے۔

زبیر بن بکار اور ابن عسا کرنے معروف سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دس قریشیوں میں سے ایک تھے جن کی دورِ جاہلیت کی بزرگی شرف اسلام کے ساتھ متصل ہوئی خون بہا اور قرض کے معاملات آپ کے س پر دکئے جاتے تھے اور یہ اس لیے تھا کہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا جس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے بلکہ ہر قبیلے میں عام فرماں روائی اس کے رئیس کے لیے ہوتی تھی۔ پس بنی ہاشم کے پاس سقایت اور رفاقت تھی اور اس سے مراد کہ کوئی شخص ان کے دسترخوان کے بغیر کھانا پیتا نہیں تھا جبکہ بنو عبدالدار میں حجابت، لواء اور ندوہ کا محکمہ تھا یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی بیت اللہ شریف میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور جب قریش جھنڈا اختیار کرنا چاہتے تو بنو عبدالدار ہی ان کے لیے جھنڈا باندھتے اور جب کسی امر کو پختہ کرنے یا توڑنے کے فیصلے کے لیے جمع ہوتے تو صرف دارالندوہ میں جمع ہو سکتے تھے اور فیصلہ وہیں سے نافذ ہوتا اور دارالندوہ بنو عبدالدار کا تھا۔

فصل - شراب سے پرہیز کے بارے میں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دورِ جاہلیت میں سب سے زیادہ پاک دامن تھے۔ ابن عسا کرنے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دورِ جاہلیت میں اور اسلام میں کبھی شعر نہ کہا اور آپ نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دورِ جاہلیت میں بھی شراب استعمال نہیں فرمائی اور ابو نعیم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دورِ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب حرام کر رکھی تھی اور ابن عسا کرنے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شعر نہ کہا اور ابن عسا کرنے ابو العالیہ الریاحی سے روایت کی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے مجمع میں پوچھا گیا کہ کیا دورِ جاہلیت میں آپ نے شراب نوشی کی؟ آپ نے فرمایا: خدا کی پناہ۔

پوچھا کیوں؟ فرمایا: میں اپنی عزت کا بچاؤ اور مروت کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جس نے شراب پی وہ اپنی عزت اور مروت کو ضائع کرنے والا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر نے سچ کہا، ابو بکر نے سچ کہا۔ یعنی دو مرتبہ فرمایا۔ یہ حدیث سند اور متن کے اعتبار سے مرسل غریب ہے۔

فصل - آپ کے حلیے کے بیان میں

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ ہمارے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا رنگ گورا، کمزور جسم، ہلکے رخسار، آپ کی چادر پہلوؤں سے ڈھلک جاتی تھی، چہرے کی رگیں ابھری ہوئی، آنکھیں ذرا گہری، پیشانی ابھری ہوئی، ہاتھ کی انگلیوں پر گوشت کم تھا۔ یہ ہے آپ کا حلیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم (ایک قسم کی بوٹی ہے) کا خضاب استعمال فرماتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ عالیہ تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کے بال سفید اور سیاہ ملے جلے نہ تھے چنانچہ آپ نے انہیں مہندی اور کتم کا رنگ لگایا۔

فصل - آپ کے اسلام لانے کے بیان میں

ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں لوگوں میں سے اس کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا اس فضیلت والا نہیں ہوں؟ اور ابن عساکر نے حارث بن علی کے طریق سے روایت کی کہ

مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور خیشمہ نے مسند صحیح کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سب سے پہلے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور طبرانی نے کبیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شععی سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ فرمایا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ کیا تو نے حسان کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تو اپنے معتمد بھائی کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابو بکر کی کارکردگی کو یاد کر جو کہ نبی علیہ السلام کی امت میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور عادل اور اپنے فرائض با حسن و جوہ سرانجام دینے والے ہیں اور آپ کی قابل تحسین حاضری ہے کہ غار میں دوسرے آپ ہیں اور لوگوں میں سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

اور ابو نعیم نے فرات بن سائب سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم؟ راوی نے کہا کہ آپ کا پنپنے لگے حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ سے عصا گر گیا۔ پھر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں ایسے زمانے تک باقی رہوں گا جس میں ان دونوں کے برابر کسی اور کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کی خوبی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ دونوں اسلام کا سر تھے۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر ہیں یا علی رضی اللہ عنہم؟ فرمایا: واللہ! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس زمانے میں ایمان لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر بحیرہ راہب پر ہوا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مابین نکاح کے سلسلے میں آتے جاتے رہے حتیٰ کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کے ساتھ عقد نکاح ہوا اور یہ سب کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت سے پہلے کا ہے اور فرمایا کہ آپ مشرف بہ اسلام ہونے والی مخلوق حضرات صحابہ کرام اور

تا بعین میں سب سے پہلے اسلام لائے بلکہ بعض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔
 ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک قول
 کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں
 میں سب سے پہلے مسلمان ہیں اور جمع کی یہ توجیہ سب سے پہلے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
 رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمائی اور ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے حضرت سالم بن جعد سے
 روایت کی کہ میں نے حضرت محمد بن حنیفہ سے کہا کہ کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں
 سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر حضرت ابو بکر رضی
 اللہ عنہ برتری اور سبقت کیونکر لے گئے یہاں تک کہ ابو بکر کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیا جاتا۔
 کہنے لگے اس لیے کہ اسلام لانے میں سب سے افضل تھے حتیٰ کہ اپنے پروردگار سے جا ملے
 اور ابن عساکر نے سند جید کے ساتھ محمد بن سعید بن ابی وقاص سے روایت کی کہ آپ نے
 اپنے والد حضرت سعد سے کہا کہ کیا ابو بکر آپ لوگوں میں اسلام لانے میں اول تھے؟ فرمایا
 نہیں بلکہ آپ سے پہلے پانچ سے زیادہ افراد اسلام لائے تھے لیکن آپ اسلام میں ہم سے
 بہتر تھے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہر کسی
 سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ
 محترمہ حضرت خدیجہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام زید، زید کی بیوی ام ایمن، حضرت
 علی اور ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور ابن عساکر نے عیسیٰ بن زید سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھا تھا کہ وہاں
 سے امیہ بن صلت کا گزر ہوا۔ کہنے لگا اے خیر چاہنے والے! تم نے کیسے صبح کی؟ اس نے کہا
 کہ خیریت کے ساتھ۔ کہنے لگا کہ کیا تو نے کچھ پایا؟ زید بن عمرو نے کہا کہ نہیں۔ کہا قیامت
 کے دن ہر دین سوائے اس دین حنیف کے جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہلاکت ہے لیکن

یہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے ہم سے ہے یا تم سے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کسی نبی کے متعلق نہیں سنا تھا جس کا انتظار ہو یا مبعوث کیا جائے۔ میں ورقہ بن نوفل کو ملنے کے ارادے سے نکلا اور ورقہ اکثر آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان کے سینے سے اکثر آوازیں آتی۔ میں نے ان کے پاس یہ واقعہ بیان کیا۔ کہنے لگے ہاں اے میرے بھائی اہل کتاب اور ان کے علماء کہتے ہیں کہ یہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ عرب کے بہترین نسب میں سے ہوگا اور مجھے علم الانساب حاصل ہے اور تمہاری قوم نسب میں عرب کی بہترین ہے۔ میں نے کہا اے چچا! نبی کیا کہے گا؟ فرمایا وہی کہے گا جو اس سے کہا جائے گا مگر یہ کہ وہ ظلم کرے گا نہ کرنے کی اجازت دے گا۔ فرماتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی۔

ابن اسحاق نے فرمایا کہ مجھے محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن الحسین التمیمی نے بیان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی اس نے توقف، تردد اور غور و فکر کیا سوائے ابوبکر کے کہ میں نے جیسے ہی اس کے پاس اسلام کا ذکر کیا اس نے کوئی حیل و حجت نہیں کی، نہ ہی تردد کیا۔ بیہتی نے فرمایا کہ یہ اس لیے کہ آپ دعوتِ اسلام سے پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھ رہے تھے اور روایات سن چکے تھے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دعوت دی آپ اس سے پیشتر اس میں غور و فکر کر چکے تھے پس فوراً اسلام لے آئے۔ پھر ابو میسرہ سے روایت کی رسول کریم علیہ السلام جب باہر نکلتے تو کسی کو یا محمد کی ندا کرتے ہوئے سنتے۔ آواز سن کر آپ جلدی جلدی چلتے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ بات رازدارانہ انداز سے کہتے کیونکہ آپ اسلام سے پہلے کے زمانے ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے۔

اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، آپ نے

فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسلام کے متعلق جس سے بھی بات کی اس نے انکار کیا اور مجھ سے تکرار کی سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ میں نے اس سے جس مسئلے میں بھی گفتگو کی اس نے اسے قبول کیا اور اس پر استقامت اختیار کی اور بخاری نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو؟ میں نے کہا اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تم نے کہا کہ جھوٹے ہو جب کہ ابو بکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں۔

فصل۔ آپ کی صحبت اور غزوات کے بیان میں

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے وقت سے لے کر حضور علیہ السلام کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا۔ سفر و حضر میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے سوائے اس حج یا غزوہ کے جس میں حضور علیہ السلام نے آپ کو نکلنے کی اجازت عطا فرمائی اور آپ کے ساتھ تمام غزوات میں حاضری دی اور آپ کی معیت میں ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ دیا اور آپ حضور علیہ السلام کے غار کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا دو میں سے دوسرے جب کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور بے شمار مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جانثاری کے لیے ڈٹ گئے اور غزوات میں آپ کے بڑے عظیم کارنامے ہیں۔ احد اور حنین کے دن ثابت قدم رہے جب کہ لوگوں کے قدم اکھڑ گئے تھے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے بیان میں آئے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ملائکہ نے یوم بدر میں ایک دوسرے کو بشارت دی کہ دیکھو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھپر میں موجود ہیں اور امام احمد کے ابو یعلیٰ اور حاکم

نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ غزوہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے اور ابن عسا کرنے ابن سیرین سے روایت کی کہ عبدالرحمن بن ابی بکر بدر کے دن مشرکین کے ساتھ تھے جب اسلام لے آئے تو اپنے والد بزرگوار سے کہنے لگے کہ آپ بدر کے دن میرے نشانے پر آئے لیکن میں نے آپ سے پہلو تہی کی اور قتل نہیں کیا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میرے نشانے پر اگر تو آجاتا تو میں تجھ سے کبھی دریغ نہ کرتا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ ”اہدفت“ کا معنی آپ کے سامنے آئے اسی لیے اونچی عمارت کو ہدف کہتے ہیں۔

فصل - آپ کی شجاعت اور سب سے بہادر ہونے کے بیان میں

بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ۔ فرمایا: میرے مقابلہ میں تو جو بھی آیا میں نے اس سے بدلہ لیا لیکن مجھے سب سے زیادہ بہادر کی خبر دو۔ لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ جب یوم بدر تھا ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنایا۔ پس ہم نے سوچا کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کون ہو گا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم میں سے کوئی بھی سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب نہ آیا۔ آپ تلوار سونت کر سرکار علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کرتا آپ اس کی طرف لپکتے۔ پس آپ ہیں سب سے زیادہ بہادر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش نے پکڑ رکھا ہے۔ کوئی دھکے دے رہا ہے کوئی گرا رہا ہے اور وہ بک رہے ہیں کہ تو ہی وہ ہے جو صرف ایک ہی معبود قرار دیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم میں سے ابو بکر صدیق کے سوا کوئی قریب نہ آیا۔ کسی کو آپ مارتے ہیں کسی کو دھکا دیتے ہیں کسی کو

تاڑتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک فرمائے کیا تم ایسی شخصیت کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اوپر کی چادر کا پلہ اٹھایا اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ آل فرعون کا مسلمان بہتر ہے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قوم مسئلہ نہ جانتے ہوئے خاموش رہی۔ فرمایا: مجھے جواب کیوں نہیں دیتے اللہ کی قسم ابوبکر کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے مسلمان سے بہتر ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جس نے اپنا ایمان چھپایا جبکہ یہ وہ ہیں جنہوں نے علی الاعلان ایمان کا اظہار فرمایا۔

اور بخاری نے حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے سب سے زیادہ شدید سلوک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اس بد بخت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن میں چادر ڈال کر شدید طریقے سے مروڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اس بد بخت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کیا اور فرمایا: کیا تم اسے قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلائل لے کر تشریف لایا ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا: غزوہ احد کے دن سب لوگ حملے کی شدت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گئے سب سے پہلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حدیث کا باقی حصہ آگے آئے گا۔

اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جمع ہو گئے ان کی تعداد ۳۸ تھی تو حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہونے کا اصرار کیا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر! ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن آپ کا اصرار جاری رہا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور مسلمان مسجد کی اطراف و جوانب میں پھیل گئے۔ ہر شخص اپنے قبیلے میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ آپ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی اور مشرکین حضرت ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد کی مختلف اطراف میں شدید پٹائی کی اور اس حدیث کا بقیہ بعد میں آئے گا اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو آپ نے علی الاعلان اپنے اسلام لانے کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔

فصل - حضور علیہ السلام کی خدمت میں مال خرچ کرنے

اور تمام صحابہ کرام سے زیادہ سخی ہونے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَسِبْجَنبِهَا الْاِتْقَى الَّذِي يُوْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ** اور اس سے دور رکھا جائے گا۔ وہ سب سے زیادہ پرہیزگار جو کہ اپنا مال پاک ہونے کے لیے دیتا ہے۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے کبھی بھی اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر صدیق اکبر کے مال نے دیا۔ پس ابوبکر رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال سب کچھ آپ ہی کا ہے اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً اسی کی مثل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ حضرت علی، ابن عباس، انس، جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث

بھی روایت کی گئی ہے اور اسے خطیب نے سعد بن المسیب سے مرسل روایت فرمایا اور اضافہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں بالکل اسی طرح فیصلہ فرماتے جس طرح کہ اپنے ذاتی مال ہیں اور ابن کثیر نے حضرت عائشہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے طرق سے روایت فرمائی کہ جس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے آپ کے پاس ۴۰ ہزار دینار تھے اور ایک روایت کے الفاظ میں ۴۰ ہزار درہم ہے جب دوران ہجرت مدینہ عالیہ کی طرف نکلے تو صرف پانچ ہزار باقی تھے۔ سب کا سب مال غلام آزاد کرنے اور اسلام کی خاطر تعاون کرنے میں صرف کر دیا اور ابن عسا کر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سات غلاموں کو آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں سزا دی جاتی تھی۔

اور ابن شاہین نے سنت میں، بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عسا کر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عبا پہنے حاضر تھے جس میں آپ نے اپنے سینے پر کیل کے ساتھ گرہ دے رکھی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ میں ابو بکر کو اس کیفیت میں دیکھ رہا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! اس نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اس سے کہو کہ کیا تو فقر کی اس حالت میں مجھ پر راضی ہے یا نہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا میں اپنے رب پر ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند انتہائی ضعیف ہے۔

اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور ان دونوں کی سند بھی ضعیف ہے اور خطیب نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جبرائیل نازل ہوئے اور اس پر ایک ٹاٹ ہے جسے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے کہا جبرائیل یہ کیا؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے فرشتوں کو اسی طرح کا لباس پہننے کا حکم دیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں انتہائی منکر حدیث ہے اور کہا کہ اگر اس روایت کو اور اسے پہلی روایت کو کثیر لوگوں نے ایک دوسرے سے قبول نہ کیا ہوتا تو ان سے بے توجہی زیادہ بہتر تھی۔

اور ابن درید اور ترمذی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ ہمیں رسول پاک علیہ السلام نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ قدرتی طور پر اس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں نے سوچا کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا اگر آج سبقت لے گیا پس میں آدھا مال لے آیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آیا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کے برابر چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ جو کچھ پاس تھا لے کر حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو بکر! اپنے اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑ آیا ہے؟ عرض کی: میں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ پس میں نے کہا کہ میں ان سے کسی کار خیر میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور ابو نعیم نے حضرت حسن بصری سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوئے اور اسے چھپا کر رکھا۔ عرض کی یا رسول اللہ! یہ میرا صدقہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے میرے نزدیک آخرت ہے۔ اتنے میں عمر اپنا صدقہ لے کر حاضر آئے اور اسے ظاہر کیا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ہے میرا صدقہ اور میرے نزدیک اللہ ہی کے لیے آخرت ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے صدقات کے مابین اتنا ہی فرق ہے جتنا تمہارے کلمات کے درمیان۔ اس کی سند جید ہے لیکن مرسل ہے۔

اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی ہمارے ہاں خدمات ہیں ہم نے اسے بدلہ دے دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق کے کیونکہ اس کی خدمات کا صلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا فرمائے گا اور مجھے کسی کے مال نے اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر ابوبکر صدیق کے مال نے۔ اور بزار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دن اپنے والد ابو قحافہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بڑے میاں کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا حتیٰ کہ میں خود اس کے پاس آتا۔ عرض کی: بلکہ ان کا زیادہ حق ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ فرمایا: اس کے بیٹے کی خدمات کے پیش نظر ہم اس کا احترام کرتے ہیں اور ابن عسا کر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے عظیم خدمات ابوبکر کی ہیں۔ اس نے اپنی ذات اور اپنے مال کے ساتھ میری معاونت کی اور اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی۔

فصل - آپ کے علم اور صحابہ کرام میں افضل

اور زیادہ صاحب عقل ہونے کے بیان میں

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ سیوطی فرماتے ہیں اور انہیں کی تحریر سے میں اسے نقل کر رہا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت علم پر آپ کے اس قول سے استدلال کیا ہے جو کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس شخص کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی بھی روک لی جسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ادا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ لڑوں گا اور شیخ ابواسحاق نے اپنے طبقات میں اس امر سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام

میں سب سے زیادہ علم والے تھے کیونکہ آپ کے سوا سبھی نے اس مسئلہ کے بارے میں فیصلہ میں توقف کیا۔ پھر آپ کے مباحثے کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ قول آپ ہی کا درست ہے تو سب نے اس کی طرف رجوع کر لیا اور ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت پہنچی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو فتویٰ کون دیتا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ مجھے علم نہیں۔

اور شیخین نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کے درمیان اختیار دیا ہے تو اس بندے نے اسے اختیار کر لیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماں باپ قربان کر دیں، ہمیں تعجب ہوا کہ سرکار علیہ السلام ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا اور یہ رورہے ہیں پس جسے اختیار دیا گیا وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ابو بکر، ہم سے زیادہ عالم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب سے زیادہ میری خدمت کرنے والا ابو بکر ہے۔ اگر میں کسی کو اپنے رب کے سوا خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور مودت ہے ابو بکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔ یہ نووی کا کلام ہے۔

اور ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں قرأت کے سب سے زیادہ عالم تھے کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لیے بطور امام آگے کیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوم کی امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابو بکر ہو تو اس کے سوا کسی کو ان کی امامت نہیں کرانا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ سنت کا علم سب سے

زیادہ رکھے۔ تھے جیسا کہ پیش آنے والے کئی ایک موقعوں پر صحابہ کرام آپ کی طرف رجوع کرتے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں ظاہر فرمائیں جو آپ کو یاد ہیں جنہیں ضرورت کے وقت آپ پیش کرتے لیکن صحابہ کرام کے پاس ان کا علم نہ ہوتا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ آپ نے بعثت شریفہ کے آغاز سے وفات تک پابندی کے ساتھ صحبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف پایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ بصیرت اور عقل والے ہیں۔

روایت حدیث کی قلت کی وجہ

اور آپ سے مسند احادیث کی روایت بہت کم ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی مدت کم تھی اور جلد وفات ہو گئی ورنہ اگر آپ کی مدت زیادہ ہوتی تو آپ سے کثیر تعداد میں مرویات ہوتیں۔ تو آپ سے نقل کرنے والوں نے کوئی حدیث نہیں چھوڑی جسے نقل نہیں کیا لیکن آپ کے زمانہ میں جو صحابہ کرام تھے ان میں سے کوئی اس حدیث شریف کو آپ سے نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا جس کی روایت میں وہ خود شریک تھا۔ پس آپ سے صرف وہی حدیث نقل کرتے تھے جو ان کے پاس نہیں ہوتی تھی۔

اور ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کی آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمے کے دو فریق حاضر ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نظر کرتے اگر ان کے درمیانی فیصلے کا مواد مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں سنت کا علم ہوتا تو اس کے ساتھ فیصلہ فرماتے۔ اگر عاجز رہتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس اس قسم کا مقدمہ آیا ہے کیا تمہیں علم ہے کہ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی فیصلہ فرمایا ہو؟ تو کئی دفعہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو جاتا جو کہ سب کے سب اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام کے فیصلے کا ذکر کرتے۔

پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں جس نے ہم میں ایسے لوگ مقرر فرمائے جو کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احکام کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر اس بارے میں رسول پاک علیہ السلام کی کوئی سنت پانے سے بھی عاجز رہتے تو سربراہ آوردہ اور بزرگ حضرات کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے۔ اگر وہ ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے۔ اگر قرآن و سنت میں فیصلہ پانے سے عاجز رہتے تو دیکھتے کہ کیا اس بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ ہے؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے۔

اور اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انساب عرب کا علی الخصوص قریش کے نسب کا علم سب سے زیادہ تھا۔ ابن اسحاق نے یعقوب سے انہوں نے عقبہ سے انہوں نے انصار کے ایک شیخ سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن جبیر بن مطعم قریش میں قریش اور تمام عرب کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم الانساب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے ماہر انساب تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ خواب کی تعبیر میں انتہائی مہارت رکھتے تھے بلکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خواب کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے اور ابن سیرین فرماتے ہیں جو کہ اس علم میں بالاتفاق سب سے آگے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ خواب کی تعبیر کہنے والے ہیں۔ اسے ابن سعد نے روایت کیا اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابن عساکر نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابو بکر کے سامنے خواب کی تاویل بیان کروں۔ ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب کہا۔

اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور خطیب تھے۔ زبیر بن بکر فرماتے ہیں کہ

میں نے بعض اہل علم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم علیہ السلام کے صحابہ کرام علیہم
الرضوان کے خطیب حضرت ابوبکر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے اور حدیث
سیفہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول آ رہا ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ
اللہ تعالیٰ کا علم اور خوف رکھنے والے تھے اور اس بارے میں آپ کی گفتگو تعبیر روایا کی فصل
میں آئے گی اور آپ کے چند خطبات مستقل فصل میں آئیں گے اور صحابہ کرام میں آپ کے
سب سے زیادہ عالم ہونے پر دلالت کرنے والے واقعات میں سے صلح حدیبیہ ہے جہاں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس صلح کے متعلق سوال کیا اور
عرض کی کہ ہم اپنے دین کے بارے میں مبنی بر نقص شرط کیوں قبول کریں؟ پس حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اس کا جواب عطا فرمایا۔ پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی طرف گئے ان سے بھی وہی سوال کیا جو کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خدمت میں کیا تھا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بعینہ وہی جواب دیا جو کہ نبی کریم علیہ
السلام نے دیا تھا۔ اسے بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ صحابہ کرام میں آپ
نہایت درست رائے اور کامل عقل والے تھے اور تمام الراوی اپنے فوائد میں اور ابن عساکر
نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ
آپ کو حکم فرماتا ہے کہ ابوبکر سے مشورہ طلب کیا کریں اور طبرانی، ابو نعیم وغیرہما نے حضرت
معاذ بن جبل سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب معاذ کو یمن بھیجنے کا
ارادہ فرمایا تو آپ نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مشورہ طلب کیا جن میں
حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے تو ہر شخص نے
اپنی رائے پیش کی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تیرا کیا خیال ہے؟
میں نے عرض کی حضور میری رائے اسی کے مطابق ہے جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کا حکم آسمان پر نافذ ہے پسند نہیں

فرماتا کہ ابو بکر غلظی کرے۔ اسے ابن اسامہ نے اپنی مسند میں ان لفظوں کے ساتھ روایت فرمایا کہ آسمان پر متصرف اللہ سبحانہ پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر صدیق زمین میں غلظی کرے اور طبرانی نے اوسط میں ہبل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر غلظی کرے اس کے رجال با اعتماد ہیں۔

فصل - آپ حافظ قرآن ہیں

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں پورا قرآن کریم حفظ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایسا ایک اور گروہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ابن کثیر ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ رہی حضرت انس کی حدیث کہ قرآن کریم حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع کیا گیا تو اس سے آپ کی مراد انصار ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ”الاتقان“ میں اس کی وضاحت کی ہے لیکن جو ابن ابوداؤد نے شععی سے روایت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے جبکہ سارا قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا تو اسے رد کیا گیا ہے یا اس کی یہ تاویل کی جائے گی کہ اس سے مراد اسے مصحف میں اس ترتیب کے مطابق جمع کرنا ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کی۔

فصل - صحابہ کرام میں افضل اور بہتر ہونے کے بیان میں

اہل سنت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان۔ پھر باقی عشرہ مبشرہ۔ پھر باقی اہل بدر۔ پھر باقی اہل احد۔ پھر باقی اہل بیحہ رضوان پھر باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ اسی طرح حکایت کی گئی ہے۔ اور بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے درمیان فضیلت بیان کرتے تو سب سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان کو قرار دیتے رضی اللہ عنہم اور طبرانی میں یہ زاید بیان کیا کہ یہ بات حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے علم میں تھی لیکن اس کا انکار نہیں فرماتے تھے اور ابن عسا کر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوتے اور ہم حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے۔ اور ابن عسا کر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت جو کہ کثیر تعداد میں تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اس امت میں اس کے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔ پھر ہم سکوت اختیار کر لیتے۔

اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو کہا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر! تو صدیق اکبر نے فرمایا اگر تو نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی رسول پاک علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ عمر سے بہتر کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا اور بخاری نے حضرت محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ رسول پاک علیہ السلام کے بعد لوگوں میں کون سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: حضرت ابوبکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ اور میں نے محسوس کیا کہ حضرت عثمان کا نام لیں گے۔ میں نے کہا پھر آپ؟ فرمایا: میں تو مسلمان میں سے ایک شخص ہوں۔

اور امام احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ اس امت میں اس کے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔ پس رافضہ پر اللہ کی لعنت ہو کس قدر جاہل ہیں اور ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار۔ ہم سے بہتر اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور ابن عسا کر نے عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ سے روایت فرمائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا کہ خبردار بے شک اس امت میں اس کے نبی علیہ

السلام کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں تو جس نے اس کے سوا کچھ کہا وہ مفتری اور بہتان طراز ہے۔ اس پر وہی سزا ہے جو کہ مفتری کی ہے اور ابن ابی یعلیٰ سے یہ بھی روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے مجھے حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی میں اسے مفتری کی سزا دالے کوڑے لگاؤں گا اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہما نے کئی طرق سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع ہوا نہ غروب ہو کہ ابو بکر سے افضل ہو سوائے اس کے کہ نبی ہو اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ انبیاء و مرسلین کے بعد کسی ایسے پر جو کہ ابو بکر سے افضل ہو اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو کہ اس سے افضل ہو اسے طبرانی وغیرہ نے اخراج فرمایا۔ اس کے دوسری وجوہ سے بھی ایسے شواہد ہیں جو کہ اس کے صحیح یا حسن ہونے کا تقاضا کرتے ہیں اور ابن کثیر نے اس کی صحت کے حکم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور طبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر سب سے بہتر ہیں مگر یہ کہ نبی ہو اور اوسط میں حضرت سعد بن زرارہ سے مروی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ روح القدس جبریل نے مجھے خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں رضی اللہ عنہ۔ اور شیخین نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ فرمایا: عائشہ سے رضی اللہ عنہا۔ پھر مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: اس کا باپ۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور یہ حدیث ثم عمر کے لفظ کے بغیر حضرت انس۔ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے وارد ہے۔ اور ترمذی۔ نسائی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اصحاب رسول علیہ السلام میں سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں کون زیادہ محبوب

تھا؟ پھر فرمایا: حضرت ابوبکر میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور ترمذی وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کے لئے فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے بعد اولین و آخرین کے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں اور اسی کی مثل حضرت علی سے مروی ہے اور اس باب میں حضرت ابن عباس۔ ابن عمر۔ ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی اس نے مہاجرین اور انصار کی توہین کی۔ اور ابن سعد نے امام زہری سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت سے فرمایا کہ کیا تو نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ عرض کی جی ہاں۔ فرمایا: کہو میں سنتا ہوں۔ حسان کہنے لگے کہ وہ غار مبارک میں دو کا دوسرا تھا جبکہ دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر اسے گھیرے میں لے لیا اور وہ رسول علیہ السلام کا محبوب ہے لوگ جانتے ہیں کہ آپ مخلوق میں اس کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر کھل کر مسکرائے کہ پچھلی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا: حسان! تو نے سچ کہا وہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا۔

فصل

امام احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی حمایت میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور حیا میں ان سب سے سچا عثمان ہے۔ ان میں حلال حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ علم الفرائض کا سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہے۔ سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ہر امت کا امین ہوتا ہے جبکہ اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اسے ابو یعلیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث

سے روایت کیا اور یہ الفاظ زائد بیان کئے کہ میری امت کا سب سے بڑا زاہد اور بڑا سچا ابو ذر ہے۔ اور ابو ذر داء میری امت کا سب سے بڑا عبادت گزار اور متقی ہے اور معاویہ ابن ابوسفیان میری امت کا سب سے زیادہ بردبار اور نخی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

فصل۔ آپ کی تعریف

تصدیق اور شان میں اترنے والی آیات کے بیان میں

تجھے معلوم رہے کہ میں نے بعض حضرات کی ایک کتاب دیکھی جس میں ان حضرات کے نام ذکر کئے ہیں۔ جن کے متعلق قرآن کریم اترالین وہ کتاب قابل اصلاح اور نامکمل ہے جبکہ میں نے اس بارے میں ایک جامع اور مکمل کتاب تالیف کی ہے اور یہاں میں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثانی الثین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ آپ دو کے دوسرے تھے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے رفیق سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت میں مذکور صاحب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کے متعلق ایک حدیث آگے آئے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے متعلق روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر پر تسکین اتاری کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ہمیشہ تسکین سایہ فگن رہی۔ اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خرید لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔ والیل اذا یغشی سے ان سعیمکم لشتیٰ تک یعنی تمہاری کوشش جدا جدا ہے یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور امیہ والی کی کوشش۔ اور ابن جریر نے عامر بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ عنہ مکہ معظمہ میں غلاموں کو اسلام لانے پر آزاد کرتے تھے۔ آپ بوڑھی خواتین اور دوسری عورتوں کو ان کے اسلام لانے پر آزاد کر دیتے تھے آپ کے باپ نے کہا کہ بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ تو کمزور لوگوں کو آزاد کرتا ہے اگر تو طاقت ور مردوں کو آزاد کرتا تو وہ تیرے کام کاج میں تیرا ہاتھ بٹاتے اور تیری حفاظت اور دفاع کرتے آپ نے فرمایا کہ اے باپ! میں تو وہ کچھ چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض گھر والوں نے بتایا کہ یہ آیات اسی کے بارے میں اتریں فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسن فسنسرہ للیسری یعنی جس نے راہ خدا میں مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسان راہ آسان کر دیں گے اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ سات غلام آزاد کئے جنہیں راہ خدا میں عذاب دیا جاتا تھا۔ پس یہ آیات اتریں و سيجنبها الاتقى الذی یوتی ماله یتزکى و ما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ و لسوف یرضیٰ اور اس (آگ) سے وہ نہایت پرہیزگار دور رکھا جائے گا جو کہ اپنا مال پاک کرنے کے لئے دیتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے بجز اس کے کہ وہ اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے اور وہ راضی ہوگا۔

اور بزار نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ و ما لاحد عنده من نعمته تجزی سے لے کر سورت کے آخر تک آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی قسم کو توڑنے کا ارتکاب نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا حکم نازل فرمایا اور بزار اور ابن عساکر نے حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے جو کہ صحابی ہیں روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ والذی جاء بالحق (یعنی جو حق لے کر آیا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہیں وہ صدق بہ (اور جس نے اس کی تصدیق کی) حضرت ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ بالحق کے ساتھ روایت اسی طرح ہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قرأت ہو۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول و شاورہم فی الامر کے متعلق روایت کی کہ یہ حضرت ابو بکر اور عمر کے متعلق نازل ہوئی رضی اللہ عنہما۔

اور ابی حاتم نے شوزب سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ آیت ولین خاف مقام ربہ جنتان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وصالح المؤمنین کے متعلق روایت کی کہ یہ ابو بکر اور عمر کے متعلق اتری رضی اللہ عنہما اور عدی بن حمید نے اپنی تفسیر میں امام مجاہد سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جب آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو خیر بھی نازل فرمائی ہمیں اس میں شامل فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی هو الذی یصلی علیکم وملائکتہ اور ابن عساکر نے حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سردر متقابلین۔ اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ تھا بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ابن عساکر نے ابن عیینہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عتاب فرمایا سوائے اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ معاتبہ سے نکل گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الاتنظروہ فقد نصرہ اللہ اذا خرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ

معنا۔ اگر تم رسول کریم کی مدد نہیں کرو گے تو ان کی مدد خود اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی جب انہیں کفار کی وجہ سے لٹکنا ہوا آپ دو کے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے اٹخ۔

فصل۔ گذشتہ احادیث کے علاوہ آپ کی فضیلت کی احادیث جن

میں عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ میں نے رسول پاک علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک بھیڑیے نے حملہ کر دیا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس سے بکری چھین لی۔ بھیڑیا اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یوم سبع یعنی فتنوں کے وقت میں ان کا کوئی محافظ ہوگا جب کہ میرے سوا انہیں چرانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ایک دفعہ ایک شخص بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا اس نے اس طرف دیکھ کر کہا کہ مجھے اس لئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ مجھے تو کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ تعجب سے کہنے لگے یعنی۔ سبحان اللہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسے مانتا ہوں اور ابو بکر و عمر بھی۔ جبکہ اس وقت ابو بکر و عمر مجلس میں موجود نہیں تھے لیکن۔ آپ نے ان کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے ان کے ایمان کی گواہی دی۔

اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمان والوں سے دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

اور اہل سنن وغیر ہم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابو بکر جنت میں ہے۔ عمر جنت میں ہے۔ عثمان جنت میں ہے اور علی جنت میں ہے اور تمام عشرہ مبشرہ بیان فرمائے رضی اللہ عنہم۔

اور ترمذی نے حضرت ابو سعید سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا بلند درجات والوں کو ان سے نچلے درجے والے یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والا ستارہ دیکھتے ہو۔ اور ابو بکر ان درجات میں ہوں گے اور اسے طبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس باہر تشریف لاتے جبکہ وہ بیٹھے ہوتے ان میں ابو بکر اور عمر بھی ہوتے۔ ان میں سے کوئی بھی حضرت ابو بکر اور عمر کے سوا اپنی نگاہیں اونچی نہ کرتا۔ یہ دونوں حضرات حضور علیہ السلام کی طرف دیکھتے اور تبسم کرتے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔

اور ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے پس مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کے دائیں طرف اور دوسرے دوسری طرف تھے اور آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمانے لگے قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھ سے زمین کھلے گی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے۔

اور بزار اور حاکم نے حضرت ابو اروی الدوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں حاضر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب خوبیاں اللہ سبحانہ کے لئے ہیں جس نے تم دونوں کے ساتھ میری تائید فرمائی اور یہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی وارد ہے اور اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا۔

اور ابو یعلیٰ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس عمر بن الخطاب کے فضائل بیان کرو۔ جبریل نے کہا کہ اگر میں آپ کے سامنے عمر بن الخطاب کے فضائل اتنی مدت تک بیان کروں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے رہے تو عمر کے فضائل ختم نہ ہوں گے اور عمر ابو بکر صدیق کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے اور امام احمد نے عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر اور عمر سے فرمایا کہ اگر تم دونوں ایک مشورے میں جمع ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ اور اسے طبرانی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

اور ابن سعد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو کون فتویٰ دیتا تھا تو فرمایا کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔ ان کے سوا کا مجھے علم نہیں اور قاسم بن محمد سے روایت کی فرمایا کہ حضرت ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ دیتے تھے۔

اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہر نبی کے لئے اس کی امت میں خاص لوگ ہوتے ہیں اور میرے اصحاب میں سے میرے خواص حضرت ابو بکر اور عمر ہیں۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے دار ہجرت تک سوار کر کے لے گئے۔ بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ حق کہتا ہے گرچہ کڑوا ہو حق کہنے نے اس کا کوئی دوست نہیں رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے۔ اے میرے

اللہ! حق کو اس کے ساتھ ادھر پھیر دے جدھر وہ پھرے۔

اور طبرانی نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر آئے تو منبر پر جلوہ گر ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک ابوبکر نے مجھے کبھی غمگین نہیں کیا۔ اس کا یہ حق پہچانو۔ اے لوگو! میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبدالرحمن بن عوف اور پہلے مہاجرین سے راضی ہوں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان کا یہ مقام پہچانو۔

اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں ابن ابی حازم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر آیا اور کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر اور عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا وہی مرتبہ جو کہ آپ کی خدمت میں انہیں آج حاصل ہے اور ابن سعد نے بسطام بن مسلم سے روایت کی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرے بعد تم پر کوئی امیر نہیں ہو سکتا اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ابوبکر اور عمر کی محبت اور ان کی معرفت سنت سے ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ میں اپنی امت کے لئے ابوبکر و عمر کی محبت میں اسی رحمت کی امید کرتا ہوں جس کی ان کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں امید کرتا ہوں۔

فصل۔ گزشتہ احادیث کے سوا صرف آپ کی فضیلت میں وارد

احادیث کے بیان میں

شینخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی چیز کی دو قسمیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ بہتر ہے تو جو اہل صلوة سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو اہل

جہاد سے ہوگا اسے باب جہاد سے بلایا جائے گا۔ جو اہل صدقہ سے ہوگا اسے باب صدقہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام سے ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ جو ان دروازوں سے بلایا جائے اسے اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تو کیا ان سب سے بھی کوئی بلایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہے۔

اور ابو داؤد نے اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں تو داخل ہوگا اور شیخین نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں میں سے اپنی صحبت اور مال کے ساتھ میری سب سے زیادہ خدمت کرنے والا ابو بکر ہے اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن اخوت اسلام ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس۔ ابن زبیر۔ ابن مسعود۔ جناب بن عبد اللہ۔ براء۔ کعب بن مالک۔ جابر بن عبد اللہ۔ انس اور ابو واقد لیشی ابوالمعلی۔ عائشہ۔ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت سے وارد ہوئی۔ اور میں نے مختلف احادیث میں ان کے طرق کو اکٹھا کیا ہے۔

اور بخاری نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بیٹھا تھا کہ ابو بکر صدیق آگئے۔ آپ نے سلام کہا اور عرض کی کہ میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ تلخی سی ہوگئی۔ پھر میں نادم ہو کر ان کے پاس حاضر ہوا اور میں نے معافی طلب کی مگر وہ مانے نہیں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے..... پھر حضرت عمر کو ندامت ہوئی پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ انہیں وہاں نہ پایا تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور سلام عرض کیا۔ پس حضور علیہ السلام کا رخ انور جلال سے چمکنے لگا حتیٰ کہ ابو بکر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھ

سے زیادتی ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور ابو بکر نے کہا آپ سچے ہیں اور اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ میری ہمدردی کی۔ تو کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو؟ دو مرتبہ فرمایا۔ اس کے بعد انہیں ستایا نہیں گیا۔

اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے ساتھی کے بارے میں نہ سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تو تم نے جھوٹا کہا کہ جبکہ ابو بکر نے سچا کہا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے صاحب کا نام نہ دیا ہوتا تو میں اسے خلیل قرار دیتا لیکن اخوت اسلام ہے۔

اور ابن عساکر نے مقدم سے روایت کی کہ عقیل بن ابی طالب اور ابو بکر رضی اللہ عنہما میں کچھ تلخ کلامی ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں کافی گفتگو کر لیتے تھے مگر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قرابت کی وجہ سے حرج محسوس کیا اور ان سے پہلو تہی کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر شکوہ کیا۔ پس حضور علیہ السلام نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا تم میری خاطر میرے رفیق کو چھوڑتے نہیں ہو؟ معلوم ہے کہ تمہاری اور اس کی کیا شان ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم تم میں سے ہر ایک کے گھر کے دروازے پر تاریکی ہے سوائے ابو بکر کے دروازے کے کیونکہ اس کے دروازے پر نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے جب کہ ابو بکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں۔ تم نے مال روک لئے جبکہ اس نے میری خاطر اپنے مال کی سخاوت کی۔ تم نے مجھے رسوا کرنا چاہا جبکہ اس نے میری ہمدردی اور پیروی کی۔

اور بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تکبر کے ساتھ اپنا کپڑا زمین پر کھینچتا ہوا چلے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میری چادر

ایک طرف سے ڈھلک جاتی ہے مگر یہ کہ اسے سنبھالتا رہوں۔ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ تو تکبر ایسا نہیں کرتا۔

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج کس نے روزہ دار ہونے کی صورت میں صبح کی؟ ابو بکر نے عرض کی میں نے۔ فرمایا کہ تم میں سے آج جنازہ کے پیچھے کون چلا؟ ابو بکر نے عرض کی حضور! میں۔ فرمایا: آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابو بکر نے کہا میں نے۔ فرمایا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی مزاج پرسی کی؟ ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں یہ خصائل جمع نہیں ہوتے مگر وہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور یہ حدیث حضرت انس بن مالک اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی روایت سے وارد ہوئی اور اس کے آخر میں ہے کہ تیرے لئے جنت واجب ہوگئی۔

اور عبدالرحمن کی روایت کا اخراج بزار نے کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی پھر رخ انور اپنے اصحاب کی طرف کیا اور فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہونے کی صورت میں صبح کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آج رات روزہ رکھنے کا دل میں خیال ہی نہیں آیا اس لئے میں نے تو روزہ نہیں رکھا لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ تھا میں نے روزے کے ساتھ صبح کی ہے۔ فرمایا: تم میں سے کسی نے آج مریض کی بیمار پرسی کی ہے؟ حضرت عمر نے عرض کی: ابھی تو ہم یہیں بیٹھے ہیں بیمار پرسی کا موقعہ نہیں ملا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی کہ مجھے خبر ملی تھی کہ میرے بھائی عبدالرحمن بن عوف بیمار ہیں میں راستہ بدل کر ان کے ہاں سے ہو کر آیا ہوں کہ پتہ کروں کہ انہوں نے کیسے صبح کی۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! نماز پڑھنے کے بعد ابھی کہیں نکلے ہی نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل دیکھا میں نے عبدالرحمن کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا

دیکھا۔ اس سے لے کر میں نے سائل کو دے دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے جنت کی بشارت ہو پھر ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جس سے عمر کو خوش کر دیا کہ عمر نے جب بھی کسی کار خیر کا ارادہ کیا تو صدیق اکبر نے ان سے پہلے ہی وہ کام سرانجام دے رکھا ہوتا ہے۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر اور عمر کے ہمراہ داخل ہوئے۔ آپ نے مجھے دعا مانگتا ہوا پایا تو فرمایا مانگ تجھے عطا فرمایا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ جو قرآن کریم کو تروتازہ پڑھنا چاہے تو اسے ابن ام عبد (حضرت مسعود کی کنیت ہے) کی قرأت پر پڑھے۔ میں اپنے گھر کو لوٹ آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے بشارت دی پھر میرے پاس حضرت عمر آئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نکل رہے ہیں جو کہ آپ سے پہلے ہی پہنچ گئے۔ پس عمر کہنے لگے کہ آپ کار خیر میں بہت سبقت کرنے والے ہیں۔

اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ربیعہ اسلمی سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میرے اور حضرت ابو بکر کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی آپ نے مجھے ایسی بات کہی جسے میں نے برا جانا۔ پھر نادم ہو کر کہنے لگے اے ربیعہ! تو ایسی ہی بات مجھے کہہ دے تاکہ قصاص ہو جائے۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کہنے لگے کہ تم ضرور یہ بات کہو گے ورنہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں تمہارے متعلق ناش کروں گا۔ میں نے کہا یہ کام میں نہیں کروں گا۔ پس حضرت ابو بکر چلے گئے اور بنو اسلم کے چند لوگ آئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے کس بارے میں تمہارے متعلق ناش کریں گے۔ حالانکہ تمہیں انہوں نے ہی کہا جو کچھ کہا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ثانی اشین ہیں۔ یہ مسلمانوں میں بزرگ ہیں۔ سب ایک طرف ہو جاؤ کہیں تمہیں میری مدد کرتا ہو ادیکھ نہ لیں پس ناراض ہو جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے تو ان کی ناراضگی کی وجہ سے سرکار علیہ السلام ناراض ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ ہلاک ہو جائے گا۔ پس حضرت ابو بکر چلے گئے اور میں اکیلا ہی ان کے پیچھے چل نکلا۔ آپ سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور صورت واقعہ بیان کی۔ حضور علیہ السلام نے میری طرف سر انور اٹھایا اور فرمایا: اے ربیعہ! تیرے اور صدیق اکبر کے درمیان کیا ماجرا ہوا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسا ایسا معاملہ ہوا۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ جیسے میں نے تجھے کہا ویسے ہی وہ بات مجھے لوٹا دے یہاں تک کہ قصاص ہو جائے لیکن میں نے انکار کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک کیا اس پر یہ بات نہ لوٹانا۔ لیکن اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

اور ترمذی نے باقادہ تحسین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا کہ تو میرا حوض پر ساتھی ہے اور غار میں میرا ساتھی ہے اور عبد اللہ بن احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوات والتحيات والتسليمات نے فرمایا کہ ابو بکر غار میں میرا ساتھی اور ہمدم ہے اس کی اسناد حسن ہے۔ اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت میں سرخ اونٹوں کی طرح پرندے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ تو بہت لطیف اور نازک ہوں گے۔ فرمایا: ان سے زیادہ نرم و نازک وہ ہوں گے جو انہیں کھائیں گے اور تو ان میں سے ہے جو انہیں کھائیں گے اور یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہوئی ہے۔

اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آسمان کی طرف معراج کرائی گئی۔ میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں میں نے اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا اور میرے پیچھے ابو بکر صدیق۔ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ لیکن یہ روایت حضرت ابن عباس۔ ابن عمر۔ انس اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی

حدیث سے ضعیف سندوں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ جو کہ ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں۔ اور ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ آیت پڑھی یا ارحم الراحمین تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بہت اچھا خطاب ہے۔ تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تیری وفات کے وقت فرشتہ تجھ سے بھی یہی خطاب کرے گا۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت عامر بن عبد اللہ زبیر سے روایت کی فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ولو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا انفسکم تو حضرت ابو بکر نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر مجھے حکم دیں کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو ضرور کر دوں۔ فرمایا تو نے سچ کہا۔

اور ابو القاسم بغوی نے روایت کی کہ ہمیں داؤد بن عمر نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد الجبار بن الورد نے خبر دی۔ انہوں نے ابو ملیکہ سے روایت کی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب حوض میں داخل ہوئے۔ فرمایا: ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیرنے لگا۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔ پس حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف تیرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری تک کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرا ساتھی ہے۔ وکیع نے عبد الجبار بن الورد سے اس کی متابعت کی اور اسے ابن عسا کرنے روایت کیا اور عبد الجبار قابل اعتماد ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام ہیں۔ مگر یہ مرسل ہے اور وہ بہت غریب ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ اسے طبرانی کبیر میں اور ابن شاہین نے سنت میں ایک اور طریقے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً بیان کیا۔ اور ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عسا کرنے صدقہ بن میمون القرشی کے طریق سے حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا نیکی کی ۳۶۰ خصلتیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس میں سے ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ان میں سے مجھ میں کوئی شے ہے؟ فرمایا: ہاں سب جمع ہیں۔

اور ابن عسا کرنے ایک اور طریق سے صدقہ القرشی سے انہوں نے کئی رجال سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیکی کی ۳۶۰ خصلتیں ہیں۔ ابو بکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ان میں سے میرے لئے کچھ ہے؟ فرمایا: سب کی سب تجھ میں ہیں۔ اے ابو بکر! یہ تجھے بلا مشقت حاصل ہیں اور ابن عسا کرنے مجمع بن یعقوب الانصاری کے طریق سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پر ہجوم ہوتی حتیٰ کہ فیصل کی طرح ہو جاتی لیکن اس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ فارغ ہوتی لوگوں میں سے کوئی بھی وہاں بیٹھنے کا لالچ نہیں کرتا تھا۔ جب آپ آتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی طرف رخ انور پھیر لیتے۔ آپ سے گفتگو فرماتے اور لوگ سنتے۔

اور ابن عسا کرنے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر کی محبت اور اس کا شکر یہ میری امت پر واجب ہے۔ اس کی مثل سہل بن سعد کی حدیث سے روایت کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ سب سے حساب ہوگا سوائے ابو بکر کے۔

فصل۔ آپ کی فضیلت میں صحابہ کرام اور اسلاف کی گفتگو

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور بیہقی نے شعب ایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اگر ابو بکر کا ایمان اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان پر بھاری ہو۔ اور ابن ابی خنیسہ نے اور عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد الزہد

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر ایمان میں سبقت لے جانے والے علم و فضیلت میں سب سے سربرآوردہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ میں ابو بکر صدیق کے سینے میں ایک بال ہوتا۔ اسے مسد کرنے اپنی مسند میں روایت کیا اور کہا کہ میری تمنا ہے کہ میں جنت میں وہاں ہوتا کہ مجھے ابو بکر نظر آئے۔ اسے ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کیا اور فرمایا کہ ابو بکر کستوری کی مہک سے بھی زیادہ خوشبودار تھے اسے ابو نعیم نے روایت کیا۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی شخص ایسے نامہ اعمال کے ساتھ حاضر نہیں ہوا جو اس کپڑا اوڑھنے والے کے اعمال نامے سے مجھے زیادہ پسندیدہ ہو۔

اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے ابو بکر کے ساتھ کار خیر میں جب بھی مسابقت کی وہ اس سے سبقت لے گئے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی سے روایت کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہم نے جب بھی کار خیر کی طرف سبقت کی۔ ابو بکر اس میں ہم سے پہلے کر گئے اور اوسط میں ابو نجیحہ سے بھی روایت کی فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور میری محبت اور ابو بکر و عمر کا بغض قلب مومن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

اور کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قریش میں سے تین حضرات ہیں جن کے قریش سے زیادہ روشن چہرے زیادہ حسین اخلاق اور زیادہ مضبوط دل ہیں۔ اگر تجھ سے کچھ کہیں تو جھوٹ نہیں بولیں گے اور اگر تو انہیں کچھ کہے تو وہ تیری تکذیب نہیں کریں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق۔ ابو عبیدہ ابن الجراح اور عثمان بن

عقنان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ابن سعد نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ ابو بکر کا نام اواہ اس لئے رکھا گیا کہ آپ نرم خواہ اور رحم دل تھے اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ہم نے انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کے صحابہ میں نظر کی لیکن ہم نے کسی بھی نبی علیہ السلام کا کوئی صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا نہیں پایا اور امام زہری سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ نے ایک گھڑی بھر کے لئے اللہ تعالیٰ میں شک نہیں کی۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اس سے قسطلانی کے مسئلہ کو تقویت ملتی ہے۔

اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی کہ کتاب اول میں لکھا ہوا ہے کہ ابو بکر کی مثال بارش کی ہے جہاں ہونے سے نفع دے اور زبیر بن بکار سے مروی کہ میں نے بعض اہل علم سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب ابو بکر اور علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہما اور ابو حصین سے روایت کی فرمایا کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام کے بعد اولاد آدم میں ابو بکر سے افضل پیدا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ لوگوں کے ارتداد کے دن حضرت ابو بکر نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کے قائم مقام کا کردار ادا کیا۔

فصل - آپ کے چار خصائص کے بیان میں

دنپوری نے مجالہ میں اور ابن عساکر نے شععی سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خصلتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا جو کہ لوگوں میں کسی کو نہ ملیں۔ آپ کا نام صدیق رکھا۔ آپ کے سوا کسی کو یہ نام نہ ملا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔ ہجرت کے رفیق ہیں اور تمام مسلمانوں کی موجودگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اور ابن ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ایک وزیر کا تھا۔ سرکار علیہ السلام اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرمایا کرتے اور وہ

اسلام میں۔ غار میں۔ غزوہ بدر کے دن چھپر میں اور مزار شریف میں آپ کے دوسرے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے تھے۔

فصل۔ آپ کی خلافت کا اشارہ دینے والی آیات و احادیث کے

بیان میں اور اس مسئلہ میں ائمہ کی گفتگو

ترمذی نے جبکہ حاکم نے اس کی تحسین اور تصحیح فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد والوں کی یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ اسے طبرانی نے حضرت ابودرداء کی حدیث سے روایت کیا جبکہ حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا اور ابوقاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پیچھے بارہ خلفا ہوں گے۔ ابوبکر تھوڑی مدت ہی ٹھہریں گے۔ اس حدیث کے ابتدائی حصے کی صحت پر اجماع کیا گیا ہے۔ کئی ایک طرق سے وارد ہے اور حدیث سابق میں صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے وصال سے کچھ پہلے خطبہ دیا اور فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ سوائے ابوبکر کے دروازے کے سب دروازے بند کر دیئے جائیں اور لفظ یہ ہیں کہ مسجد میں کھلنے والا کوئی جھروکا سوائے ابوبکر کے جھروکے کے باقی نہ رہنے دیا جائے۔ علماء نے فرمایا کہ یہ خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ اسی جھروکے سے ہی مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لئے نکلیں گے۔ اور یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی وارد ہوئے جو کہ یہ ہیں کہ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔ اسے ابن عدی نے روایت کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے زوائد المسند اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان کی حدیث

سے طبرانی نے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بزار نے روایت کیا اور شیخین نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے پھر آنے کا حکم دیا۔ عرض کرنے لگی کہ اگر میں آؤں اور حضور کو موجود نہ پاؤں؟ گویا وہ وصال مراد لے رہی تھی تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا پھر ابو بکر کے پاس آ جانا اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھے بنو مصطلق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم صدقات کے ادا کریں۔ پس میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو فرمایا کہ ابو بکر کو دے دینا اور ابن عسا کرنے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک خاتون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی۔ حضور نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ: اگر میں پھر آؤں اور آپ سے نہ مل سکوں؟ گویا وہ وصال کا اشارہ کر رہی تھی۔ فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پاسکے تو ابو بکر کے پاس آ جانا کہ میرے بعد وہی خلیفہ ہے۔

اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ رسول پاک علیہ السلام نے مرض وصال میں فرمایا کہ میرے پاس ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاتا کہ میں لکھ دوں کیونکہ مجھے کھٹکا ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابو بکر کے سوا کسی (کی خلافت) کو نہیں مانتے۔ اسے امام احمد اور دیگر حضرات نے متعدد طرق سے روایت کیا اور ان میں سے بعض میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الوصال میں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمن بن ابی بکر کو بلاؤ تا کہ میں دستاویز لکھ دوں جس میں میرے بعد کوئی اختلاف نہ کرے پھر رغبت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ ایمان والے ابو بکر میں اختلاف کریں۔

اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ سے پوچھا گیا کہ اگر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ مقرر فرماتے تو کسے مقرر فرماتے؟ فرمایا ابو بکر کو۔ عرض کی گئی ابو بکر کے بعد؟ کہنے لگیں عمر رضی اللہ عنہ کو آپ سے پوچھا گیا کہ عمر کے بعد؟ فرمایا ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اور شیخین نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو مرض لاحق ہوا اور اس میں شدت آگئی تو فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف کی صواحب ہو۔ پس قاصد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ یہ حدیث متواتر ہے اور یہ واقعہ حضرت عائشہ۔ ابن مسعود۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ عبد اللہ بن زمعہ۔ ابو سعید۔ علی بن ابی طالب اور حفصہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی احادیث میں بھی وارد ہے اور احادیث متواترہ میں ان کے طرق گزر چکے اور ان میں سے بعض طرق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں بار بار یہ بات اس لئے کہی کہ میرے دل میں یہ بات نہیں کھٹکی کہ سرکار علیہ السلام کے بعد لوگ کبھی بھی کسی شخص کو پسند کریں جو کہ آپ کی جگہ کھڑا ہو اور نہ ہی میں سمجھتی تھی کہ کوئی آپ کی جگہ کھڑا ہو مگر لوگ اس سے بدشگونی لیں گے۔ میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم ابو بکر سے پھیر دیں۔

اور حضرت زمعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا جبکہ ابو بکر موجود نہیں تھے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے پس نماز پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا انکار کرتے ہیں۔ لوگوں کو ابو بکر نماز پڑھائیں اور ایک حدیث میں حضرت عمر

رضی اللہ عنہ سے مروی کہ عمر نے تکبیر کہی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تکبیر سنی۔ آپ نے سر انور اٹھایا جس پر پٹی بندھی تھی فرمایا: ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات پر بڑی واضح دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطلقاً افضل الصحابہ ہیں اور ان میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امانت کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔ امام اشعری فرماتے ہیں کہ اس بات کا علم ضروری حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جبکہ مہاجرین اور انصار موجود ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے یوم القوم اقرأہم لکتاب اللہ قوم کی امامت وہ کرائے جو ان میں سے کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ تو اس سے دلیل ملی کہ آپ ان میں سب سے بڑے قاری یعنی قرآن پاک کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ انتہی۔ اور خود صحابہ کرام نے جن میں سے حضرت عمر بھی ہیں اس سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیعت کی فصل میں آئے گا اور ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

اور ابن عسا کرنے آپ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جبکہ میں موجود تھا غیر حاضر نہیں تھا اور نہ ہی بیمار تھا۔ تو ہم نے تو انہیں اپنے دین کے لئے پسند کیا اپنی دنیا کے لئے کیونکر پسند نہیں کریں گے؟ اور جس فیصلے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دین کے لئے راضی ہیں ہم اس پر اپنی دنیا کے لئے راضی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے اور اسے امام احمد ابوداؤد وغیرہم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ نے فرمایا کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا۔ خبر پہنچنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کے بعد ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: اے بلال! اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں ابھی نہ پہنچ سکوں تو ابو بکر سے کہنا

کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو جب نماز عصر کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اور آپ نے نماز پڑھائی۔

اور ابو بکر الشافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جب آپ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا۔ فرمایا کہ میں نے آگے نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ اسے آگے فرماتا ہے۔

اور دارقطنی نے افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ تجھے آگے کرنے کی دعا مانگی لیکن ابو بکر کو ہی آگے کرنے کا حکم ہوا۔

اور ابن سعد نے حسن سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے آپ کو خواب میں لوگوں کی غلاظتیں پائمال کرتا دیکھتا رہتا ہوں۔ فرمایا تو لوگوں کے مقابلے میں ایک مضبوط حجت پر ہوگا۔ عرض کی میں نے اپنے سینے میں خواب میں دیکھا جیسا کہ گھوڑے کے دو بازو ہیں۔ فرمایا دو سال۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں عمر کے پاس آیا جبکہ ان کے پاس چند آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آخر میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تو پہلی کتابوں میں جنہیں تو پڑھتا ہے کیا پاتا ہے؟ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق ہے۔

اور ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ میں ان سے چند ایک چیزوں کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے کہا کہ مجھے لوگوں کے اختلافی مسئلہ میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا؟ حضرت حسن سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا تجھ پر بہت افسوس کیا تجھے اس مسئلہ میں شک ہے! ہاں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم

جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ آپ اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے اور اگر انہیں امیر مقرر نہ فرماتے تو اس حالت میں وصال پر اس کا شدید خوف کرنے والے ہوتے۔

اور ابن عدی نے ابو بکر بن عیاش سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھے رشید نے کہا: اے ابو بکر! لوگوں نے ابو بکر صدیق کو کیسے خلیفہ بنایا؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا اور اس کے رسول علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی اور مسلمان خاموش رہے۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کی قسم تو نے میری ناواقفیت بڑھادی ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آٹھ دن صاحب فراش رہے۔ آپ کی خدمت میں بلال حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ پس ابو بکر نے آٹھ دن نماز پڑھائی جبکہ وحی نازل ہوتی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سکوت کی وجہ سے خاموش رہے اور ایمان والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت کی وجہ سے خاموش رہے اسے یہ بات بہت اچھی لگی۔ کہنے لگا اللہ تجھ میں برکت فرمائے۔

آیات قرآنی سے علماء کا استدلال

اور علماء کی ایک جماعت نے آیات قرآن کریم سے خلافت صدیق کا استنباط کیا ہے اور بیہتی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں روایت کی یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ (اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ قوم حضرت ابو بکر اور آپ کے ساتھی ہیں رضی اللہ عنہم۔ جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکر اور آپ کے ساتھیوں نے ان کی خلاف جہاد کیا حتیٰ کہ انہیں اسلام کی طرف لوٹا دیا۔

اور یونس نے بکیر سے انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عرب مرتد ہو گئے اور ان کی خلاف حضرت ابوبکر کے جہاد کا ذکر کیا یہاں تک کہ کہا کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اتری فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ۔

اور ابن ابی حاتم نے جو سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں روایت کی قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدیداً ان پیچھے چھوڑنے جانے والی بدوی عربوں کو فرما دیجئے کہ تمہیں عنقریب ایسی قوم سے جہاد کی دعوت دی جائے گی جو کہ سخت جنگجو ہے (آپ نے فرمایا کہ وہ بنی حنیفہ ہیں۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ آیت خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے ہی ان سے جنگ لڑنے کی دعوت دی اور شیخ ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعباس بن سرج کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس آیت میں ہے کیونکہ اہل علم کا اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس کی طرف انہیں بلایا گیا ہو سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کے جس میں آپ نے انہیں اور باقی لوگوں کو مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلایا۔ ابوالعباس نے فرمایا کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ کی طاعت فرض ہونے پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

ابن کثیر نے فرمایا کہ جس نے قوم کی تفسیر روم اور فارس کے ساتھ کی تو یہاں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے ان کی طرف لشکر بھیجنے کی تیاری فرمائی جبکہ ان کا معاملہ پایہ تکمیل تک حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پہنچا اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعد اللہ الذین امنوا منکم وعلوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف

الذین من قبلهم الخ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا جو کہ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر پوری اترتی ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمن بن عبدالحمید المہری سے روایت کی حضرت صدیق اکبر اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا امنکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم الخ؟ اور خطیب نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی فرمایا کہ ابوبکر صدیق قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: للفقراء المهاجرین۔ اولئک ہم الصادقون تو جس کا اللہ تعالیٰ نے صادق نام رکھا وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اور ان حضرات نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا: اے رسول پاک علیہ السلام کے خلیفہ ابن کثیر نے کہا کہ اچھا استنباط ہے۔

اور بیہقی نے زعفرانی سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع فرمایا اور یہ اس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ مجبور ہوئے تو انہوں نے آسمان کے نیچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو انہیں اپنی گردنوں کا وارث بنایا۔

اور اسد اللہ نے اپنے فضائل میں معاویہ بن قرۃ سے روایت کی۔ فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس بات میں قطعاً شک نہیں کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کو خلیفۃ الرسول کے نام سے ہی یاد کرتے تھے اور وہ کسی غلطی یا گمراہی پر اجماع نہیں کرتے تھے اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے اور تمام صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے یہی بہتر جانا کہ ابو بکر خلیفہ ہوں۔ اور حاکم نے مرۃ الطیب سے لی اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنا کہ امر خلافت کا حال کیا ہے کہ قریش انتہائی قبیلہ کمزور کی طرف لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ چاہیں تو میں اس مسئلہ میں مدینہ کو گھوڑ سواروں سے بھر دوں۔ پس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان! تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن رہا ہے۔ اس سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بے شک ہم نے ابو بکر کو خلافت کا اہل پایا۔

فصل۔ آپ کی بیعت کے بیان میں

شیخین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے حج سے واپسی پر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر فوت ہو گیا تو میں فلاں کی بیعت نہیں کروں گا۔ کوئی شخص یوں کہنے کا جرم نہ کرے کہ ابو بکر کی بیعت اچانک تھی۔ خبردار! یہ مسئلہ تھا تو ایسا ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے شر کو دور رکھا۔ اور آج تم میں سے ابو بکر جیسا کوئی نہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ہم سب سے بہتر تھے۔ اور پیشک علی، زبیر اور ان کے ساتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھ رہے اور انصار سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے جدا بیٹھے رہے جبکہ مہاجرین ابو بکر کی طرف جمع ہو گئے۔ میں نے آپ سے کہا کہ چلئے ہم اپنے بھائیوں انصار کی طرف چلیں۔ پس ہم ان کے پاس جانے کے ارادے سے چلے۔ حتیٰ کہ ہمیں دو صالح حضرات ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے پروگرام سے مطلع کیا اور ساتھ ہی کہا کہ اے گروہ مہاجرین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا اپنے بھائیوں حضرات انصار کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس نہ جانا اور اے گروہ مہاجرین! تم اپنا فیصلہ کرو۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم انکے پاس ضرور جائیں گے۔

پس ہم سقیفہ ساعدہ میں ان کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ سب جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک صاحب کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے

کہا سعد بن عبادہ۔ میں نے پوچھا نہیں کیا ہے؟ کہنے لگے انہیں تکلیف ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اور کہا: اما بعد۔ ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور آپ اے گروہ مہاجرین! ہم میں سے ایک گروہ ہیں اور آپ میں سے ایک مختصر جماعت ہمارے پاس آئی۔ اب آپ لوگ ہمیں ہماری اصل سے جدا کر رہے اور امر خلافت سے منقطع کر رہے ہیں۔ جب خطیب خاموش ہوا تو میں نے گفتگو کرنا چاہی جبکہ میں نے اپنے طور پر اچھی سی گفتگو سوچ رکھی تھی میں نے چاہا کہ حضرت ابو بکر کے سامنے کہہ دوں۔ اور میں آپ سے بعض باتوں کا دفاع کیا کرتا تھا۔ جبکہ آپ مجھ سے زیادہ، بردبار اور باوقار تھے۔ پس حضرت ابو بکر نے فرمایا: ذرا ٹھہرو۔ میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا۔ نیز آپ مجھ سے زیادہ عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے میری پسندیدہ گفتگو سے جو کہ میں نے سوچ رکھی تھی ایک بات بھی نہ چھوڑی مگر فی البدیہہ کہہ ڈالی بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر باتیں کیں یہاں تک کہ خاموش ہو گئے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا: اما بعد آپ لوگوں نے جس خیر کا ذکر کیا آپ اس کے اہل ہیں جب کہ عرب خلافت کا یہ مسئلہ قریش کے قبیلے کے سوا کسی کے لئے نہیں پہنچاتے جو کہ نسب اور گھر کے اعتبار سے عرب میں بہترین ہیں۔ اور میں آپ لوگوں کے لئے ان دو حضرات کو پسند کرتا ہوں۔ ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں اور آپ نے میرا اور ابو عبیدہ ابن الجراح کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ کی ساری گفتگو میں سے مجھے صرف یہی بات پسند نہ آئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم جس قوم میں حضرت ابو بکر ہوں اس کا میں امیر بنوں مجھے اس سے زیادہ یہ بات محبوب تھی کہ مجھے قتل کر دیا جائے اور یہ مسئلہ میرے قریب نہ آئے۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ ایک امیر ہم سے اور اے گروہ قریش! ایک امیر تم سے ہو۔ شور بڑھ گیا۔ آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ مجھے اختلاف کا خطرہ ہوا۔ پس میں نے کہا اے ابو بکر! اپنا ہاتھ پھیلائیں۔ آپ نے ہاتھ پھیلا یا میں نے آپ سے بیعت کی اور مہاجرین نے بھی۔ پھر انصار نے بھی آپ سے بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم پیش آمدہ صورت

حال میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ سے زیادہ مناسب کوئی امر نہ تھا۔ ہمیں خطرہ لاحق تھا کہ اگر ہم بیعت کے بغیر قوم کو چھوڑ گئے تو وہ ہمارے بعد بیعت کا معاملہ طے کر لیں گے پھر یا تو ہم ان کی بیعت کریں جو کہ حقیقت مسئلہ کے اعتبار سے ہمیں پسند نہیں یا پھر ان کے مخالفت کریں تو اس میں بہت بڑا فساد برپا ہوگا۔

اور نسائی۔ ابو یعلیٰ اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا اے گروہ انصار! کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کرانے کا حکم دیا۔ تو تم میں سے کس کے دل کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ابو بکر سے آگے بڑھے؟ تو انصار نے کہا: خدا کی پناہ کہ ہم ابو بکر سے آگے بڑھیں۔

اور ابن سعد۔ حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور لوگ سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور ان میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انصار کے خطباء کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے گروہ مہاجرین! جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے تو اس کے ساتھ ایک ساتھ ایک شخص ہم میں سے شامل فرماتے۔ پس ہمارا فیصلہ ہے کہ یہ امر خلافت دو آدمیوں کے سپرد کیا جائے ہم میں اور تم میں سے۔ پس انصار کے خطباء پے در پے اسی بات پر گفتگو کرتے رہے۔ پس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے؟ تو آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہو گا۔ اور ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار تھے تو جیسے ہم حضور کے انصار تھے آپ کے خلیفہ کے بھی ہم انصار ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے یہ ہیں

تمہارے صاحب پس ان کی بیعت کرو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی پھر مہاجرین اور انصار نے آپ کی بیعت کی۔ پس حضرت ابو بکر منبر پر کھڑے ہوئے اور قوم کے سربر آوردہ حضرات کو دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نظر نہ آئے۔ آپ نے انہیں بلا بھیجا۔ پس وہ آئے۔ پس آپ نے فرمایا کہ آپ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور ان کے داماد ہیں کیا آپ مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! آپ پر کوئی الزام نہیں۔ پس آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

اور ابن اسحاق نے سیرت میں فرمایا کہ مجھے زہری نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب سقیفہ میں حضرت ابو بکر کی بیعت کی گئی اور اگلا دن ہوا تو حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھ گئے اور حضرت عمر نے آپ سے پہلے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا شیرازہ اس شخصیت پر مجتمع فرما دیا ہے جو تم سے بہتر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی اور غار میں ثانی اثنین ہیں۔ پس آگے بڑھو اور آپ کی بیعت کرو پس سقیفہ کی بیعت کے بعد لوگوں نے حضرت ابو بکر کی عام بیعت کی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

بیعت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ

پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: اے لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں۔ تو اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا۔ اور اگر برا کروں تو مجھے درست کرنا۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ اور تم میں سے کمزور میرے ہاں قوت والا ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق انشاء اللہ العزیز سے واپس لوٹا دوں۔ اور تم میں سے طاقت ور میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس سے حق لے لوں۔ جو قوم جہاد چھوڑ دے اللہ تعالیٰ ضرور ان پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے تو لازماً ان پر مصیبتیں عام ہو جاتی ہیں۔ میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں اور اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی طاعت نہیں۔ اپنی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے کبھی کسی دن میں نہ رات میں حاکم بننے کی حرص تھی اور نہ اس میں رغبت تھی۔ نہ ہی میں نے چھپ کر یا اعلانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کی۔ لیکن میں فتنے سے ڈر گیا جبکہ مجھے حاکم بننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے امر عظیم کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جس کی مجھ میں اللہ تعالیٰ کی تقویت کے بغیر طاقت ہے نہ ہمت۔ پس حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمیں کوئی ناراضگی نہیں سوائے اس کے کہ ہمیں مشورہ سے پیچھے رکھا گیا۔ اور بے شک ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک آپ عار کے ساتھی ہیں اور ہمیں آپ کی بزرگی اور فضیلت کا علم ہے۔ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم تیمی سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس آئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلائیں کہ میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ آپ اس امت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہیں۔ پس حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب سے تو اسلام لایا اس سے پہلے میں نے تجھ سے رائے کمزوری نہیں دیکھی۔ کیا تو مجھ سے بیعت کرتا ہے جبکہ تم میں حضرت صدیق اور ثانی اثنین موجود ہیں۔

نیز ابن سعد نے حضرت محمد ابن ابی بکر سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے عمر سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ کہ ہم تمہاری بیعت کریں حضرت عمر نے کہا کہ آپ مجھ

سے افضل ہیں تو حضرت ابو بکر نے فرمایا آپ زیادہ قوی ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے ہے۔ پس حضرت عمر نے آپ سے بیعت کی۔

اور امام احمد نے حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کی فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا حضرت ابو بکر مدینہ عالیہ کے چند حضرات کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ فوراً حاضر آئے۔ رخ انور سے پردہ اٹھایا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ حیات و وصال میں کس قدر پاکیزہ ہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پس حدیث پاک ذکر کی۔ فرمایا کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما تیز چلتے ہوئے ان کے پاس یعنی انصار کے پاس آئے۔ پس حضرت ابو بکر نے گفتگو کی اور انصار کی شان میں نازل ہونے والی ہر چیز اور ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا آپ نے سب کچھ بیان کیا اور فرمایا بخدا تمہیں علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اے سعد! تو جانتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبکہ تو بھی بیٹھا تھا کہ اس امر کے قریش داعی ہیں تو لوگوں کے نیک ان کے نیکوں کے تابع اور ان کے فاجران کے فاجروں کے تابع تو حضرت سعد کہنے لگے آپ نے سچ کہا۔ ہم وزراء ہیں اور آپ امراء یعنی حاکم۔

اور ابن عساکر نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی آپ نے کچھ لوگوں سے انقباض سا محسوس کیا۔ تو فرمایا: لوگو! تمہیں کوئی چیز مانع ہے۔ کیا میں اس کا تم سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں یہ نہیں؟ کیا یہ نہیں؟ آپ نے کئی فضائل بیان فرمائے۔

اور امام احمد نے رافع الطائی سے روایت کی فرمایا کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

اپنی بیعت کے متعلق بیان کیا۔ اور جو کچھ انصار نے کہا اور جو کچھ حضرت عمر نے کہا۔ فرمایا کہ انہوں نے میری بیعت کی اور میں نے اسے ان سے قبول کیا۔ اور مجھے خطرہ تھا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ جس کے بعد ارتداد شروع ہو جائے۔ اور ابن اسحاق نے اور ابن عابد نے اپنے مغازی میں روایت کی کہ رافع طائی نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ کو لوگوں کا حاکم بننے پر کس چیز نے ابھارا جب کہ آپ نے مجھے دو افراد پر حاکم بننے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے سوا چارہ کار نظر نہیں آیا۔ مجھے حضرت محمد علیہ السلام کی امت پر انتشار و افتراق کا خطرہ تھا۔

اور احمد نے عیسیٰ ابن ابوحازم سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ایک ماہ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پس آپ نے بیعت کا واقعہ بیان کیا۔ پس لوگوں میں ندا دی گئی کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور اہل اسلام میں یہ پہلی نماز تھی جس کے لیے الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا دی گئی۔ پس لوگ جمع ہو گئے۔ آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! میری تمنا تھی کہ اس کام کی میرے سوا کوئی اور کفایت کرتا اور اگر تم مجھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ مواخذہ کرو اور مجھے اس کی طاقت نہیں کہ سرکار علیہ السلام شیطان سے معصوم تھے اور آپ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا۔

اور ابن سعد نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی اور آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمایا مجھے اس کام کی ذمہ داری سونپی گئی جبکہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میری تمنا تھی کہ تم میں سے بعض اس کی کفایت کرتا۔ یاد رہے کہ اگر تم مجھے تکلیف دو کہ تم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات شریفہ کی مثل عمل کرو تو میں ذمہ داری نہیں نبھاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد خاص تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے وحی اور معصومیت کے ساتھ مکرم فرمایا۔ خبردار میں تو ایک بشر ہوں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں

پس میری رعایت کرنا۔ جب تم دیکھو کہ درست چل رہا ہوں تو میری پیروی کرنا اور جب دیکھو کہ درست نہیں ہوں تو مجھے سیدھے رخ پر کر دینا اور جان لو کہ ایک شیطان میرے درپے ہے جو کہ آڑے آتا ہے جب تم دیکھو کہ میں غضب ناک ہوں تو مجھ سے پرہیز کرنا۔ میں تمہارے اشعار اور خوشیوں میں ایثار نہیں کروں گا۔

اور ابن سعد نے اور خطیب نے رواقہ مالک میں حضرت عروہ سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والی بنائے گئے اور آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ مجھے تمہارے امر کا متولی بنایا گیا ہے۔ جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن قرآن کریم نازل ہو چکا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنتیں ظاہر فرمادیں اور ہمیں پڑھایا پس ہمیں علم حاصل ہوا۔ تو اے لوگو! جان لو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی کمزوری فسق و فجور ہے۔ اور میرے نزدیک تم سب سے زیادہ قوی کمزور آدمی ہے جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور میرے نزدیک تم سب سے زیادہ کمزور قوت والا ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔ اے لوگو! میں قبیح سنت ہوں۔ بدعتی نہیں ہوں اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور میں عظمت والے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام مالک نے فرمایا کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر کبھی حاکم نہیں بن سکتا۔

اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو مکہ معظمہ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت ابو قحافہ نے سن کر کہا کہ یہ کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہو گئے۔ کہنے لگے یہ بہت شدید واقعہ ہے آپ کے بعد امر خلافت کے سونپا گیا۔ لوگوں نے کہا: آپ کے بیٹے کو۔ کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضامند ہو گئے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگے مولا کریم! جسے تو اونچا کرے اسے کوئی نیچا کرنے والا نہیں اور جسے تو نیچا کرے اسے کوئی اونچا کرنے والا نہیں۔

اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک منبر شریف پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست گاہ پر نہیں بیٹھے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر نہیں بیٹھے۔

فصل - آپ کی خلافت کے دوران رونما ہونے والے

واقعات کے بیان میں

آپ کے ایام خلافت میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا۔ مرتدوں اور زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں اور مسلمہ کذاب کے خلاف جہاد کرنا اور قرآن پاک جمع کرنا۔ اسماعیلی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا برتاؤ کریں۔ کیونکہ وہ بمنزلہ وحشی جانوروں کے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے تو تمہاری مدد کی امید تھی اور تو میرے پاس اپنی کمزوری لے کر آگیا۔ کیا دور جاہلیت میں بہادر اور اسلام میں بزدل؟ میں کس چیز کے ساتھ انہیں الفت دلاؤں؟ کیا کوئی عجیب و غریب شعر گھڑ کر یا کسی جادو کا افتراء کر کے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔ وحی منقطع ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا اگرچہ وہ مجھ سے زکوٰۃ کی ایک رسی بھی روک لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے آپ کو اس مسئلہ میں لوگوں میں ایسے امور پر سب سے زیادہ بااعتماد اور مدافعت کرنے والے پایا جن کی روشنی میں میری خلافت کے وقت مجھ پر لوگوں کی بہت مشکلات سی آسان ہو گئیں۔

اور ابوالقاسم بغوی نے۔ ابوبکر شافعی نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو نفاق نے سراٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے اور انصار سٹ گئے۔ اگر بلند و بالا پہاڑوں پر وہ کچھ نازل ہوتا جو میرے والد بزرگوار پر نازل ہوا تو انہیں کچل دیتا۔ انہوں نے جس لفظ میں اختلاف کیا آپ اس کی تہ تک پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس بارے میں ہمیں کسی سے کوئی معلومات حاصل نہ ہوئیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وفات پائی انہیں ان کی اسی آرام گاہ کے نیچے دفن کیا گیا جہاں وفات پائی۔ اور آپ کی وراثت میں اختلاف کیا گیا تو ہمیں اس بارے میں کسی کے پاس سے علم حاصل نہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم معشر انبیاء علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے اصمعی نے کہا کہ لہیض کا معنی ہڈی توڑنا اور اشراب کا معنی سراٹھانا۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان واقع ہوا۔ چنانچہ کسی نے کہا: ہم آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کریں جو کہ آپ کی ولادت والا شہر ہے جبکہ دوسروں نے کہا بلکہ آپ کی مسجد میں دفن کریں گے۔ بعض نے کہا کہ بقیع میں اور بعض نے کہا بلکہ مدفن انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں دفن کریں گے۔ حتیٰ کہ انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس علم کی خبر دی جو کہ آپ ہی کے پاس تھا۔ ابن زنجویہ نے فرمایا کہ یہ ایسی سنت ہے کہ مہاجرین و انصار کے مابین اس کے علم میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی منفرد ہیں۔ اور سب سے اس مسئلے میں اسی کی طرف رجوع کیا۔

اور بیہتی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ تعالیٰ

کی عبادت نہ کی جاتی۔ پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ ایسا ہی فرمایا۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابو ہریرہ بس کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کو سات سو کے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ وادی ذی شہب میں فروکش ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور مدینہ عالیہ کے اردگرد کے عرب مرتد ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں اکٹھے ہوئے۔ عرض کی: کہ ان روم جانے والوں کو واپس لوٹالیں کہ مدینہ عالیہ کے اردگرد کے عرب مرتد ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ اگر مدینہ عالیہ کے خالی رہ جانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بھی بھیڑیے پریشان کریں میں اس لشکر کو واپس نہیں لوٹا سکتا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ فرما چکے ہوں اور نہ ہی وہ جھنڈا کھول سکتا ہوں جسے آپ نے باندھا ہے۔ پس آپ نے اسامہ کو روانہ کر دیا۔ آپ جس قبیلے کے پاس سے بھی گزرے وہ کہتے کہ اگر اس قوم میں قوت نہ ہوتی تو ان جیسے لوگ ان کے ہاں سے باہر نہ جاتے۔ ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان کا رومیوں سے آمنا سامنا ہوا۔

چنانچہ اس لشکر نے رومیوں کا مقابلہ کیا انہیں شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے پس وہ سب اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الوصال میں فرمانے لگے کہ اسامہ کا لشکر بھیج دو۔ چنانچہ اسامہ چلے یہاں تک کہ جرف تک پہنچ گئے تو آپ کی بیوی فاطمہ بنت قیس نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ جلدی نہ کریں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ثقیل ہے۔ چنانچہ آپ ٹھہرے رہے حتیٰ کہ سرکار علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے اور عرض کی: کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس وقت بھیجا تھا جب کہ صورت حال یہ نہ تھی۔ اور مجھے عرب کے کفر کا خطرہ ہے اور اگر وہ کافر ہو گئے تو پہلے ہم ان سے لڑیں اور اگر کافر نہ ہوئے تو پھر میں چلا جاؤں۔ کیونکہ میرے ساتھ

مجاہد اور بہترین لوگ ہیں۔ پس حضرت ابو بکر نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر مجھے پرندے نوج لیں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں اپنی طرف سے کوئی اور چیز شروع کر دوں۔ چنانچہ آپ نے انہیں بھیج دیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ جیسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی گردونواح میں شہرت ہوئی عرب کے کئی قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے زکوٰۃ روک لی۔ پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو حضرت عمر اور چند دوسرے حضرات نے آپ کو مشورہ دیا کہ فی الحال ان کے ساتھ جنگ کرنے کو ملتوی رکھا جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک رسی یا بکری کا ایک بچہ بھی روک لیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ادا کرتے تھے! تو اس روکنے پر میں ان کے خلاف جنگ لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان لوگوں کے ساتھ کیونکر جنگ کریں گے حالانکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہے حتیٰ کہ وہ کلمہ پڑھ لیں۔ تو جس نے کلمہ پڑھ لیا تو اس نے سوائے حق کے اپنا مال اور خون مجھ سے محفوظ کر لیا۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس کے ساتھ ضرور جنگ لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مگر حق کے ساتھ۔ پس حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بات صرف یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا فرمائی ہے۔ اور میں پہچان گیا کہ حق یہی ہے۔

اور عروہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی معیت میں نکلے حتیٰ کہ نجد کے بالمقابل فقعات تک پہنچ گئے۔ اور اعراب اپنے بچوں سمیت بھاگ گئے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بطور مشورہ گزارش کی کہ آپ مدینہ عالیہ کی طرف اور بچوں اور خواتین کی طرف لوٹ چلیں۔ اور ایک

شخص کو لشکر کا سالار مقرر فرمادیں۔ اور مسلسل آپ سے اس مسئلے میں گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے مراجعت فرمائی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سالار لشکر بنا دیا۔ اور ان سے فرمایا کہ جب یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور زکوٰۃ دے دیں تو تم میں سے جو لوٹنا چاہے لوٹ آئے۔ اور خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ عالیہ واپس آگئے۔

اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: جب حضرت ابو بکر جہاد کے لئے نکلے اور اپنی سواری پر درست ہو بیٹھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام پکڑ لی۔ اور فرمایا: اے خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی کچھ کہتا ہوں جو کہ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا اپنی تلوار سنبھالیں۔ ہمیں اپنی ذات کی وجہ سے تکلیف میں نہ ڈالیں۔ اور مدینہ عالیہ کی طرف لوٹ جائیں اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمیں آپ کی وجہ سے صدمہ پہنچا تو مسلمان کبھی منظم نہ ہو سکیں گے۔

اور حنظلہ بن علی اللیثی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نے خالد کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ پانچ چیزوں پر لوگوں سے جہاد کریں۔ اور ان میں سے جس نے ایک کو بھی ترک کیا اس سے اسی طرح جنگ کرنا جس طرح کہ پانچویں کو ترک کرنے والے کے خلاف جنگ کی جاتی ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں کلمہ شہادت نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے اور بیت اللہ شریف کا حج۔ حضرت خالد اور آپ کے ساتھی جمادی الاخرہ میں چلے اور آپ نے بنی اسد اور غطفان کے ساتھ جنگ کی۔ کچھ قتل ہوئے۔ کچھ قیدی ہوئے اور باقی اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اور اس واقعہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت عکاشہ بن محسن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ اور اسی سال رمضان پاک میں حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو کہ کائنات کی خواتین کی سردار ہیں ۲۴ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب آپ سے ہی ہے۔ کیونکہ آپ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد باقی نہیں رہی۔ یہ زبیر بن

بکار کا قول ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا۔ ایک ماہ پہلے ام ایمن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئیں۔ اور شوال میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما انتقال ہو گیا۔ پھر سال کے اواخر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کے ساتھ مسیلہ کذاب کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یمامہ کی طرف چلے۔ پس دونوں لشکروں کا آمناسامنا ہوا اور کئی دنوں تک محاصرہ جاری رہا۔ پھر کذاب لعنتی قتل کر دیا گیا اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی نے قتل کیا۔ اور اس معرکہ میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ سالم ابی حذیفہ۔ شجاع بن وہب۔ زید بن الخطاب عبداللہ بن سہیل۔ مالک بن عمر۔ طفیل بن عمرو الدوسی۔ یزید بن قیس۔ عامر بن بکیر۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ سائب بن عثمان بن مظعون۔ عباد بن بشر۔ معد بن عدی۔ ثابت بن قیس بن شماس۔ ابودجانہ سماک بن حرب رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے علاوہ دیگر حضرات جنہیں ملا کر ستر حضرات بنتے ہیں۔

اور مسیلہ جس دن قتل ہوا اس کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ اور یہ بد بخت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ سے پہلے پیدا ہوا۔

اور بارہویں سال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علاء بن الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ حلوان میں آمناسامنا ہوا اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔ اور عکرمہ کو عمان کی طرف بھیجا وہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ ان کا حلواک کے مقام پر مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مہاجرین ابوامیہ کو اہل نجیر کی طرف بھیجا جو کہ مرتد ہو گئے تھے اور زیاد بن لبید انصاری کو مرتدین کے خلاف جنگ کے بعد اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سرزمین بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ نے ایلہ سے جنگ لڑی۔ اسے فتح کیا۔ اور عراق میں واقع مدائن کسریٰ کو صلح اور جنگ کے ساتھ فتح فرمایا۔ اور اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کی قیادت فرمائی۔ پھر واپس ہوئے اور حضرت عمرو بن العاص اور فوج کو شام کی

طرف بھیجا اور اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں رونما ہوا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خوشخبری اس وقت پہنچی جبکہ آپ کے آخری لمحات تھے اور اس میں حضرت عکرمہ اور ہشام بن العاص ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے رضی اللہ عنہم اور اسی سال مرج الصغریٰ کا معرکہ ہوا۔ مشرکین کو شکست ہوئی اور یہاں حضرت فضل بن عباس ایک جماعت سمیت شہید ہوئے رضی اللہ عنہم۔

جمع قرآن کا واقعہ

بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل یمامہ کی جنگ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا جبکہ آپ کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ مجھے عمر نے بتایا ہے کہ جنگ یمامہ میں صحابہ کرام کے قتل کی گرم بازاری ہوئی اور مجھے خطرہ ہے کہ مختلف مقامات پر اگر قاری حضرات کی شہادتوں کا سلسلہ یونہی گرم رہا تو قرآن کریم کا بہت سا حصہ معاذ اللہ ان کے ساتھ ہی چلا جائے گا مگر یہ کہ اسے جمع کر لیا جائے۔ اور میرا مشورہ ہے کہ قرآن کریم کو جمع کر لیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے عمر سے کہا کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمر نے کہا یہ کام اللہ تعالیٰ کی قسم اچھا ہے۔ پھر اس بارے میں عمر مجھ سے گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ تو میرا مشورہ وہی ہے جو کہ عمر کا ہے۔ اور آپ نو جوان ہیں صاحب دانش ہیں۔ ہم آپ کو تہمت نہیں دیتے۔ اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی لکھتے رہے پس آپ تجس کر کے قرآن کریم کو جمع کریں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی ذمہ داری سونپتے تو یہ کام مجھ پر اس قدر وزنی نہ تھا جس قدر قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم وزنی تھا۔ میں نے کہا آپ دونوں حضرات ایسا کام کیونکر کر سکتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ میں آپ

سے اس مسئلے میں سوال و جواب کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت ابو بکر کا سینہ کھولا۔

پس میں نے قرآن کریم کا تجسس شروع کر دیا۔ میں اسے کاغذ کے ٹکڑوں پتھروں۔ ہڈیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے سورۃ توبہ کی دو آیتیں:

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص
عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم ۝ فان تولوا فقل حسبي الله لا اله
الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ۝

صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملیں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ وہ صحائف جن میں قرآن پاک جمع کیا گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت حصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے۔

اور ابو یعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مصاحف کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اجر سب سے عظیم ہے۔ دو تختیوں کے درمیان قرآن پاک سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا۔

فصل۔ آپ کی اولیات کے بیان میں

آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ سب سے پہلے قرآن کریم جمع کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے اسے مصحف کا نام دیا۔ اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی۔ اور سب سے پہلے آپ کو خلیفہ کہا گیا۔ امام احمد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی: فرمایا کہ حضرت ابو بکر کو خلیفہ رسول اللہ کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول پاک علیہ السلام کا خلیفہ ہوں اور اس پر راضی ہوں۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جو کہ اپنے والد کی زندگی میں خلیفہ بنے اور پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے ان کی رعیت نے عطیہ مقرر کیا۔ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

کی فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ قوم کو علم ہے کہ میری کمائی میرے اہل خانہ کی ضرورتوں سے کم نہ تھی اب مجھے مسلمانوں کے معاملات میں مصروف کر دیا گیا ہے تو ابو بکر بیت المال سے کچھ حصہ لے گا۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے کمائی کرے گا۔

اور ابن سعد نے عطاء بن سائب سے روایت کی۔ فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ صبح آپ اپنے بازو پر چادریں رکھے بازار کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار کو۔ کہنے لگے: آپ کیا کریں گے جبکہ آپ کو تو مسلمانوں کے معاملات کا والی مقرر کیا گیا ہے؟ فرمایا تو پھر میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: چلئے آپ کے لئے ابو عبیدہ وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ آپ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا میں آپ کے لئے مہاجرین کے ایک آدمی کی روزی مقرر کرتا ہوں جو کہ ان میں افضل ہے نہ ان میں سب سے غریب۔ پس آپ کے لئے نصف بکری یومیہ مقرر کی اور جس سے سر اور پیٹ ڈھانپ لیں اور ابن سعد نے میمون سے روایت کی: کہ جب ابو بکر خلیفہ بنائے گئے تو آپ کے لئے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ کرو کیونکہ میرے اہل و عیال ہیں اور آپ حضرات نے مجھے تجارت سے بھی مصروف کر دیا ہے۔ پس پانچ صد اور بڑھا دیئے گئے۔

اور طبرانی نے حضرت امام حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا: جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! اس اونٹنی کو دیکھو جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور پیالہ جس میں ہم سالن ڈالتے ہیں اور وہ چادر جسے ہم اوڑھتے ہیں۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ لے سکتے تھے جب کہ مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ چیزیں عمر کو واپس لوٹا دینا۔ تو جب حضرت ابو بکر کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں عمر رضی اللہ

عندہ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمر کہنے لگے اے ابوبکر! تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ نے بعد والوں کو مہینیت میں ڈال دیا۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی۔ فرمایا: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی! ہمیں مسلمانوں کے کام کا متولی بنایا گیا اور ہم نے اپنے لئے کوئی دینار اور درہم نہ لیا۔ لیکن ہم نے ان گاڑو کھا سو کھا کھانا اپنے پیٹ میں ڈالا۔ اور ان کے موٹے کھر درے کپڑے پہنے اور اس حبشی غلام نے اس اونٹنی اور اس چادر کے سوا ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت سے زیادہ باقی بچا ہے نہ تموزا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ چیزیں عمر کی طرف بھیج دینا۔

سب سے پہلے آپ نے بیت المال بنایا۔ اور ابن سعد نے اہل بن ابویضیمہ وغیرہ سے روایت کی کہ حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وادی سخ میں بیت المال تھا جس کا کوئی پہرے دار نہ تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس پر کوئی پہرے دار کیوں مقرر نہیں کر دیتے؟ فرمایا اس پر تالا ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہوتا عطا کر دیتے حتیٰ کہ خالی ہو جاتا۔ جب آپ مدینہ کی طرف منتقل ہوئے تو اسے بدل کر گھر میں بیت المال بنا لیا۔ آپ کے پاس مال آتا تو اسے ضرورت مند مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے اور تقسیم کے معاملے میں لوگوں میں برابری اختیار فرماتے۔ آپ اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خرید کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے دے دیتے۔ اور آپ نے چادریں خریدیں جو کہ باہر سے لائی گئیں تھیں۔ چنانچہ انہیں مدینہ عالیہ کی بیوگان میں تقسیم فرما دیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو دفن کر دیا گیا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امانت اور دیانت دار حضرات کو بلایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں داخل ہوئے۔ ان حضرات میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ جب بیت المال کا دروازہ کھولا تو وہاں دینار نہ درہم۔

جلال الدین فرماتے ہیں کہ یہ قول اوائل میں درج عسکری کے اس قول کو رد کرتا ہے

کہ سب سے پہلے بیت المال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنایا اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیت المال تھا نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ اور میں نے اپنی اس کتاب میں جو کہ میں نے اوائل میں تصنیف کی اس قول کی تردید کی ہے پھر میں نے دیکھا کہ عسکری اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر متنبہ ہوئے اور کہا کہ مسلمانوں کے لئے سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے بیت المال بنایا۔

اور اس میں سے ایک یہ کہ حاکم نے کہا کہ اسلام میں سب سے پہلا لقب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔

فصل

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں دوں گا۔ یوں اور یوں عطا کروں گا۔ یعنی چلو بھر کر۔ تو جب حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد بحرین کا مال آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں قرض یا وعدہ ہو تو ہمارے پاس آجائے۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال بتائی۔ آپ نے فرمایا لے لو۔ چنانچہ میں نے چلو بھرا تو پانچ صد ہوئے چنانچہ آپ نے مجھے پندرہ سو عطا فرمائے۔

فصل - کچھ آپ کی بردباری اور تواضع کے بیان میں

ابن عسا کرنے ایسے سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں خلافت سے تین سال قبل اور خلافت سے ایک سال بعد تشریف لائے۔ قبیلے کی بچیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لے کر حاضر ہوئیں تو آپ ان کے لئے ان کا دودھ

نکال دیتے اور امام احمد نے زہد میں حضرت میمون بن مہران سے روایت کی۔ فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ آپ نے فرمایا: ان سب کے درمیان۔

اور ابن عساکر نے ابوصالح غفاری سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ رات کے وقت مدینہ عالیہ کے نواجی محلے میں ایک نابینا سن رسیدہ بڑھیا کے گھر تشریف لاتے۔ اس کا پانی بھرتے اور اس کے کام کاج کر جاتے۔ اب جو وہاں آتے تو دیکھتے کہ ان سے پہلے یہ سب کام کوئی اور کر جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گھات میں رہے تو پتہ چلا کہ یہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ خلیفہ ہونے کے باوجود بڑھیا کے ہاں آتے اور سب کام سرانجام دیتے جاتے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری عمر کی قسم یہ تو آپ ہی ہیں۔

اور ابو نعیم وغیرہ نے عبدالرحمن اصفہانی سے روایت کی۔ فرمایا: کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف پر بیٹھے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ کی نشست گاہ سے نیچے اتریں۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے بیشک یہ تیرے باپ کی نشست گاہ ہے۔ اور آپ کو اپنی گود میں بٹھالیا اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ میرے حکم سے نہیں۔ آپ نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم آپ پر تہمت نہیں رکھتے۔

فصل

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے پہلے حج میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ پھر سال آئندہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حج فرمایا۔ جب وصال مبارک ہو گیا اور حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے حضرت عمر کو حج کا عامل مقرر

فرمایا۔ پھر سال آئندہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ جب آپ وصال فرما گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف کو حج کا عامل مقرر فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت کے ہر سال حج کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف کو حج کا عامل مقرر فرمایا۔

فصل۔ آپ کی مرض اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے

بیان میں

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرمایا: کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا صدمہ تھا۔ غم سے ڈھلتے گئے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ اور ابن سعد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر اور حارث بن کلدہ حلوہ کھار رہے تھے جو کہ حضرت ابو بکر کو بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا۔ حارث نے ابو بکر سے کہا: اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ کھینچ لیں اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں زہر ہے جو کہ ایک سال میں موثر ہوگی۔ میں اور آپ ایک ہی دن میں فوت ہوں گے۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور دونوں ہی بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ سال گزارنے پر ایک ہی دن میں دونوں وصال فرما گئے۔

اور حاکم نے شععی سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس دنیا سے ہم کیا توقع رکھیں یہاں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔

اور واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرض کا آغاز یوں ہوا کہ آپ نے جمادی الاخریٰ کی سات تاریخ بروز پیر غسل کیا ٹھنڈا دن تھا۔ آپ کو بخار ہو گیا اور پندرہ دن جتلا رہے۔ نماز

کے لئے باہر نہیں آسکتے تھے اور یوں ۱۳ھ ۲۲ جمادی الاخریٰ منگل کی رات کو وصال فرمایا۔
جبکہ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

اور ابن سعد اور ابن ابی الدنیا نے ابوالصغر سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرض کے ایام میں بعض حضرات مزاج پرسی کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفہ رسول علیہ السلام! کیا آپ کے لئے کسی طبیب کو نہ بلائیں جو آپ کو دیکھے؟ فرمایا اس نے مجھے دیکھا ہے۔ پوچھا گیا پھر اس نے کیا کہا؟ فرمایا اس نے مجھے فرمایا ہے کہ میں جو چاہوں بلا تکلف کر گزرتا ہوں۔

اور واقدی نے کئی طرق سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر جب زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے عمر بن الخطاب کے بارے میں مشورہ دیں۔ انہوں نے کہا: آپ جس کے بارے میں مجھے پوچھ رہے ہیں اسے تو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے تو اچھی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ان کے بارے میں آپ کی رائے سے وہ افضل ہیں۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے عمر کے بارے میں مشورہ دیں۔ انہوں نے کہا آپ ان کے متعلق ہم سے زیادہ باخبر ہیں۔ اے میرے اللہ! عمر کے متعلق میرا علم یہ ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں اس جیسا کوئی نہیں۔ اور ان دونوں حضرات کے علاوہ آپ نے حضرت سعید بن زید۔ اسید بن حفیر اور ان کے علاوہ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی مشورہ کیا۔ پس اسید کہنے لگے کہ الہی! میرے علم میں وہ آپ کے بعد بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے۔ جو چھپاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ظاہر کرتا ہے۔ امر خلافت پر اور اس سے زیادہ قوت والا کوئی بھی نہیں ہوگا جسے یہ امر سونپا جائے۔

اور ایسے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر آئے۔ ان میں

سے ایک نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب وہ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق پوچھے گا جبکہ آپ کو اس کی سختی کا علم ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے ہو؟

میں عرض کروں گا: اے میرے اللہ! میں نے ان پر تیرے بندوں میں سے بہتر کو خلیفہ بنایا۔ تمہارے پیچھے جو حضرات ہیں انہیں بھی میری اس بات کی خبر دے دو۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ لکھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ عہد ہے جو کہ ابو بکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جدا ہوتے ہوئے اپنے آخری وقت میں اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے اس کے آغاز میں کیا ہے جس وقت کہ کافر ایمان لاتا ہے۔ اور فاجر فتنے میں پڑ جاتا ہے۔ اور جھوٹا سچ بولنے لگتا ہے کہ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کیا۔ پس اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول علیہ السلام۔ اس کے دین۔ اپنی جان اور تمہارے متعلق بہتری میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ اگر اس نے عدل کیا تو اس کے بارے میں میرا گمان اور علم یہی ہے اور اگر اس نے حکم بدلاتو ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا۔ اور میں نے خیر کا ہی ارادہ کیا۔ اور میں غیب ذاتی طور پر نہیں جانتا اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس پہلو پر پلٹیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر آپ نے حکم دیا اور اس تحریر پر مہر لگا دی گئی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پس آپ مہر سے مزین حکمنامہ لے کر باہر آئے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو تنہائی میں بلایا اور آپ کو وصیت فرمائی جو بھی فرمائی۔ پھر آپ وہاں سے باہر چلے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: اے میرے اللہ! میں نے اس سے صرف اور صرف ان کی اصلاح کا ارادہ کیا ہے مجھ ان پر فتنے کا خطرہ تھا تو میں نے ان کے بارے میں وہ عمل کیا جسے تو بہتر جانتا ہے اور میں نے پوری کوشش کے ساتھ ان کے لئے رائے قائم

کی پس میں نے ان پر ان میں سے بہتر۔ ان پر سب سے قوی اور ان کی ہدایت پر سب سے زیادہ حرص کرنے والے کو حاکم بنا دیا ہے۔ اور میرے پاس تو تیرا حکم پہنچ چکا۔ پس ان میں میری خلافت فرما۔ پس وہ تیرے بندے ہیں۔ اور ان کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں۔ ان کے لئے ان کے حاکم کو درست رکھنا اور اسے اپنے خلفائے راشدین میں سے کر دے اور اس کے لئے اس کی رعیت کو درست فرما۔

اور ابن سعد اور حاکم نے روایت کی فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب فراست تین ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لانے والی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جب اس نے کہا کہ انہیں اجرت پر رکھ لیں اور عزیز مصر جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فراست استعمال کرتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہراؤ۔

اور ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے روایت کی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ نے دیوار کے شکاف میں سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا: اے لوگو! میں نے ایک عہد باندھا ہے کہ تم اس پر راضی ہو؟ لوگوں نے کہا: اے خلیفہ رسول علیہ السلام ہم راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم عمر کے سواراضی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہے۔

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ آج کونسا دن ہے؟ عرض

(یہاں ماخذ کا ذکر ہے البتہ راوی کا نام مذکور نہیں۔ البتہ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۵۸ پر اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا: "عن ابن مسعود قال افرس الناس ثلاثہ بنت شعیب وصاحب یوسف حیث قال عسی ان ینفعنا۔ و ابوبکر فی عمر حیث جعلہ خلیفہ فی حیاتہ محمد محفوظ الحق غفرلہ ووالدیہ"

کی گئی پیر کا دن ہے۔ فرمایا اگر میں رات میں فوت ہو جاؤں تو صبح کا انتظار نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے دنوں اور راتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہے۔

مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر نے آپ کے لئے غابہ کے مال سے بیس وسق مخصوص کر رکھے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: بیٹی اللہ تعالیٰ کی قسم لوگوں میں تیرے سوا کوئی نہیں جس کا غنی ہونا مجھے زیادہ پسند ہو اور نہ ہی میرے بعد مجھ پر تیرے سوا کسی کا حاجت مند ہونا زیادہ گراں ہے۔ اور میں نے بیس وسق تیرے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اگر فصل میں کاشا تو وہ مال تیرا تھا لیکن آج تو وہ ورثاء کے لئے ہے جو کہ دو تیرے بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا۔ میں نے کہا: اباجی! اللہ تعالیٰ کی قسم اگر وہ مال بہت زیادہ بھی ہوتا تب بھی میں چھوڑ دیتی۔ بہن تو صرف ایک اسماء ہے تو دوسری کون سی ہے؟ فرمایا کہ خارجہ کے پیٹ والی میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ اور اسے ابن سعد نے روایت کی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ خارجہ کے پیٹ والی۔ میرے دل میں یوں ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ پس اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئی۔ اور ابن سعد نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ میں اپنے مال سے اسی قدر لوں گا جس قدر رب کریم نے مسلمانوں کے مال غنیمت سے لیا ہے اور آپ سے ہی ایک دوسری وجہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ چوتھے حصے کی وصیت کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور تیسرے کی بجائے چوتھے حصے کی بجائے پانچویں حصے کی وصیت کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور جس نے تہائی حصے کی وصیت کی اس نے کچھ نہیں چھوڑا۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ضحاک سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اموال سے اپنے ان رشتہ داروں کے لئے جو کہ وارث نہیں تھے اپنے

اموال کے پانچویں حصہ کی وصیت فرمائی۔ اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی دینار یا درہم نہیں چھوڑا۔

اور ابن سعد وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قریب الوصال ہوئے تو میں نے یہ شعر بطور مثال کہا

لعمری ما یغنی الثراء عن الفتی

اذا حشرت یوما وضاق بها الصدر

میری عمر کی قسم کسی کے اس کی دولت کام نہیں آتی جبکہ سینے میں سانس اٹکنے لگے۔ آپ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: یوں نہیں بلکہ یہ کہو اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آئی اور یہی ہے وہ جس سے تو بچتا تھا۔ فرمایا میرے ان دونوں کپڑوں کو دھو ڈالو۔ اور انہیں میں مجھے کفن دینا۔ کیونکہ نئے کپڑے کی فوت ہونے والے کی بجائے زندہ کو زیادہ ضرورت ہے۔

اور ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی جبکہ آپ کا آخری وقت تھا تو میں نے یہ شعر پڑھا کہ کس کے آنسو بقدر قناعت نہ بہیں وہ ایک دفعہ ہی سب کے سب بہہ نکلیں گے۔ فرمایا یہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو ”وجاءت سكرة الموت بالحق“

”ذالك ما كنت منه تحید“ پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال کس دن ہوا؟ میں نے کہا پیر کے دن۔ فرمایا میں موت کی اپنے اور رات کے درمیان امید کرتا ہوں۔ پس آپ منگل کی رات کو وصال کر گئے۔ اور صبح سے پہلے آپ کو دفن کر دیا گیا۔

اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ کے سر ہانے بیٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ ہر مال مویشی والا موت کے گھاٹ اترنے والا

ہے اور ہر سامان والے سے ساز و سامان چھین لیا جائے گا۔ آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گلے لگایا اور فرمایا یوں نہیں بلکہ یہ ایسے ہے جیسے رب العزت نے فرمایا ”وجاءت سكرة الموت بالحق ذلك و كنت منه تحيد“ اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت تھا۔

ابيض يستسقى الغمام بوجهه

تمال الیقامی عصمتہ للارامل

یعنی ایسا حسین چہرہ کہ جس کے ویلے سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔
قیموں کا سہارا اور بیوگان کی پناہ گاہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے۔

اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عبادۃ بن نسی سے روایت کی۔ فرمایا: جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ان دو کپڑوں کو دھو ڈالو اور مجھے انہیں کا کفن دینا۔ تیرا باپ دو آدمیوں میں سے ایک ہے یا تو اسے بہترین لباس پہنایا جائے گا یا اس سے بری طرح چھین لیا جائے گا۔

(اقول وباللہ التوفیق۔ یہ خوف خدا اور اس کے حضور انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے۔ ورنہ سابقہ احادیث شریفہ کے مطابق آپ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ہاں قبولیت کا اعتراف ضروریات دین میں سے ہے)

اور ابن ابی الدنیا نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ آپ کو آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس میں غسل دے اور عبد الرحمن بن عوف ان کی مدد کریں۔

اور ابن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے مزار پر انوار اور منبر شریف کے درمیان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

اور عروہ اور قاسم بن محمد سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے لئے قبر کھودی گئی اور آپ کا سر حضور علیہ السلام کے کندھے کے پاس رکھا گیا اور لحد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے ساتھ ملایا گیا۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف میں حضرت عمر، طلحہ، عثمان اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اترے اور کئی ایک طرف سے روایت کی گئی کہ آپ کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور ابن المسیب سے روایت کی گئی کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو مکہ معظمہ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت ابو قحافہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ آپ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ فرمایا بہت بڑا صدمہ ہے اس کے بعد امر خلافت کے سپرد کیا گیا؟ کہنے لگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ کہنے لگے اس کا ساتھی ہے۔

اور امام مجاہد نے روایت کی کہ حضرت ابو قحافہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وراثت سے اپنا حصہ حضرت ابو بکر کی اولاد کی طرف لوٹا دیا۔ اور حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صرف چھ ماہ اور چند دن زندہ رہے اور محرم ۱۴ھ میں ستانوے سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ علماء نے فرمایا: اپنے باپ کی زندگی میں ابو بکر کے سوا کوئی خلیفہ نہیں بنا۔ اور کسی خلیفہ کا باپ ابو بکر کے سوا اس کا وارث نہیں بنا۔

فصل۔ آپ کی حدیث مسند کے بیان میں اور قلت روایت کی وجہ

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سو بیالیس احادیث روایت فرمائیں۔ اور آپ کی روایات کی

قلت کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کے پھیلنے اور تابعین کے انہیں سننے۔ حاصل کرنے اور ان کی حفاظت کرنے سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کی حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان پہلے گزر چکا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کی شان میں نازل ہونے والی آیت اور ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وئی حدیث نہیں چھوڑی جسے بیان نہ کیا ہو۔ اور یہ اس امر پر بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کو کثرت سے احادیث شریفہ یاد تھیں۔ اور قرآن کریم کے متعلق آپ کا علم بہت وسیع تھا۔ آپ سے حضرت عمر، عثمان، علی، عبدالرحمن بن عوف، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، ابن عمر، ابن عباس، انس، زید بن ثابت، براء بن عازب، ابو ہریرہ، عقبہ بن حارث آپ کا بیٹا عبد الرحمن، زید بن ارقم، عبداللہ بن معقل، عقبہ بن عامر جہنی، عمران بن حصین، ابو ہریرہ الاسلمی، ابوسعید الخدری، ابوموسیٰ الاشعری، ابوالطفیل لیثی، جابر بن عبد اللہ، بلال، آپ کی صاحبزادی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم نے اور تابعین میں سے حضرت عمر کے غلام اسلم، واسط بجلی اور بے شمار خلائق نے روایت کی۔

فصل۔ تفسیر قرآن میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات

اور ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں کس زمین میں سماؤں گا اور کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا جب میں کتاب اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف بات کروں۔ اور بیہتی وغیرہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ سے کلام اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق اپنی رائے بیان کروں گا اگر صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر خطا ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہوگی۔ میرے خیال میں کلام وہ ہے جس کی اولاد اور باپ نہ ہو۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں حیا کرتا ہوں کہ اس فیصلے کو رد کروں جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہو۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں اسود بن ہلال سے روایت کی۔ فرمایا: کہ حضرت ابو بکر نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگ ان دو آیات کے متعلق کیا کہتے ہیں: ان الذین قالوا ربنا ثم استقاموا یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔ اور الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بغلیم یعنی جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ استقاموا سے مراد انہوں نے گناہ نہیں کئے۔ اور ظلم سے مراد یہ کہ انہوں نے اپنے ایمان میں کسی خطا کی آمیزش نہیں کی۔ فرمایا کہ تم نے ان دونوں آیات کو ان کی اصل مراد کے غیر پر محمول کیا ہے۔ پھر فرمایا استقامو کا معنی ہے کہ پھر وہ اس کے سوا کسی معبود کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی۔

اور ابن جریر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے متعلق روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے یہ بات کہی تو جو اسی پر فوت ہوا تو وہ استقامت والوں سے ہے۔ اور ابن جریر نے عامر بن سعد الجبلی سے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول الذین احسنوا الحسنی و زیادة کے متعلق روایت کی: آپ نے فرمایا کہ زیادت سے مراد وجہ اللہ کی زیارت ہے۔

فصل:۔ آپ پر موقوف قول یا فیصلہ یا خطبہ یا دعاء کے متعلق روایات

کے بیان میں

لا لکائی نے سنت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے بتائیں کیا زنا تقدیر میں لکھا ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر مقدر فرماتا ہے پھر مجھے سزا دیتا ہے؟ فرمایا: ہاں اے گندی ماں کے بیٹے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے پاس کوئی آدمی ہوتا تو میں اسے تیری ناک کاٹ دینے کا حکم دیتا (کیونکہ اس نے حکم شرعی پر جو کہ ضروریات دین میں سے ہے اعتراض کیا تھا)

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت زبیر سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جب میں حوائج ضروریہ کے لئے بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اپنے پروردگار سے حیا کرتے ہوئے اپنا سر ڈھانپنے رکھتا ہوں۔ اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں عمرو بن دینار سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بیت الخلاء میں داخل ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اپنی پشت دیوار کے ساتھ لگا لیتا ہوں۔

اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو عبد اللہ الصناجی سے روایت کی کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز مغرب ادا کی آپ نے پہلی دو رکعات میں ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ اور قصار مفصل (یعنی سورت والضحیٰ سے لے کر والناس تک) کی کوئی سورت پڑھی۔ اور تیسری میں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب پڑھا ابن خیشمہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عیینہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی شخص سے تعزیت فرماتے تو فرماتے: کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے قراری کا کوئی فائدہ نہیں موت اپنے ما قبل سے آسان اور مابعد سے سخت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا یاد کیا کرو تمہاری مصیبت گھٹ جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھا دے گا۔

اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے حضرت سالم بن عبید سے جو کہ صحابی ہیں روایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے اور فجر کے درمیان کھڑے رہو حتیٰ کہ میں سحری کھا لوں۔ اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا: کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا کہ پانی پر (ضرب لگنے کی وجہ سے) تیر نے والی مچھلی کھا لو۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ آپ

نے گوشت کی بیع حیوان کے بدلے ناپسند فرمائی۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عطاء سے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا کہ دادا بمنزلہ باپ کے ہے جبکہ اس سے نچلا باپ نہ ہو اور پوتا بمنزلہ بیٹے کے ہے جبکہ بیٹا نہ ہو۔

اور قاسم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو کہ اپنے باپ سے نفی کرتا تھا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا سر پر مار کیونکہ شیطان سر میں ہے۔

اور ابو مالک نے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھ لیتے تو دعا کرتے یا اللہ! تیرے بندے کو اہل خانہ مال اور قبیلے نے سپرد کر دیا۔ جبکہ گناہ عظیم ہے اور تو غفور رحیم ہے اور سعد بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمر بن الخطاب کا فیصلہ ام عاصم کے لئے کر دیا اور فرمایا اس کے لئے اس کی بو۔ مہک اور مہربانی تجھ سے زیادہ بہتر ہے۔

اور بیہقی نے قیس بن حازم سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا باپ میرا سارا مال لے کر اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تیرے لئے اس کے مال میں سے صرف اسی قدر ہے جو تیرے لئے کافی ہو۔ اس نے کہا: اے خلیفہ رسول علیہ السلام! کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس سے مراد خرچہ ہے۔

اور امام احمد نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اس کے دادے سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کرتے تھے اور بخاری نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے اپنے دادے سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں میں کاٹا تو اس نے اس کے اگلے دو دانت اکھاڑ دیئے

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں باطل قرار دیا۔

اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کان کے بدلے میں پندراں اونٹوں کا فیصلہ فرمایا اور بہت قیمتی شے جو کہ اس کا عیب چھپا لے بال اور عمامہ ہے۔

اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا اور ان پر یزید بن ابوسفیان کو امیر بنایا۔ تو فرمایا کہ میں تجھے دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی عورت کو نہ ہی کسے بچے کو اور نہ ہی کسی بڑے بوڑھے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ کوئی پھل دار درخت ہرگز نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو ہرگز خراب نہ کرنا۔ کسی بکری یا اونٹ کی کھانے کے سوا کوئی چیز نہ کھانا۔ کھجور کے درخت کو غرق نہ کرنا اور نہ ہی اسے جلانا۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بزدل نہ ہونا۔

اور امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک شخص پر شدید غضبناک ہو گئے تو میں نے عرض کی اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قتل کر دیں فرمایا: تجھے ہلاکت ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ کسی کا حق نہیں۔

اور سعید نے کتاب الفتوح میں اپنے مشائخ سے روایت کی کہ مہاجر بن ابوامیہ کے ہاں دو گانے بجانے والی عورتوں کا مقدمہ پیش کیا گیا جبکہ آپ یمامہ کے حاکم تھے۔ ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتی تھی آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے اگلے دانت اکھاڑ دیئے اور دوسری مسلمانوں کے خلاف بکواس کرتی تھی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور دانت اکھاڑ دیئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرنے والی عورت کو جو سزا دی مجھے اس کی اطلاع ملی۔ تم نے اس بارے میں پہلے مجھ سے رابطہ کیوں نہ کیا میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت کے مجرم کی حد عام حدود جیسی نہیں

ہے جو مسلمان ایسی حرکت کرے وہ مرتد ہے اور ذمی کرے تو حربی غدار ہے اور جو مسلمانوں کی شان میں بکتی تھی اگر اسلام کی مدعی تھی تو اسے سزا اور تعزیر ہے نہ کہ ہاتھ وغیرہ کاٹنا کیونکہ قصاص کے سوا یہ گناہ اور نفرت کی شے ہے۔

اور مالک اور دارقطنی نے صفیہ بنت ابوعبید سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دو شیزہ سے بدکاری کا ارتکاب کیا اور اعتراف کیا تو آپ نے اسے کوڑے لگوائے اور فدک کی طرف جلا وطن کر دیا اور ابو یعلیٰ نے محمد بن حاطب سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے چوری کی درآں خالیہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے ہوئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تیرے لئے کوئی سزا نہیں پاتا سوائے اس کے جس کا تیرے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فیصلہ فرمایا جب تیرے قتل کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ تجھے زیادہ جانتے تھے پس آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

اور مالک نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کی کہ یمن والوں میں سے ایک شخص دربار خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں شکایت کی کہ یمن کے حاکم نے اس پر ظلم کیا ہے وہ رات کو نماز پڑھتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیری رات کسی چور کی رات نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا کا زیور گم ہو گیا تو وہی شخص تلاش میں ان کے ساتھ گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یا اللہ اسے پکڑ لے جس نے اس اچھے گھر والوں کی چوری کی۔ پس وہ زیور ایک زرگر کے ہاں مل گیا جس نے بتایا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی یہ زیور لایا تھا۔ چنانچہ اس نے اعتراف کر لیا۔ یا اس پر گواہی قائم ہو گئی پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اس کی اپنے لئے بددعا اس پر اس کی چوری سے زیادہ سخت تھی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ درہم قیمت کی ڈھال میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔
 اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابوصالح سے روایت کی کہ جب یمنی لوگ حضرت ابوبکر رضی
 اللہ عنہ کے زمانے میں آئے اور انہوں نے قرآن کریم سنا تو رونے لگے تو صدیق اکبر رضی
 اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اسی طرح تھے پھر دل سخت ہو گئے۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل قوی اور مطمئن ہو گئے۔

اور بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی آپ کے اہل بیت کے بارے میں
 نگہبانی کرو۔ ابو عبید نے غریب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا:
 وہ خوش نصیب ہے جو کہ فتنے برپا ہونے سے پہلے اوائل اسلام کے زمانے میں فوت ہو گیا
 اور مالک اور اربعہ نے قبصہ سے روایت کی کہ ایک دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 کے پاس وارثت میں اپنا حصہ مانگنے کے لئے آئی تو آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ
 کی کتاب میں حصہ درج نہیں نہ ہی میری معلومات کے مطابق رسول پاک علیہ السلام کی
 سنت میں تیرا حصہ ہے۔ تو واپس چلی جا یہاں تک کہ میں لوگوں سے پوچھ لوں۔ آپ نے
 لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
 فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہی
 کچھ کہا جو مغیرہ بن شعبہ نے کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا حق نافذ فرما دیا۔

اور مالک اور دارقطنی نے قاسم ابن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کی نانی اور دادی
 دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث کا مطالبہ لئے حاضر ہوئیں تو
 آپ نے نانی کو میراث دے دی۔ تو حضرت عبدالرحمن بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے جو
 کہ بدری صحابی ہیں اور وہ بنی حارثہ میں سے آخری ہیں آپ سے کہا کہ اے خلیفہ رسول علیہ
 السلام! آپ نے اسے حصہ دیدیا کہ اگر وہ مر جاتی تو وہ اس کی وارث نہ ہوئی۔ تو آپ نے

اسے دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت رفاعہ کی بیوی کی حدیث روایت کی جسے طلاق ہو گئی تھی اور اس کے بعد اس نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ وہ اس سے مقاربت نہ کر سکے۔ اور اس نے رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو اس کی حلاوت چکھے اور اتنے الفاظ حدیث صحیح میں ہیں۔ اور عبدالرزاق نے اتنا اضافہ کیا کہ وہ بیٹھی رہی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتایا کہ اس نے اس سے مقاربت کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسے اس کے پہلے شوہر کی طرف لوٹنے سے روک دیا۔ اور کہا: اے میرے اللہ! اگر اس کی طرف سے رفاعہ کی طرف لوٹنا گناہ ہے تو اس کا دوبارہ نکاح کا منصوبہ پورا نہ ہو۔ پھر وہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے دور خلافت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے بھی اسے روک دیا۔

اور بیہقی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ عمرو بن العاص اور شریک بن حبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں قاصد کے طور پر شام کی راہ سے سبزے کے پھول دے کر بھیجا۔ جب وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے اسے برا جانا تو عقبہ نے عرض کی اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ ہمارے ساتھ یہی برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تو نے ہمیں فارس اور روم پر قیاس کیا۔ میری طرف کوئی پھول نہ بھیجا جائے خط اور خبر ہی کافی ہے۔

اور بخاری نے حضرت قیس بن حازم سے روایت کی فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک خاتون کے پاس پہنچے جس کا نام زینب تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ گفتگو نہیں کرتی۔ تو فرمایا اسے کیا ہے بات نہیں کرتی؟ کہا گیا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا: بات کرو یہ طریقہ جائز نہیں۔ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس نے گفتگو شروع کر دی۔ کہنے لگی: آپ کون ہیں؟ فرمایا: مہاجرین سے ایک ہوں۔ کہنے لگی کون سے مہاجرین سے

فرمایا: قریش سے، کہنے لگی کون سے قریش سے؟ فرمایا: تو بہت سوال کرنے والی ہے میں ابو بکر ہوں۔ کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے بعد جو یہ امر صالح ہمیں عطا فرمایا ہے اس پر ہماری بقاء کیونکر ہوگی؟ فرمایا جب تک تمہارے ائمہ ثابت قدم رہیں گے کہنے لگی ائمہ کیا ہوتے ہیں؟ فرمایا کیا تیری قوم میں رئیس اور سردار نہیں ہیں جو کہ انہیں حکم دیں تو وہ ان کا حکم مانتے ہیں؟ کہنے لگی کیوں نہیں۔ فرمایا بس یہی لوگوں پر امام ہیں۔

اور بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: کہ میرے والد بزرگوار کا ایک غلام تھا۔ آپ نے اس پر ایک یومیہ مقرر کر رکھا تھا اور آپ اس کی کمائی سے کھایتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ کھالیا غلام کہنے لگا: آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے دور جاہلیت میں ایک شخص کے لئے کہانت کی تھی اور مجھے اچھی طرح کہانت کا علم حاصل نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے اسے دھوکا دیا۔ آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز عطا کی۔ اور اسی سے آپ نے کچھ کھایا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھاقے کر کے سب کچھ نکال باہر پھینکا۔

اور امام احمد نے زہد میں ابن سیرین سے روایت کی فرمایا: کہ میں نے ابو بکر کے سوا کسی کو نہیں دیکھا جس نے کھایا ہو اطعام عمداً کر کے نکال دیا ہو۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اور نسائی نے اسلم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر پر جھانکا دیکھا کہ آپ نے اپنی زبان پکڑ رکھی ہے اور فرما رہے ہیں کہ: اسی نے مجھے کئی حادثوں سے دوچار کیا۔ اور ابو عبید نے غریب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے تو انہیں فرمایا کہ اپنے پڑوسی سے مت جھگڑو یہ یہیں رہے گا اور لوگ چلے جائیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبات اور ملفوظات

اور ابن عسا نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے تو کہتے الحمد لله رب العالمین میں اس کی حمد کرتا ہوں اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ میں اس سے موت کے بعد عزت مانگتا ہوں کیونکہ میری اور تمہاری اجل آگئی۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمدًا عبدہ ورسولہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والے ڈرانے والے اور سراج منیر بنا کر بھیجا تا کہ آپ اسے ڈرائیں جو کہ زندہ ہے اور کفار پر حجت ثابت ہو جائے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کے امر سے وابستگی کا حکم دیتا ہوں جو اس نے تمہارے لئے مشروع فرمایا اور اس کی وجہ سے تمہیں بلندی بخشی۔ کیونکہ کلمہ اخلاص کے بعد اسلام کی ہدایت کا مجموعہ اس کا حکم سننا اور اس کی طاعت کرنا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر کا متولی قرار دیا۔ کیونکہ جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والوں کی اطاعت کی بیشک کامیاب ہوا اور اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اپنے آپ کو خواہش کی پیروی سے بچاؤ۔ اس لئے کہ وہ شخص بامراد ہو جسے خواہش۔ طمع اور غضب سے بچالیا گیا۔ اور اپنے آپ کو فخر سے دور رکھو۔ اس کا فخر کیسا جو مٹی سے پیدا کیا گیا پھر مٹی کی طرف لوٹتا ہے پھر اسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔ پھر وہ آج زندہ اور کل مردہ۔ پس ہر روز عمل کرو ہر گھڑی عمل کرو۔ اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔ اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ سارا کام ہی صبر کے ساتھ ہے۔ اور احتیاط کرو کہ احتیاط نفع دیتی ہے۔ اور عمل کرو کہ عمل قبول کیا جاتا ہے۔ اور ہر اس چیز سے بچو جس کے عذاب سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے اور اس میں جلدی کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے۔ سمجھو۔ اور سمجھتے جاؤ۔ بچو اور بچتے رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے وہ سب کچھ بیان فرما دیا ہے جس نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا۔ اور جس کی وجہ سے

تم سے پہلے لوگ نجات پا گئے۔

اس نے تمہارے لئے اپنی کتاب میں حلال و حرام کو بیان فرما دیا۔ جو اعمال واجب ہیں اور جو مکروہ ہیں۔ میں تمہاری اور اپنی بہتری میں کمی نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی طاقت اور قوت نہیں۔ اور جان لو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے اعمال میں جس قدر خلوص اختیار کیا تو تم نے اپنے پروردگار ہی کی اطاعت کی اور اپنے حصے ہی کی حفاظت کی۔ اور تم نے اپنے دین کے لئے اپنی طرف سے کوئی اچھا کام کیا ہے اسے اپنے مستقبل کے لئے نوافل بنا لو۔ تاکہ تم اپنے اسلاف کا حق پورا دے سکو اور تمہیں ضرورت اور حاجت کے وقت اجر عطا کیا جائے۔ پھر اے اللہ کے بندو! اپنے گزشتہ بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں غور و فکر کرو کہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا اس تک پہنچ چکے اور اس پر کھڑے ہیں اور موت کے بعد شقاوت و سعادت پا چکے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس کے اور اس کی مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں جس کی وجہ سے اسے خیر عطا فرمائے اور وہ اس سے برائی کا رخ طاعت اور امر کی پیروی کے بغیر نہیں پھیرتا۔ کیونکہ اس خیر میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد آگ ہے۔ اور اس شر میں کوئی شر نہیں جس کے بعد جنت ہے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور تمہارے لئے اور اپنے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اور ابن ابی الدنیانے۔ امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے: کہاں ہیں حسین و جمیل چہروں والے اپنی جوانی پر ناز کرنے والے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر آباد کئے اور قلعے بنائے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں جنگ کے میدانوں میں غلبہ دیا جاتا تھا۔ زمانے نے جب انہیں فنا کر دیا ان کے اعضا کمزور ہو گئے اور قبور کی تاریکیوں میں چلے گئے۔ جلدی کرو۔ بچو، بچو۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا نیکوں کو درجہ بدرجہ قبض کر لیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ کھجور اور جو کے چھلکے کی طرح ردی قسم کے باقی رہ جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے یا اللہ! میری اچھی عمر اس کا آخری حصہ کر دے۔ میرا اچھا عمل اس کا خاتمہ کر دے اور میرے دنوں کا اچھا دن تیری ملاقات کا دن کر دے۔

اور امام احمد نے زہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے: اے میرے اللہ! میں تجھ سے وہ کچھ مانگتا ہوں جو کہ انجام کار میں میرے لئے بہتر ہو۔ اے میرے اللہ! تو مجھے جو سب سے آخری خیر عطا فرمائے وہ جنات نعیم میں تیری خوشنودی اور بلند درجات ہوں۔ اور عروہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو رو سکے وہ روئے اور جو رو نہیں سکتا وہ رونے کی شکل بنائے۔ اور مسلم بن یسار سے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا: مسلمان کو ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ مصیبت اور تسمہ ٹوٹنے میں بھی۔ اور اس پونجی میں جو کہ اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے پھر وہ اسے گم پاتا ہے جس سے اسے پریشانی لاحق ہوتی ہے پھر اسے اپنی جیب سے مل جاتی ہے اور میمون بن مہران سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لمبے پروں والا پرندہ لایا گیا آپ نے اسے اوپر نیچے پھیرا پھر فرمایا کہ کوئی شکار نہیں کیا جاتا نہ ہی کوئی درخت کاٹا جاتا ہے مگر اس تسبیح کی وجہ سے جو اس نے ضائع کر دی۔ اور بخاری نے ادب میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں صنابھی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بھائی کی دعادینی ایمانی بھائی کے حق میں قبول کی جاتی ہے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عبید بن عمر سے انہوں نے لبید شاعر سے روایت کی کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ آپ

نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ اس نے کہا اور ہر نعمت کو ضرور زائل ہونا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاعر کبھی حکمت کی بات کہہ جاتا ہے۔

فصل۔ اللہ تعالیٰ سے شدید خوف پر دلالت کرنے والے

آپ کے کلمات کے بیان میں

امام احمد اور حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باغ میں داخل ہوئے آپ نے درخت کے سائے میں ایک پرندہ دیکھا۔ پس آپ نے لباسانس لیا اور فرمایا اے پرندے! تو کس قدر خوش بخت ہے پھل کھاتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور حساب سے پاک واپس پھرے گا۔ اے کاش ابو بکر تیرے جیسا ہوتا۔

اور امام احمد نے زہد میں عمران الجولی سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ میں کسی مرد مومن کے پہلو کا بال ہوتا۔ اور ابن عساکر نے اصمعی سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی جاتی تو عرض کرتے: یا اللہ تو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنے آپ کو ان سے زیادہ جانتا ہوں۔ یا اللہ! مجھے اس سے بہتر کر دے جو کہ وہ میرے متعلق گمان کرتے ہیں۔ اور مجھے وہ معاف فرما جس کا انہیں علم نہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کی وجہ سے مجھے مواخذہ نہ فرمانا۔ اور امام احمد نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کی فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے یوں ہوتے جیسے درخت کی شاخ۔ فرمایا کہ مجھے بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی طرح ہوتے تھے۔

اور حسن نے روایت کی فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میری تمنا ہے کہ میں یہ درخت ہوتا جسے کھالیا جاتا کاٹ دیا جاتا۔ اور قتادہ سے روایت کی فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تمنا ہے کہ میں سبزہ ہوتا جسے مویشی کھا لیتے اور حضرت حمزہ بن حبیب سے روایت کی فرمایا: میں حضرت ابو بکر رضی

اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی وفات کے وقت حاضر ہوا۔ وہ اپنے تکیے کو دیکھنے لگا۔ جب اس کی وفات ہو گئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو دیکھا کہ تکیہ کی طرف دیکھتا تھا۔ جب اسے تکیہ سے علیحدہ کیا گیا تو اس کے نیچے دس دینار پائے گئے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اے فلاں! میں گمان نہیں کرتا کہ تیرا چہرا ان کے مطابق وسعت رکھتا ہے۔ اور حضرت ثابت بنانی سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس شعر کی مثال دیا کرتے تو ہمیشہ محبوب کو موت کی خبر دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ تو ہی وہ ہو جائے اور آدمی کبھی ایسی تمنا کرتا ہے کہ اس کے آگے مر جائے۔

اور ابن سعد نے سیرین سے روایت کی۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس چیز سے جس کا علم نہ ہو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی نہیں ڈرتا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس چیز سے جس کا علم نہ ہو عمر سے زیادہ کوئی نہیں ڈرتا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک فیصلہ پیش ہوا۔ آپ کو اس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی اصل نہ ملی نہ ہی سنت میں کوئی قول ملا۔ تو فرمایا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر نادرست ہو تو میری طرف سے اور میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

فصل۔ خواب کی تعبیر کے بیان میں

سعید بن منصور نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا گویا ان کے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ آپ نے یہ خواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ تعبیر کہنے والے تھے۔ فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیرے گھر میں زمین والوں کے بہترین تین حضرات دفن کئے جائیں گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو فرمایا: اے عائشہ! تیرے چاندوں میں سے یہ سب سے بہتر ہیں۔

اور حضرت عمر بن شرمیل بن حسنہ سے بھی روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پیچھے سیاہ بکریاں ہیں اور ان کے پیچھے اس قدر سفید بکریاں ہیں کہ اب ان میں سیاہی نظر نہیں آتی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ سیاہ بکریاں تو عرب ہیں اور یہ کثرت سے ہوں گے اور سفید بکریاں عجمی ہیں جو کہ اس قدر مسلمان ہوں گے ان کی کثرت کی وجہ سے ان میں عرب نظر نہیں آئیں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کے وقت فرشتے نے یہی تعبیر بیان کی۔ اور اسی کی ابو یعلیٰ سے روایت ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک کنوئیں سے پانی کھینچ رہا ہوں میرے پاس سیاہ بکریاں آئیں اور ان کے پیچھے سفید بکریاں آئیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور مجھے اجازت فرمائیں تو اس کی تعبیر بیان کروں۔ پس آپ نے اس کی مثل تعبیر بیان کی۔

اور ابن سعد نے محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تعبیر کہنے والے تھے۔ اور ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کی۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان فرمایا کہ میں اور تو ایک سیڑھی کی طرف دوڑے اور میں تجھ سے اڑھائی درجے آگے نکل گیا۔ عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت اور رحمت کی طرف کھینچ لے گا اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال زندگی بسر کروں گا۔

اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں ابو قلابہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں دیکھتا ہوں کہ خواب میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں مقاربت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور پھر ایسا نہ کرنا۔

اور بیہقی نے ابو معشر کے طریق سے ان کے بعض مشائخ سے روایت کی کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں ایک شخص کو کسی قوم پر امیر مقرر کرتا ہوں جن میں اس سے بہتر لوگ ہوتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ زیادہ بالغ النظر اور فنون حرب کا زیادہ ماہر ہوتا ہے اور ابو نعیم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ سے عرض کی گئی: اے خلیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اہل بدر کو حاکم کیوں نہیں بناتے۔ فرمایا: مجھے ان کے مرتبے کا علم ہے لیکن میں انہیں دنیا کے ساتھ آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور امام احمد نے زہد میں اسماعیل بن محمد سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مال تقسیم کیا اور لوگوں کو برابر برابر حصہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں میں برابر تقسیم فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا دنیا تو بقدر کفایت ہے اور بہتر کفایت وہ جس میں وسعت ہو۔ اور ان کی فضیلت تو ان کے اجر میں ہے۔ اور امام احمد نے زہد میں ابو بکر بن حفص سے روایت کی فرمایا مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موسم گرما میں نقلی روزے رکھتے اور سردیوں میں چھوڑ دیتے۔ اور ابن سعد نے حیان الصالح سے روایت کی۔ فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انگٹھی کا نقش نعم القادر اللہ تھا۔

(فائدہ)۔ طبرانی نے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: ان چار کے سوا ہمیں ایسے چار حضرات کا علم نہیں کہ جنہوں نے اپنے بیٹوں سمیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہو۔ حضرت ابو قحافہ، ان کا بیٹا ابو بکر صدیق، ان کا بیٹا عبد الرحمن اور ابو عتیق بن عبد الرحمن جس کا نام محمد ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا: مہاجرین میں سے سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کا باپ اسلام نہیں لایا۔

(فائدہ) ابن سعد اور بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ سن رسیدہ حضرت ابو بکر اور ہبل بن عمرو بن بیضاء رضی اللہ عنہما تھے۔

(فائدہ) بیہتی نے دلائل میں حضرت أسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی جب فتح مکہ کا سال تھا ابو قحافہ کی ایک بیٹی نکلی۔ چند گھوڑ سواروں نے اسے جا پایا۔ اس کی گردن میں چاندی کا طوق تھا۔ ایک شخص نے وہ طوق کاٹ کر اس کی گردن سے اتار لیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں میری بہن کا ہار؟ کوئی نہ بولا۔ پھر دوسری دفعہ آپ نے یہی کہا۔ پھر کوئی نہ بولا۔ پھر تیسری مرتبہ کہا جب بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تو فرمایا: اے میری بہن۔ اپنے ہار کی بابت اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کر اللہ تعالیٰ کی قسم آج لوگوں میں امانت قلیل ہے۔ یہ اس کا خلاصہ ہے جو کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں ذکر فرمایا۔ اور جو جامع صغیر میں ذکر فرمایا تو طبرانی نے کبیر میں اور ابراہیم نے حلیہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار وزراء کے ساتھ میری مدد فرمائی۔ دو آسمان والوں سے جو کہ جبریل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور دو زمین والوں سے جو کہ ابو بکر اور عمر ہیں رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن شاہین نے سنت میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں میں تصرف فرمانے والا رب کریم پسند نہیں فرماتا کہ زمین میں ابو بکر صدیق غلطی کرے۔ اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے خاص صحابی ہوتے ہیں جب کہ میرے خاص صحابی ابو بکر اور عمر ہیں۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں۔ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس حضرات جنت میں ہیں۔ نبی جنت میں ہیں ابو بکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے، علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، زبیر بن العوام جنت میں ہے، سعد بن ابی مالک

جنت میں ہے، عبد الرحمن بن عوف جنت میں ہے، اور سعید بن زید جنت میں ہے۔ اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک سختی کا حکم دیتا ہے۔ جب کہ دوسرا نرمی کا حکم دیتا ہے۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ ایک جبریل اور دوسرا میکائیل اور دونی ہیں جن میں سے ایک نرمی کا حکم دیتا ہے جب کہ دوسرا سختی کا۔ اور دونوں درست ہیں حضرت ابراہیم اور نوح علیہما السلام۔ اور میرے دو ساتھی ہیں ان میں سے ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا۔ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما

اور خطیب نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی۔ اس میں سے ایک حصہ یہ ہے کہ ہر شے کا پر ہے اور اس امت کے پر حضرت ابو بکر اور عمر ہیں۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے خلیل اختیار کرتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ سب سے زیادہ تعاون ابو بکر نے کیا۔ اپنی جان و مال کے ساتھ میری دلجوئی کی۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی۔ اور ابن التجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو بکر اور عمر کو میں نے مقدم نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مقدم فرمایا۔ اور امام احمد نے اپنے زوائد میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے کبھی ایسا نفع نہیں دیا جو کہ ابو بکر کے مال نے دیا۔

اور ابن قانع نے حجاج السہمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسے دیکھو کہ ابو بکر اور عمر کو برائی سے یاد کرتا ہے تو وہ تو اسلام کے بارے میں بدگوئی کرنا چاہتا ہے اور اسی سے ہے کہ میرے بعد والوں کی پیروی کرنا ابو بکر اور

عمر کی۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اس میں سے ہے کہ میرے بعد میرے اصحاب میں سے ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرنا عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کے ساتھ وابستگی اختیار کرنا اور اس میں سے بھی ہے کہ مجھ سے ابو بکر اور عمر ایسے مرتبے پر ہیں جیسے سر میں کان اور آنکھ۔ اور اس میں سے ہے کہ نبی کے علاوہ ابو بکر سب لوگوں سے بہتر ہے۔ نیز فرمایا ابو بکر غار میں میرا ہدم اور ساتھی ہے۔ مسجد میں کھلنے والا ہر جھروکا بند کر دو سوائے ابو بکر کے جھروکے کے نیز فرمایا ابو بکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابو بکر دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ نیز فرمایا ابو بکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے، علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، زبیر جنت میں ہے، عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہے، سعد ابن ابی وقاص جنت میں ہے، سعید بن زید جنت میں ہے اور ابو عبیدہ عامر بن الجراح جنت میں ہے۔

اور خطیب نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو بکر اور عمر ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔ اور جنت میں ابو بکر یوں ہوگا جیسے آسمان میں ثریا ستارہ۔ اور ابراہیم نے حلیہ میں حضرت ہبل بن ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ابو بکر، عمر اور عثمان واصل بحق ہو جائیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو مر جا۔ اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (قرآن کریم کی سورۃ تحریم میں مذکورہ) صالح المؤمنین ابو بکر اور عمر ہیں اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے خاص صحابی ہوتے ہیں اور میرے خاص صحابی ابو بکر اور عمر ہیں اور ابن ماجہ اور ابن عساکر نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر ہیں جبکہ میرے دو وزیر اور ساتھی ابو بکر اور عمر ہیں اور حاکم نے ابو سعید الخکیم سے روایت کی انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میرے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو

وزیر زمین والوں سے ہیں۔ آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین والوں سے ابوبکر اور عمر۔

اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس کے لئے زمین کھلے گی وہ میں ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں۔ پھر ابوبکر و عمر سے کھلے گی پھر اہل حرمین مدینہ و مکہ سے کھلے گی۔ پھر میں ان دونوں کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔ اور نسائی، ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان سے ہے جب کہ ان کا بغض کفر ہے اور انصار کی محبت ایمان سے ہے اور ان کا بغض کفر ہے اور عرب کی محبت ایمان سے ہے اور ان کا بغض کفر ہے تو جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جس نے ان میں میرے جذبات کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اس کی حفاظت کروں گا۔

اور تاریخ خمیسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی کہ یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا اور ان کے سینے میں روح داخل فرمائی۔ مجھے حکم دیا کہ جنات عدن سے ایک سیب نکال لاؤں۔ میں نکال لایا اور حضرت آدم کے حلق میں اس کے پانچ قطرے ڈالے۔ پہلے قطرے سے آپ کو پیدا فرمایا۔ جبکہ دوسرے سے ابوبکر کو تیسرے سے عمر کو۔ چوتھے سے عثمان کو اور پانچویں سے علی کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہی مراد ہے۔

”وہو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصہرا وکان ربک قدیرا“۔

پس بشر سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نسب و صہر سے ابوبکر،

عمر، عثمان اور علی مراد ہیں۔ انتہی

اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ اگر میں حلف اٹھا کر کہوں تو سچ ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح انور کو اور ابو بکر۔ عمر کو ایک ہی طینت سے تخلیق فرمایا۔ پھر انہیں اس طینت کی طرف لوٹا دیا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس طینت سے پیدا کئے جانے والوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اور اسی سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ پر مدینہ عالیہ کی فضیلت کی دلیل اخذ کی ہے کیونکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق فرمائی۔ اور آپ بہترین خلایق ہیں تو آپ کی مٹی سب مٹیوں سے بہتر ہے۔ اور آپ کو قبر انور کی جگہ کی طینت سے پیدا کیا گیا پس وہ جگہ اس کے ساتھ ملنے والے تمام قطعات سے زیادہ شرف کی مستحق ہے۔

حکایت۔ فضل اللہ بن القاضی نصر الغوری کسائی نے اپنی کتاب میں حکایت بیان کی ہے کہ امیر اسماعیل حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے عداوت رکھتا تھا اور اپنی حکومت کی طاقت کی وجہ سے اس کا اظہار کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ آپ کی دونوں جانب حضرت ابو بکر و عمر نہیں جبکہ آپ کے سامنے اور ارد گرد صحابہ کرام ہیں رضی اللہ عنہم۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اسماعیل! میرے اصحاب سے تو کیا چاہتا ہے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز بلند اور ہیبت کی وجہ سے مرعوب ہو کر بیدار ہوا اور سات سال تک بخار میں مبتلا رہا۔ اس سے روز بروز کمزوری بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک دفعہ اس کا بھائی نصر اس کے پاس آیا اور تنہائی میں کہنے لگا کہ اے بھائی! تیری بیماری لمبی ہو گئی۔ اگر تو عورت سے محبت کرتا ہے جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے تو مجھے بتا دے کہ میں اس بارے میں تیرے لئے کوئی چارہ کروں۔ اسماعیل نے کہا: مجھے ایسا کوئی عارضہ نہیں۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت اور آپ کی اس بلند آواز کا اثر ہے جس میں آپ نے مجھے فرمایا: تو میرے اصحاب سے کیا چاہتا ہے؟ میں گھبرا کر اٹھا جب کہ مجھے بخار چڑھا ہوا تھا۔

اس کے بھائی نصر نے کہا: اے بھائی! تو نے مشکل حل کر دی۔ یہ تو آسان کام ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سچی توبہ کرو۔ اور اپنے دل سے صحابہ کرام کا بغض نکال دو اور اس کی جگہ ان کی محبت جاگزین کرو۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے گا۔ اسماعیل نے اسی وقت توبہ کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں معذرت کی۔ صحابہ کرام سے محبت کرنے لگا۔ چند ہفتے نہیں گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔ اور اسی کا مصداق وہ حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن سب کو حساب کے لئے پیش ہونا پڑے گا؟ فرمایا ہاں سوائے ابوبکر صدیق کے۔ کیونکہ اس کے لئے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو یہاں بیٹھ جا اور لوگوں کی شفاعت کر اور اگر چاہے تو جنت میں داخل ہو جا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جاگزیں ہو جائیں گے تو جہنمیوں کو ایسی بدبو آئے گی کہ اس کی وجہ سے ان پر ستر گناہ عذاب بڑھ جائے گا۔ وہ پوچھیں گے یا اللہ! یہ بدبو کیا ہے؟ تو داروغہ جہنم کہے گا کہ یہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والوں کی بدبو ہے۔

حکایت:

وہب بن منبہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے قیصر کے وزیر کو مسلمان دیکھا جبکہ وہ نصرانی تھا۔ اس کی طرف نصری انگلیوں سے اشارے کرتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے اسلام کی طرف کس چیز نے بلایا؟ کہنے لگا۔ میں سمندر کا سفر کر رہا تھا کہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختی پر بیٹھا رہ گیا جس کے ذریعے میں ایسے جزیرے میں جا پہنچا جس میں بڑے بڑے درخت تھے جن کا ایک پتہ آدمی کو ڈھانپ لے۔ انہیں پیر کی مانند پھل لگا ہوا تھا۔ کھجور سے زیادہ میٹھا جس میں گٹھلی نہیں تھی۔ میں نے وہ پھل کھایا اور پانی پیا۔ دل میں سوچا کہ یہیں رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمائے۔ جب رات تاریک ہوئی میں نے شدید گردار بجلی کی سی آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔ ”لا الہ الا اللہ العزیز الفار محمد رسول اللہ النبی المختار ابوبکر صاحب الفار عمر الفاروق“

حسن الجوار۔ عثمان بن عفان بری من النار (آگ سے بری) علی ابن ابی طالب قاصد الکفار“ (کفار کی کمر توڑنے والے) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب ارباب فضیلت و خیر۔ جب سورج طلوع ہوا تو دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی ہے کہ اس جیسا حسین قد اور چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کا سر لڑکی جیسا گردن شتر مرغ جیسی اور پنڈلیاں نیل جیسی ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا دین کیا ہے؟ میں نے کہا نصرانیت۔ اس نے کہا مسلمان ہو جا سلامتی سے رہے گا۔ میں اسلام لے آیا پھر اس نے کہا کہ کیا تو واپس شہر کو لوٹنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ ابھی یہاں سے سواری گزرے گی ہم اسے تیرے لئے ٹھہرائیں گے اسی اثنا میں ہمارے قریب سے ایک سواری گزری جو کہ بادبانی کشتی تھی وہ رک گئی اور کشتی والوں کو صورت حال کا علم نہیں۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کیا انہوں نے مجھے سوار کر لیا میں نے انہیں اپنا سارا واقعہ بیان کیا تو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ وہب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تو نے ایک عجیب واقعہ دیکھا۔

حکایت:

حضرت ضبہ بن محسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے حاکم تھے۔ جب ہمیں خطبہ دیتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگنا شروع کر دیتے فرماتے ہیں کہ ان کی اس عادت سے مجھے غصہ آیا۔ اور میں نے کہا کہ حضرت عمر کے صاحب (ابو بکر صدیق) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ اسے ان پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور کئی جمعوں سے آپ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محسن مجھ پر میرے خطبے کے بارے میں اعتراض کرتا ہے۔ آپ نے لکھ بھیجا کہ اسے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے مجھے ان کی طرف بھیج دیا میں وہاں حاضر ہوا آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عمر باہر آئے اور پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا: ضبہ بن محسن کہنے

لگے تیرے لئے مرحبا اور اهلا وسہلا نہیں۔ میں نے کہا کہ مرحب یعنی وسعت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رہے اہل تو یہاں میرا اہل ہے نہ مال۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ کسی جرم کے بغیر آپ نے مجھے بصرہ سے یہاں طلب کرنے کا جواز کیسے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا میرے عامل اور تیرے درمیان کیا ماجرا ہوا؟ ضبہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے میرا المؤمنین! اب میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں۔ وہ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بعد آپ کے لئے دعا کرنا شروع کر دیتے ہیں مجھے اس بات کا غصہ لگا میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ کا ان کے صاحب کے متعلق کیا عقیدہ ہے جس پر آپ انہیں فضیلت دیتے ہیں اور انہوں نے کئی جمعوں میں ایسا ہی کیا۔ پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تجھے حق کی توفیق و ہدایت زیادہ حاصل ہے کیا تو مجھے میرا گناہ معاف کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ ضبہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر زار و قطار روتے ہوئے فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم ابو بکر کی ایک رات اور ابو بکر کا ایک دن عمر اور آل عمر سے کہیں بہتر ہے کیا میں تیرے سامنے ان کی رات اور دن کا تذکرہ کروں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں اے امیر المؤمنین۔ فرمایا: رات تو یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے بیچ کر مکہ معظمہ سے چلے جانے کا ارادہ فرمایا تو رات کو نکلے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے چلے پھر کبھی آٹھے چلنا شروع کر دیتے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر یہ کیا؟ ایسا کرنے کی کیا وجہ؟ عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے آگے کسی کے کہیں گاہ میں بیٹھنے کا خیال آ جاتا ہے تو آگے نکل جاتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ کوئی پیچھے سے نہ آجائے تو پیچھے نکل جاتا ہوں۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ مجھے آپ کی سلامتی کی فکر ہے۔ عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر انگلیوں کے بل چلتے رہے حتیٰ کہ زخمی ہو

گئیں۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ پاؤں مبارک زخمی ہو گئے ہیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اور تیز چلتے ہوئے آپ کو غار کے دہانے پر لے آئے۔ یہاں آپ کو اتار دیا۔ اور عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس میں آپ نہ جائیں پہلے مجھے جانے دیں۔ اس میں گر کوئی موذی شے ہو تو وہ ایذا مجھے پہنچے۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ آپ غار میں داخل ہوئے اور اس میں کچھ نہ پایا۔ پس آپ کو اٹھا کر غار میں لے گئے۔ اور غار میں شگاف تھا جس میں سانپ اور اڑدھاتھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں اپنا پاؤں اس خطرے کے پیش نظر ٹھونس دیا کہ اس سے کوئی موذی شے نکل کر سرکار علیہ السلام کو تکلیف نہ دے اور سانپ کے ڈسنے کی تکلیف سے آنسو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر ڈھلکنے لگے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ کہ اے ابو بکر! غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سیکنہ یعنی اطمینان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نازل فرمایا۔ یہ تو ہے آپ کی رات۔

رہا آپ کا دن تو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔ ان کے بعض نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر آیا اور اپنے طور پر خیر خواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی میں نے آپ سے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں کو الفت دلائیں اور نرمی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ دور جاہلیت میں سخت گیر اور اسلام میں کمزور اور بزدل ہو؟ میں کس بات میں ان سے الفت کا برتاؤ کروں؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہو گئے وحی ختم ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی بھی روک کر جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے میں اس کے عوض ضرور ضرور ان سے جنگ لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نفس الامر کی

طرف ہم سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے۔ تو یہ ہے آپ کا دن۔ رضی اللہ عنہ وارضاه پھر آپ نے اپنے عامل حضرت ابوموسیٰ کی طرف ملامت آمیز خط لکھا۔ انتہی اور میں نے جو بعض کتابوں میں دیکھا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے تیرہ درہم میں پالان خریدا اور آپ نے عازب سے فرمایا کہ براء کو حکم دیں کہ پالان اٹھا کر میرے ساتھ چلے۔ عازب کہنے لگے کہ پہلے آپ مجھے بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی سرگذشت کیا ہے جبکہ آپ مکہ معظمہ سے نکلے اور مشرکین نے آپ کا پیچھا کیا؟ فرمایا: ہم مکہ معظمہ سے یعنی غار ثور سے نکلے اور رات دن چلتے رہے حتیٰ کہ دوپہر ہو گئی اور میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی سایہ ملے جس کے نیچے ذرا ستائیں۔ میں نے ایک چٹان دیکھی وہاں پہنچا تو کچھ سایہ نظر آیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کبل بچھایا پھر عرض کی: یا رسول اللہ آپ لیٹ جائیں۔ چنانچہ آپ لیٹ گئے۔ پھر میں ماحول کا جائزہ لینے کے لئے باہر نکل آیا کہ دیکھوں کوئی تعاقب میں آتا ہوا نظر آئے۔ اچانک ایک چرواہے پر نظر پڑی جو کہ چٹان کی طرف بکریاں لے جا رہا تھا اس کا مقصد بھی وہی تھا جو میرا تھا یعنی کہیں سایہ ملے میں نے اس سے پوچھا تو کس کا غلام ہے؟ غلام نے کہا کہ فلاں کا۔ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا جسے میں پہچانتا تھا۔ میں نے کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے۔ میں نے کہا میرے لئے دودھ نکالو گے؟ کہنے لگا: جی ہاں۔ میں نے اسے حکم دیا اس نے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں پھر میں نے اسے اس کے تھنوں سے غبار جھاڑنے کا حکم دیا پھر اسے کہا کہ اپنی ہتھیلیاں جھاڑ لو۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر ہاتھ جھاڑے اور میرے لئے تھوڑا سا دودھ نکالا۔ اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک چرواہے کو منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔ میں نے دودھ پر وہ پانی ڈالا یہاں تک کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ میں واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اتنے میں آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نوش فرمائیں۔

چنانچہ آپ نے وہ مشروب نوش فرمایا۔ حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا۔ اور میں نے عرض کی: یا رسول اللہ کوچ کا وقت ہو چکا ہے۔ فرمایا ہاں۔

پس ہم نے کوچ کیا جبکہ قوم ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ لیکن سراقہ بن مالک بن جشم کے سوا ہم تک کوئی نہ پہنچا وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے رو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تعاقب کرنے والا ہم تک پہنچ گیا فرمایا: ابو بکر! غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ جب سراقہ قریب آیا اور ہمارے اور اس کے درمیان دو تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے رو کر عرض کی: یا رسول اللہ! طلب ہم تک پہنچ گئی۔ فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اپنی جان کے خطرے سے نہیں روتا بلکہ مجھے آپ کے متعلق تشویش ہے آپ نے اس کے خلاف دعا کی۔ عرض کی: یا اللہ: ہمارے لئے اس سے کفایت فرما جس کے ساتھ تو چاہے اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنسی گیا وہ اس سے کود گیا اور کہنے لگا: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے اس مصیبت سے خلاصی عطا فرمائے اللہ تعالیٰ کی قسم میں تعاقب میں میرے پیچھے آنے والے کو آپ کے متعلق اندھیرے میں رکھوں گا یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں۔ آپ کا گزر فلاں وادی میں میرے اونٹوں اور بکریوں پر سے ہوگا آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے اونٹوں اور بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چلتے رہے اور میں آپ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ ہم مدینہ عالیہ رات کے وقت پہنچے۔ ہم نے قرعہ اندازی کی کہ کن کے ہاں اتریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج کی رات حضرت عبدالمطلب کے نہال بنی نجار کے ہاں نزول کروں گا۔ میں اس سے انہیں عزت بخشوں گا۔ پس ہم مدینہ عالیہ آئے اور راستے میں گھروں کی چھتوں پر بچے اور خدام کھڑے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر کہا۔ جو صبح ہوئی تو حضور چلے حتیٰ کہ وہاں اترے جہاں آپ کو حکم تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ۱۶ ایامہ نماز پڑھتے رہے جبکہ آپ چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ یہودی بے وقوفوں نے کہا کہ انہیں ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر کہ یہ پہلے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ فرمادے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی تھی وہ نماز ادا کرنے کے بعد نکلا اور اس کا گزر انصار کی ایک جماعت پر ہوا جو کہ بیت المقدس کی طرف نماز عصر میں رکوع میں تھے۔ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے جبکہ آپ نے رخ انور کعبہ کی طرف پھیر لیا ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے جس کا ہم پر گزر ہوا حضرت مصعب بن عمیر ہیں جو کہ بنو عبدالدار بن قصی میں سے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ کہنے لگے یہ آپ اور آپ کے اصحاب پیچھے تشریف لارہے ہیں۔ پھر حضرت عمار بن یاسر۔ سعد بن ابی وقاص عبد اللہ بن مسعود اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں تشریف لائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ہاں قدم میمنت لزوم نہ فرمایا یہاں تک کہ میں نے مفصلات میں سے چند سورتیں پڑھ لیں پھر ہم قافلے کی ملاقات کے لئے نکلے تو ہم نے دیکھا کہ قافلہ اتر چکا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن قتییبہ سے بخاری تک ان کی سند کے ساتھ روایت کی گئی۔ پس آپ سابقین میں اول، اول الخلفاء۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی، آپ کے بعد ساری مخلوق سے بہتر۔ لوگوں میں مقدم کئے جانے کے زیادہ لائق اور امانت کے زیادہ مستحق ہیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن اہل اسلام نے آپ کی خلافت پر اجماع فرمایا۔ اور آپ کی حاکمیت میں ہی مصلحت امت

دیکھی۔ جب آپ کا حسن دیانت اور جمال عبادت دیکھ لیا تو سب آپ کی طاعت میں داخل ہو گئے۔ آپ کی وجہ سے اسلام کی شیرازہ بندی ہوئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں استقامت کا حق ادا کر دیا۔ آپ امت کے رفیق۔ رعایا پر شفیق بزرگ صفات اعلیٰ، اخلاق اور بلند درجات سے موصوف تھے۔ آپ منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے دستبردار ہو گئے۔ اور آپ نے خرچ کرنے۔ ایثار زہد اور فقر کی زندگی کو ترجیح دی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنا سب کچھ اعلانیہ اور خفیہ خرچ کر دیا غار میں آپ کے رفیق گھر میں آپ کے ہدم، مہاجرین اور انصار کے سردار۔ بہتے آنسوؤں والے۔ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں غور و فکر کرنے والے اور دنیا سے کٹ کر عاقبت کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے والے تھے۔

حضرت زید بن ارقم نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کو ایک برتن پیش کیا گیا۔ جس میں پانی اور شہد تھا جب آپ نے اسے منہ کے قریب کیا تو اس قدر روئے کہ پاس بیٹھنے والوں کو رلا دیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے اور ساتھی بھی خاموش ہو گئے۔ پھر رونے لگے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔ طبیعت میں افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ پر یہ گریہ کیوں طاری ہو گیا؟ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کسی شے کو اپنے سے پرے ہٹانے لگے اور فرمانے لگے مجھ سے دور ہو جا۔ مجھ سے دور ہو جا۔ جبکہ میں نے آپ کی خدمت میں کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کسی شے کو دور ہٹا رہے ہیں جبکہ میں آپ کے پاس کسی کو نہیں دیکھتا؟ فرمایا: یہ دنیا ہے جو کہ اپنے مشمولات سمیت میرے سامنے آگئی ہے۔ تو میں نے اسے فرمایا: دور ہو جا بس وہ پرے ہو گئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ مجھ سے بچ گئے ہیں آپ کے بعد والے مجھ سے نہیں بچ سکیں گے۔ پس مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ دنیا مجھے مل گئی ہو۔ اس وجہ سے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

آپ کا ایک غلام تھا جو کہ بدخلق تھا۔ ایک رات وہ آپ کے پاس کھانا لے کر آیا۔

آپ نے اس سے ایک لقمہ اٹھا لیا۔ کہنے لگا: اے ابو بکر! کیا وجہ آج آپ نے مجھے پوچھا نہیں جبکہ ہر رات آپ مجھ سے پوچھ لیتے تھے۔ فرمایا کہ بھوک کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اب بتاؤ یہ کہاں سے لائے ہو۔؟ کہنے لگا کہ دور جاہلیت میں میرا گزرا ایک قوم سے ہوا۔ میں نے ان کے لئے ٹونا ٹونکا کیا۔ انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آج میرا وہاں سے گزر رہا تو ان کے ہاں شادی تھی انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا جو آپ کے پاس لے آیا ہوں۔

فرمایا: تجھ پر افسوس تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ آپ نے حلق میں ہاتھ داخل کیا اور قے کرنے لگے مگر لقمہ نہیں نکلا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ صرف پانی سے نکلے گا۔ آپ نے پانی منگوایا۔ اور پینے لگے اور قے کرنے لگے یہاں تک کہ اسے نکال باہر پھینکا۔ آپ سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے یہ سب تکلیف اس حقیر سے لقمے کی خاطر اٹھائی؟ فرمایا: اگر یہ میری جان لے کر نکلتا تو بھی میں اسے نکالتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس جسم کی نشوونما حرام سے ہوئی تو اس کے زیادہ لائق آگ ہے۔ تو مجھے ڈرتھا کہ کہیں میرا جسم اس لقمہ سے نشوونما پائے۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جمعین سے اسی کے معنوں جیسی ملتی جلتی روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت

اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے عمر! اللہ سے ڈرو اور تجھے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دن میں بعض ایسے کام ہیں جنہیں رات کو قبول نہیں فرماتا اور رات میں بعض کام ہیں جنہیں دن میں قبول نہیں فرماتا۔ اور وہ فرائض کی ادائیگی کے بغیر نوافل قبول نہیں فرماتا۔ اور قیامت کے دن جن کے وزن ثقیل ہوں گے تو صرف اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں حق کی اتباع کی اور اس کا بوجھ اٹھایا۔ اور قیامت کے دن جس میزان میں حق رکھا گیا اس کا حق ہے کہ ثقیل ہو۔ اور قیامت کے دن جس کے وزن ہلکے ہوں گے تو صرف اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں باطل کی پیروی کی اور اسے ہلکا پایا۔ اور جس میزان میں باطل رکھا گیا اس کا حق ہے کہ کل کو ہلکا

ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر فرمایا تو ان کے اچھے اعمال کے ساتھ فرمایا اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمایا۔ تو جب تو انہیں یاد کرے تو کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان سے نہ مل سکوں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا تذکرہ فرمایا تو ان کے برے اعمال کے ساتھ فرمایا۔ تو جب تو انہیں یاد کرے تو کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کے ساتھ ہو جاؤں۔ پس بندہ راغب و راضی رہے۔

اللہ تعالیٰ پر تمنا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اگر تو نے میری وصیت کی حفاظت کی تو کوئی غائب چیز تجھے موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ اور وہ تجھے آنے والی ہے۔ اور اگر تو نے میری وصیت ضائع کر دی تو کوئی غائب چیز تیرے نزدیک موت سے زیادہ بری نہ ہوگی اور تو اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عظیم خطبہ

حضرت اسید بن صفوان جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا سے مروی ہے کہ جب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ مدینہ عالیہ میں کھرام برپا ہو گیا۔ لوگ اس طرح رو رہے تھے جس طرح کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے دن روتے تھے۔ آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے دوڑتے دردناک انداز میں کہتے ہوئے آئے کہ نبوت کی خلافت ختم ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ اس گھر کے دروازے پر پہنچے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو بکر: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص دوست، مونس، معتمد، رازدار اور صاحب مشورہ تھے۔ آپ اسلام لعنہ میں ساری قوم میں اول، ایمان میں بہت مخلص، یقین میں نہایت پختہ، اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ مشقت اٹھانے والے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سب سے زیادہ محتاط،

اسلام میں سب سے زیادہ مناقب والے، نیکیوں کی سبقت میں سب سے افضل بلند مرتبہ، وسیلہ میں سب سے زیادہ قریب، سیرت، عادت، رحمت، فضیلت اور خلق کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے بزرگ مقام والے۔ سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں انتہائی مکرم اور آپ کے ہاں معتمد خصوصی تھے۔

پس اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں آپ بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل فرمودہ کتاب میں آپ کو صدیق فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ سچ لے کر آئے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔ الذی جاء بالصدق یعنی سچائی لانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصدیق کرنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت معاونت کی جب لوگوں نے بخل کیا۔ اور آپ تکالیف میں ان کے ساتھ اس وقت ثابت قدم رہے جب لوگ بیٹھ رہے۔ آپ نے کٹھن حالات میں بہترین طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا جبکہ آپ دو کے دوسرے تھے۔ غار میں حضور کے ساتھی جن پر سکون نازل فرمایا گیا اور ہجرت میں ان کے رفیق تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت خوب جانشینی کا شرف پایا۔ آپ نے امر خلافت جس پامردی سے نبھایا کسی نبی کا جانشین نہیں نبھاسکا۔ آپ اس وقت قائم رہے جب آپ کے ساتھی ست پڑ گئے اور آپ نے اس وقت بہادری کا مظاہرہ کیا جب اوروں سے کوتاہی ہوئی۔ اور آپ قوی رہے جب کہ دوسرے کمزور پڑ گئے۔ اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں کو لازم کیا جبکہ دوسروں سے بے توجہی ہوئی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ تھے۔ آپ نے منافقوں کی ذلت، کفار کی سرکوبی، حاسدین کی کراہت، فاسقوں کے کینے اور

باغیوں کے غیظ و غضب کے ساتھ جھگڑا کیا۔ آپ امر حق پر قائم رہے جب وہ بزدل ہو گئے۔ آپ نے حق فرمایا جب انہوں نے سرکشی کی۔ آپ کی آواز سب سے مدہم تھی جبکہ آپ کی بات بہت موثر، رائے بڑی محتاط، شخصیت انتہائی بے نیاز، معاملات کو اچھی طرح پہچاننے والے اعمال میں پیکر شرافت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ دین کے پیشوا اور منتظم ہیں۔ پہلے اس وقت جب لوگ اس سے بھاگنے لگے اور آخر میں اس وقت جب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ ایمان والوں کے لئے مہربان باپ تھے جبکہ وہ آپ کے عیال بن گئے تو آپ نے ان کے وہ بوجھ برداشت کئے جنہیں اٹھانے میں وہ کمزور پڑ گئے۔ انہوں نے جسے بے مقصد چھوڑ دیا آپ نے اس کی نگہداشت فرمائی۔ جسے انہوں نے ضائع کر دیا آپ نے اس کی حفاظت فرمائی کہ آپ کو ان کی جہالت کا علم تھا۔

آپ اس وقت ثابت قدم رہے جب وہ کمزور پڑ گئے۔ آپ نے صبر فرمایا۔ جب وہ گھبرا گئے۔ آپ کی رائے کے ساتھ وہ اپنی کامیابی کی طرف لوٹے تو انہیں کامیابی اور عزت ملی جس کا انہیں گمان تک نہ تھا۔ آپ کفار کے لئے عذاب و قہر اور ایمان والوں کے لئے رحمت اور خوشحالی تھے آپ کی حجت غلط نہ ہوئی اور آپ کی بصیرت کمزور نہ ہوئی۔ آپ کی ذات کبھی بزدل نہ ہوئی۔ آپ کا دل مرعوب نہ ہوا۔ اللہ کی قسم آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہاڑ کی طرح تھے جسے ہوا کے طوفان ہلانہ سکے اور زبردست حوادث زائل نہ کر سکے۔ اور بلاشبہ اسی طرح تھے جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنی صحبت میں اور مال و منال میں سب سے زیادہ خدمت گزار ہے۔ اور جیسا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو جسم کا کمزور اللہ تعالیٰ کے حکم میں قوت والا۔ اپنی ذات میں متواضع، اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت والا، پرہیزگاروں کی نظر میں جلیل القدر۔ ان میں عظیم المرتبت، کمزور تیرے نزدیک قوت و الاعزازت والا ہے یہاں تک کہ تو اس کے لئے اس کا حق دلا دے اور قوت و عزت والا تیرے نزدیک کمزور ذلیل ہے یہاں تک تو اس سے حق لے لے۔ اس مسئلہ میں نزدیک اور دور تیرے ہاں برابر ہیں۔ سب سے زیادہ تیرے قریب وہ ہے جو کہ ان میں

سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ طاعت گزار ہے۔ تیرا قول حکمت ہے۔ تیرا حکم بردباری اور احتیاط ہے تیری رائے علم اور پختہ ارادہ ہے۔ تیری وجہ سے آتشیں بجھ گئیں۔ حق نے اعتدال پایا ایمان قوی اور اسلام پختہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہوا اگرچہ کافروں کو برا لگے۔ آپ نے خلائق کو محو گریہ کر دیا۔ آسمان میں آپ کا صدمہ بہت بڑا ہے آپ کی مصیبت نے مخلوق کی کمر توڑ دی۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس کے لئے اس کا حکم مان لیا اللہ تعالیٰ کی قسم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی وفات جیسا صدمہ اہل اسلام کو کبھی نہیں ہوگا۔ آپ دین کی عزت، حفاظت، جماعت اور پناہ گاہ تھے اور ایمان والوں کے مددگار اور کافروں پر سخت تھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت کی گفتگو کے دوران پوری قوم خاموش ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر روئے کہ آوازیں بلند ہو گئیں۔ اور سب نے بیک آواز کہا اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد! آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ

اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے کہا: اے میرے باپ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ پر رونق رکھے۔ آپ کے لئے آپ کی کوششیں قبول فرمائے۔ آپ دنیا سے روگردانی کر کے اسے ذلیل کرنے والے تھے اور آخرت کی طرف توجہ کر کے اسے عزت بخشنے والے تھے اور اگرچہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے شدید حادثہ آپ کا صدمہ ہے اور آپ کے بعد سب سے بڑی مصیبت آپ کا تشریف لے جانا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب آپ کے حسن تعزیت کی بات کرتی ہے اور آپ کے لئے استغفار کے ساتھ آپ کو اچھا عوض عطا کرتی ہے۔ آپ پر سلام ہو جو کہ آپ کی آرام گاہ سے کبھی جدا نہ ہو و السلام۔

اور میں نے جو کتاب المستطرف میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد مٹی ہاتھ سے جھاڑتے ہوئے یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ ہے چلے گئے جن سے میں محبت کرتا تو اے دنیا! تجھ پر سلام۔ میرے لئے عیش کا ذکر مت کر کہ۔

ان کے بعد عیش حرام ہے۔ میں دودھ پینے والا بچہ ہوں جس کا دودھ چھڑا لیا گیا اور بچے کو دودھ چھڑانے سے تکلیف ہوتی پانچوں ہے اور میں نے سلطان العلماء عز بن عبد السلام کی یہ تحریر دیکھی۔ کہ اپنے دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں بمنزلہ محمد رسول اللہ والذین معہ قرار دے لے۔ اور آپ کے ساتھی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سیدنا ونبی محمد وعلی جمیع النبیین والمرسلین الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں جب اللہ تعالیٰ نے نور حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا فرمایا تو ملائکہ آپ کے سامنے کھڑے ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پر سلام پڑھتے جبکہ آدم علیہ السلام نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں چاہتا ہوں۔ کہ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھوں لہذا اسے میرے اعضاء میں اس سے کسی عضو میں منتقل کر دے تاکہ میں اسے دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت میں منتقل فرما دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نور محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کی شہادت کی انگلی میں چمک رہا ہے تو اسے بلند کیا اور کہا اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ۔ اسی لیے اس انگلی کو مسیحہ کہتے ہیں۔

عرض کی اے میرے رب کریم! کیا میری پشت میں اس نور کا کچھ باقی رہ گیا ہے فرمایا ہاں آپ کے اصحاب ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کا نور باقی ہے۔ تو حضرت عمر کا نور آپ کے انگوٹھے میں ابو بکر کا نور درمیانی انگلی میں عثمان کا نور اس کے ساتھ والی انگلی میں جبکہ علی کا نور چھنگلی انگلی میں رکھ دیا۔ اور یہ انوار آپ کے ہاتھ میں اس لئے متجلی کئے تاکہ انہیں دیکھ کر ان پانچوں کی محبت میں پختگی حاصل کریں۔ ہم ان چاروں میں سے کسی ایک کے اور حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فرق نہیں ڈالتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کو ایک ساتھ جمع فرمادیا اور فرمایا محمد رسول اللہ والذین معہ۔ انتھی اور میں نے تفسیر درمنثور سے اذا جاء نصر اللہ کی تفسیر میں جو نقل کیا ہے یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں کہ جب ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس میں صراحتاً قرآن کریم نازل نہیں ہو اور نہ ہی اس بارے میں آپ کی طرف سے سنت جاری ہوئی تو کیا کریں؟ فرمایا: اسے عبادت گزار مسلمانوں کے درمیان مشورہ کے ساتھ حل کرنا۔ کسی خاص رائے کے ساتھ فیصلہ نہ کرنا۔ اگر میں کسی کو خلیفہ بنانے والا ہوتا تو تجھ سے زیادہ قدر نہ ہوتا کیونکہ تو اظہار اسلام میں پہلے ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی اور داماد ہے۔ اور تیرے ہاں ایمان والی خواتین کی سردار ہے۔ اور کہا گیا یہ اس تکلیف کی بناء پر ہے جو کہ میری اور نزول قرآن کی وجہ سے ابوطالب نے برداشت کی۔ اور میں ان کی اولاد میں اس کی رعایت کو پسند کرتا ہوں۔

اور ابن مردویہ نے ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں۔ خطیب نے تالی التلخیص میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ نازل ہوئی تو حضرت عباس، حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو اگر آپ کے بعد یہ امر ہمارے لئے ہو تو اس میں قریش ہمارے ساتھ عداوت نہ کریں۔ اور اگر ہمارے علاوہ دوسروں کے لئے ہو تو آپ سے عرض کریں کہ ہمارے لئے اس کی وصیت فرمادیں آپ نے نہ کر دی۔ عباس فرماتے ہیں کہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ سب کچھ ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور وحی پر ابو بکر کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور وہ وصیت قبول کرنے والا ہے۔ پس اس کا حکم سننا اور اطاعت کرنا ہدایت اور درستی پر ہو گے۔ اور اس کی اقتداء کرنا مقصد پا لو گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پس عرب کے فتنہ ارتداد میں۔ آپ کے ساتھیوں نے مخالفت کی تو حضرت عباس کے سوا

حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کے ساتھ کسی نے موافقت نہ کی اور نہ ہی اس امر میں آپ کی پشت مضبوط کی اور نہ ہی آپ کی معاونت کی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تمام اہل زمین کی رائے ان دونوں کی رائے کے برابر نہ تھی۔

اور جلال الدین سیوطی نے اپنی تاریخ میں حضرت علی بن عبد اللہ الہاشمی الرقی کی طرف اپنی سند کے ساتھ ابن العدیم سے روایت کی۔ فرمایا: میں ملک ہند میں داخل ہوا میں نے اس کی بعض بستیوں میں بڑے پتوں والا خوشبودار سیاہ گلاب دیکھا جس پر سفید خط کے ساتھ لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔ عمر الفاروق۔ مجھے اس میں شک گزرا اور میں نے خیال کیا کہ خود لکھا گیا ہے۔ میں نے اس پھول کا رخ کیا جو ابھی کھلا نہیں تھا میں نے اسے کھولا تو اس میں اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ اور اس شہر میں ایسے بے شمار پھول تھے۔ جبکہ اس بستی والے پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہی نہ تھے۔ انتھی

اور کتاب روایات الصحابہ میں فرمایا کہ ہمیں ابو عبد اللہ محمد بن علی بن نصر الثعلبی نے بے شمار راویوں سے بیان کیا انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب ہم غار میں تھے میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں کی طرف دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟ یہ حدیث حسن صحیح متفق علیہ ہے ابو عبد اللہ ہمام بن یحییٰ بن دینار العدوی کی حدیث سے انہوں نے ابو محمد ثابت بن اسلم البنانی سے انہوں نے ابو حمزہ سے انہوں نے خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک انصاری سے انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ اسے بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں روایت کیا۔ اور مسلم نے بھی اسے فضائل میں روایت کیا۔ اور یہ حدیث اصول دین میں توکل علی اللہ اور اس پر اعتماد کرنے اور تمام معاملات اسی

کے سپرد کرنے کے بارے میں مضبوط دستور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کفایت، عنایت اور حفاظت نہ ہوتی تو تعاقب کرنے والا دشمن اس سے کس قدر قریب ہے جو کہ بالکل اس کے پاؤں کے نیچے غار میں اس کے سامنے ہے۔ اور اس سے یوں کہنا بھی جائز قرار پاتا ہے کہ اگر یوں ہو تو معاملہ یوں ہو جائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گفتگو پر اعتراض نہیں فرمایا جبکہ آپ ان کی حالت جانتے ہیں۔ صرف یہ تشبیہ فرمائی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کا تیسرا ہے اور ان دونوں کے ساتھ ہے اور اسی نے ان سے دشمنوں کو دور رکھا اور ان تک نہیں پہنچنے دیا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات دونوں پر اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کے شکر یہ کے طور پر کہی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مذکورہ امر اور وجہ شکر کو ثابت رکھا۔ اور جتلا یا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع فرمایا اور وہ ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

انتہی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

اور میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ دور جاہلیت میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر تھے آپ کے اسلام کا سبب یہ ہوا کہ سرزمین شام میں ایک دن آپ نے اپنی خواب میں دیکھا کہ سورج اور چاند آپ کی گود میں اتر آئے۔ پھر آپ نے ان دونوں کو ہاتھ میں لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ بیدار ہو کر نصاریٰ کے ایک راہب کی طرف چلے کہ اس سے خواب کے متعلق پوچھیں۔ راہب کے پاس آ کر آپ نے اس سے خواب کی بابت سوال کیا اور اس سے تعبیر چاہی۔ راہب نے پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ فرمایا: مکہ سے کہنے لگا کس قبیلے سے؟ فرمایا بنی تیم سے۔ پوچھا کیا کام کرتے ہیں؟ فرمایا: تجارت۔ کہنے لگا آپ کے دور میں ایک شخص کا ظہور ہوگا جسے محمد الامین کہا جائے گا اور

وہ بنی ہاشم کے قبیلے سے ہوگا۔ اور وہ آخر الزمان نبی ہوگا۔ گروہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں اور ان میں جو کچھ بھی ہے پیدا نہ فرماتے۔ نہ ہی آدم اور دیگر انبیاء و مرسلین کو پیدا کرتا۔ اور وہ سید الانبیاء اور ختم المرسلین ہوگا۔ آپ اس کے دین میں داخل ہوں گے۔ اس کے وزیر اور اس کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے۔ یہ ہے خواب کی تعبیر۔ اور میں نے اس کی نعت اور صفت انجیل اور زبور میں بھی پائی۔ اور میں اسلام لایا اور ایمان قبول کیا اور میں نے نصاریٰ کے خوف سے اپنا اسلام چھپا رکھا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت سنی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہوئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق بڑھ گیا۔ مکہ معظمہ آئے تو آپ کو پایا۔ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ کہ ایک ساعت بھی دیکھے بغیر نہیں گزرتی جب معاملہ ذرا طویل ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ان سے فرمایا: اے ابو بکر تو ہر روز میرے پاس آتا ہے۔ میرے ساتھ بیٹھتا ہے اور اسلام نہیں لاتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نبی ہیں تو معجزہ ضروری ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا: کیا تجھے وہ معجزہ کافی نہیں جو تو نے شام میں دیکھا اور راہب نے تیرے لئے اس کی تعبیر بیان کی اور تجھے اپنے اسلام کی خبر دی؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو فوراً کہہ اٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ اسلام لائے اور خوب اسلام لائے۔
انتہی

اور حضرت عکرمہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول و نزاعنا ما فی صدورہم من غل الخ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا بیس در بیس میل لمبا سرخ یا قوت کا تخت لایا جائے گا جس میں کوئی شکاف اور پیوند نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ معلق ہوگا اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر پہلے تخت کی صفت کے مطابق زرد یا قوت کا تخت لایا جائے گا اس پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے پھر پہلے تخت جیسا ہی سبز یا قوت کا تخت لایا جائے گا اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر اسی طرح کا سفید یا قوت کا تخت لایا جائے گا اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تختوں کو حکم فرمائے گا کہ ان حضرات کو لے کر پرواز کریں۔ پس یہ تخت عرش کے سائے کے نیچے پرواز کریں گے۔ پھر ان پر تازہ سوتی کا ایسا خیمہ کھڑا کیا جائے گا کہ اگر ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق جمع کر لی جائے تو اس خیمے کے ایک گوشہ میں سما جائے۔ پھر ان کی طرف چار پیالے پیش کئے جائیں گے ایک پیالہ ابو بکر کے لئے دوسرا عمر کے لئے، تیسرا عثمان کے لئے اور چھوٹھا علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے۔ یہ حضرات ان پیالوں سے پیئیں گے اور یہ مراد بنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرور متقابلین یعنی ہم ان کے سینوں سے کینہ وغیرہ نکال دیں گے بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر آنے سائے بیٹھے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم فرمائے گا کہ اپنی موجوں کے ساتھ ظاہر ہو اور رافضی اور کافر کو منہ کے بل اس میں پھینکا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں سے پردے اٹھا دے گا اور وہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے مقامات دیکھیں گے اور کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے لوگ سعادت مند ہو گئے جبکہ ہم بد بخت ہو گئے پھر وہ جہنم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور اسی سے وہ روایت ہے جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات جبریل امین سے ہوئی۔ تو آپ نے جبریل سے فرمایا: کیا میری امت پر حساب ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ان پر حساب ہے سوائے ابو بکر کے کہ اس پر کوئی حساب نہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسے کہا جائے گا: اے ابو بکر! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو وہ کہے گا کہ میں جنت میں داخل نہیں ہوں گا حتیٰ کہ اپنے ساتھ ان کو بھی داخل کر لوں جو دنیا میں مجھ سے محبت کرتے تھے۔ اور شاید شیخ عبدالرحیم البرعی رحمۃ اللہ علیہ

نے اسی سے دلیل لیتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میں وارفتہ ہو وہ کیونکر عذاب دہ جائے گا۔

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ کا حال

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک متصل اسناد کے ساتھ مروی۔ آپ نے فرمایا: کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کی دونوں پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا؟ عرض کی: یا رسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا کے پاس سے میرا گزر ہوا اس نے مجھے کاٹ کھایا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا کہ ایک اور شخص حاضر بارگاہ ہوا پہلے کی طرح اس کی پنڈلیوں سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا؟ عرض کی: یا رسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا نے راہ چلتے کاٹ لیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آؤ اس کتیا کو قتل کر دیں۔ چنانچہ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنی تلوار اٹھائی۔ جب وہاں پہنچے اور اسے تلواریں مارنے کا ارادہ کیا تو کتیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لیٹ گئی اور اس نے صاف فصیح زبان میں عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے قتل نہ کریں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہوں۔ فرمایا: تو نے ان دو شخصوں کو کیوں کاٹا؟ کہنے لگی: یا رسول اللہ میں جنات میں سے ہوں مجھے حکم ہے کہ جو شخص ابوبکر اور عمر کی شان میں بکواس کرے اسے کاٹ کھاؤں۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم نے سنا نہیں یہ کتیا کیا کہتی ہے؟ کہنے لگا ہاں یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہیں۔

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ سے

شیطان کی پناہ مانگنا

اور اسی اسناد کے ساتھ عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تیسرا ہمارے پاس نہیں تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی؟ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے بتاؤں کہ قیامت کے دن ادھیڑ عمر جنتیوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان سے عظیم المرتبت کون ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! مجھے آپ کی حیات طیبہ کی قسم۔ فرمایا: یہ دو حضرات جو آرہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں متوجہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول پاک علیہ السلام مسکرائے پھر رخ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے یہاں تک کہ وہ دنوں مسجد میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب ہم دونوں دارابی حنیفہ کے قریب آئے تو آپ نے ہماری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا پھر رخ انور پر کچھ ناگواری محسوس ہوئی۔ یا رسول اللہ! یہ کس لئے ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دونوں دارابی حنیفہ کی طرف پھرے تو شیطان تمہارے سامنے آ گیا اور اس نے تمہیں دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے۔ میں اسے سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا جبکہ تم اسے سن رہے تھے نہ دیکھ رہے تھے۔ اس نے دعا مانگی اور کہا: اے میرے اللہ! میں تجھ سے ان دونوں کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ان دونوں سے بغض رکھنے والوں کے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ کون ہے جو ہم سے بغض رکھتا ہے حالانکہ ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی معاونت کا شرف حاصل کیا اور رب العالمین کی طرف سے آپ جو کچھ بھی لے کر آئے ہم نے اس کا اقرار کیا؟ فرمایا ہاں ابوبکر! ایک قوم ہے جو کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے انہیں رافضی کہا جائے گا حق سے کٹ جائیں گے اور قرآن شریف کی غلط

تاویلات کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں ان کا ذکر فرماتا ہے: بحرفون الکلم عن مواضعہ۔ اللہ کے کلمات کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں۔

عرض کی: یا رسول اللہ! جو شخص ہم سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کیا سزا ہے؟ فرمایا: اے ابوبکر تجھے یہی کافی ہے کہ ابلیس ملعون اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے کہ اسے تم سے بغض رکھنے والوں کے عذاب میں مبتلا فرمائے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! یہ تو اس کی سزا ہے جس نے بغض کیا۔ تو ہم سے محبت کرنے والے کا صلہ کیا ہے؟ فرمایا تم دونوں اپنے اعمال سے اسے ہدیہ عطا کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ کو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں اپنا چوتھائی اجر ہبہ کیا۔ یعنی ایمان لانے کے وقت سے لے کر وفات تک کے اعمال کا اجر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اسی کی مثل اجر ہبہ کیا۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں لکھ دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شیشہ پکڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کا بندہ عتیق بن ابوقحافہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ۔ اس کے رسول علیہ السلام اور حاضر مسلمانوں کو گواہ بنایا کہ میں نے ایمان لانے کے دن سے وفات کے دن تک اپنے عمل کا چوتھائی دنیا میں مجھ سے محبت کرنے والوں کے لئے ہبہ کیا اور میں نے لکھ دیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اسی طرح حضرت عمر نے لکھا۔ جب لکھنے سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! رب کریم آپ پر سلام فرماتا ہے اور آپ کو خصوصی تحفہ اور عزت عطا فرماتا ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے کہ آپ کے دونوں صحابیوں نے جو لکھا ہے دے دیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ہے وہ۔ بس جبریل علیہ السلام اسے لے کر آسمان کی طرف عروج کر گئے۔ پھر رسول پاک علیہ السلام کی طرف لوٹے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل جو تحریر مجھ سے لی تھی وہ کہاں ہے؟ عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ

کے پاس ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے گواہی فرمائی اور حاملین عرش، مجھے میکائیل اور اسرافیل کو گواہ بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ میرے پاس رہے یہاں تک کہ ابو بکر اور عمر قیامت کے دن اپنا قول قرار پورا کریں۔

دمیری کی حیوۃ الحیوان کا اقتباس

اور میں نے حیوۃ الحیوان سے جو کچھ نقل کیا ہے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ اصحاب کہف دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انہیں وارد دنیا میں نہیں دیکھیں گے۔ البتہ آپ اپنے افضل صحابہ کرام میں چار حضرات کو انکی طرف بھیج دیں تاکہ وہ انہیں آپ کا پیغام پہنچادیں اور انہیں آپ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیسے بھیجوں؟ عرض کی آپ اپنی چادر بچھائیں اور اس کے گوشوں میں سے ہر ایک گوشے پر ایک کو بٹھا دیں۔ پہلے پر حضرت ابو بکر کو، دوسرے پر حضرت عمر کو، تیسرے پر علی کو اور چوتھے پر حضرت ابوذر غفاری کو رضی اللہ عنہم۔ پھر اس ہوا کو حکم دیں جو کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے تابع فرمان کی گئی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا ہوا انہیں اٹھا کر غار کے دہانے پر لے گئی۔ جب یہ حضرات دروازے کے قریب ہوئے تو اس سے ایک پتھر اکھاڑا۔ کتا انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور بھونکنے لگا اور حملہ آور ہوا۔ لیکن جیسے ہی انہیں دیکھا سر کو حرکت دی دم ہلائی اور سر کے ساتھ گویا اشارہ کرنے لگا کہ غار میں داخل ہو جائیں۔ پس یہ حضرات غار میں داخل ہو گئے اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی ارواح لوٹا دیں پس وہ سب کھڑے ہو گئے اور جواب دیا وعلیکم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں۔ اور تبلیغ کی وجہ سے تم پر بھی سلام۔ پھر سب کے سب گفتگو کرتے ہوئے بیٹھے رہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے آپ کا دین قبول کیا۔ اور کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سلام پہنچادیں۔ پھر اپنی خواہگا ہوں

میں لیٹ گئے اور آخر زمانے تک کے لئے اپنی استراحت میں چلے گئے۔ امام مہدی اپنے ظہور کے وقت انہیں سلام فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرمائے گا پھر یہ اپنی استراحت کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پھر قیامت تک نہیں اٹھیں گے۔

امام ابی ربیع سلیمان کی کتاب الشفاء کا اقتباس

اور میں نے ابو ربیع سلیمان بن سبع کی کتاب الشفاء میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے بعد یا جوج ماجوج کے بعد چالیس سال کی عمر پائیں گے تو اصحاب کہف آپ کے حواری ہوں گے اور آپ کی معیت میں حج کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے حج نہیں کیا۔ انتھی۔ پھر ہم ثعلبی کے سیاق کی طرف لوٹتے ہیں فرمایا: پھر یہ حضرات اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے انہیں کیسا پایا؟ اور انہوں نے جواب دیا؟ عرض کی: یا رسول اللہ! ہم ان کے پاس پہنچے اور انہیں سلام کہا تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور ہمارے سلام کا جواب دیا ہم نے انہیں آپ کا پیغام پہنچایا۔ تو انہوں نے قبول کیا اور وہ متوجہ ہوئے اور سب نے گواہی دی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔ اور انہوں نے اس اعزاز پر کہ آپ کا ظہور ہوا اور آپ کے قاصدان تک پہنچے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اور وہ حضور پر سلام عرض کر رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ! میرے اور میرے اصہار و احباب کے درمیان جدائی نہ ڈالنا۔ اور اس کی مغفرت فرما جس نے مجھ سے میرے اہل بیت سے اور اصحاب سے محبت کی۔ انتھی

امام جلال الدین السیوطی کی تفسیر کا اقتباس

اور میں نے علامہ عبدالرحمن جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی سورۃ البقرہ کی تفسیر میں زیر آیت واذا لقوا الذین آمنوا قالوا امنا دیکھا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔ سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ لوگ باہر نکلے کہ سامنے سے چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ عبداللہ بن ابی اپنے

اتھیوں سے کہنے لگا ذرا دیکھنا میں (معاذ اللہ) ان بے وقوفوں کو تم سے کس طرح دور کرتا ہوں چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا میں صدیق کو مر جبا کہتا ہوں جو کہ بنی تیم کا سردار، شیخ الاسلام، غار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثانی اپنی جان و مال رسول علیہ السلام پر نثار کرنے والا ہے۔

دیکھو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خوبیاں کس قدر مشہور ہیں حتیٰ کہ شدت منافقت کے وجود منافقین ان کا انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اور تکلیف صرف ان کے مذاق اڑانے کی تھی پس نفسی تباہ و برباد ہوں کس قدر جاہل اور احمق ہیں۔

امام احمد المقریزی کی کتاب تجرید التوحید کا اقتباس

اور جو مطلق تعبد والا ہو اسے کسی معین طریق عبادت میں کوئی غرض نہیں ہوتی جو اسے کسی دوسرے طریق پر ترجیح دے۔ اس کی غرض تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ تو علماء کو دیکھے تو اسے تو ان کے ساتھ دیکھے اور اسی طرح ذکر کرنے والوں۔ خیرات کرنے والوں ارباب جمعیت اور دل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور روکنے والوں کے ساتھ۔ تو فرد جامع ہوتا ہے جو کہ ہر راستے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرتا ہے اور ہر گروہ کی جمعیت میں اسی کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ اور یہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کے تے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا ذہن میں حاضر کر کہ کیا تم میں سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے کھلایا۔ فرمایا کیا آج تم میں سے کسی نے روزے کے ساتھ صبح کی؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ فرمایا تم میں سے آج کسی نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ فرمایا آج تم سے کوئی جنازے کے ساتھ چلا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں

یہ حدیث عبدالغنی بن ابی عقیل کے طریق سے یوں روایت کی گئی ہمیں نعیم بن سالم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: آج کس نے روزہ رکھا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ فرمایا: آج کس نے صدقہ دیا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ فرمایا: آج جنازے میں کون حاضر ہوا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے۔ فرمایا: تیرے لئے واجب ہوگئی تیرے لئے واجب ہوگئی یعنی جنت۔ اور نعیم بن سالم کے بارے میں گرچہ کلام کی گئی ہے لیکن ابن وردان نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور اس کی اس حدیث سے اصل صحیح ملتی ہے جس سے مالک نے محمد بن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اسے جنت میں ندادی جائے گی اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے۔ جو نماز والوں سے ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے ندادی جائے گی۔ اور جو جہاد والوں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ ہوگا اسے باب صدقہ سے آواز دی جائے گی۔ اور جو روزہ داروں سے ہوگا اسے باب الریان سے ندادی جائے گی۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کہ ان تمام دروازوں سے بلائے جانے والے کو ضرورت تو نہیں (کیونکہ مقصد جنت میں داخل ہونا ہے اور وہ ایک دروازے سے بلائے جانے سے بھی پورا ہو جائے گا) فرمایا: ہاں۔ اور مجھے امید ہے کہ تو انہیں میں سے ہے اسی طرح اسے امام مالک سے موصول مسند کے طور پر روایت کیا کہا یحییٰ بن یحییٰ۔ معن بن عیسیٰ اور عبد اللہ بن مبارک سے اور اسے یحییٰ بن بکیر۔ عبد اللہ بن یوسف نے امام مالک سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے حمید سے مرسل روایت کیا۔ جب کہ یہ تعننی کے نزدیک مسند ہے نہ مرسل۔ اور حدیث پاک کے الفاظ من انفق زوجین کا معنی جس نے ایک قسم کی دو چیزیں خرچ کیں جیسے دو درہم یا دو دینار۔ یا دو گھوڑے یا دو ٹمبھیں اور جس نے دو رکعت نفل پڑھے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو قدم چلا دو دن کے روزے رکھے وغیرہ۔ مراد تکرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کم سے کم تکرار اور قلیل سے قلیل اس کے وجود کا مقصد نیکی کے اس عمل پر ہمیشگی کرنا ہے کیونکہ وہ جمع کا کم سے

کم عدد ہے پس یہ ایسے ہے جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد ہوا کہ وہ بارش کی طرح ہیں جہاں بارش ہو نفع دے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور خلق کے بغیر مصاحبت کا شرف پایا۔ اور مخلوق کا ساتھ نفس کے بغیر دیا۔ انتہی

امام کسائی کی کتاب قصص الانبیاء کا اقتباس

کشتی نوح پر چار یاروں کے نام

اور کسائی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ذکر فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں جب بھی کوئی چیز بناتے رات کو اسے دیمک کھا لیتی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اس پر میری مخلوق کے نفیس لوگوں کے نام لکھ دو عرض کی: اے میرے پروردگار! تیری مخلوق میں تیرے نفیس بندے کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ابو بکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی چاروں طرف ان حضرات کے نام لکھ دیئے۔ پس کشتی محفوظ رہی۔ اور جب تو امام کسائی کے اس مذکور واقعہ کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ ملا کر سوچے و حملناہ علی ذات الواح و دسر تجری باعیننا یعنی ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کیا جو کہ ہمارے نفیس بندوں کے ذریعے چل رہی تھی تو اس میں تو سرا عظیم اور ایسی فضیلت پائے گا کہ جس کے سامنے حدیں عاجز ہیں۔

امام شعرانی کی کتاب لطائف الہمن کا اقتباس

خلفاء راشدین کا وسیلہ

اور شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی من میں سے ہے کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف حاجت ہو تو اس کی بارگاہ میں سلطان المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو سل کر کیونکہ آپ اس کا وہ دروازہ ہیں کہ اس کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں۔ اور جب تجھے نبی کریم کی طرف حاجت ہو تو آپ کی بارگاہ کی طرف آپ کے دونوں وزیروں حضرت

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے تو سل کر کیونکہ وہ دونوں حضور علیہ السلام کا دروازہ ہیں۔ آپ کے ان وزیروں کے بغیر آپ تک رسائی ممکن نہیں۔ اور جو ادب سے خالی رہا رسائی سے محروم رہا۔ اسی لیے میں نے اپنے دیوان میں اپنے استاد الشیخ محمد زین العابدین، البکری (اللہ تعالیٰ ان کے فیوض سے ہمیں مستفیض فرمائے) کی منقبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت پر مقدم کی ہے۔ کیونکہ اساتذہ ہی ان درباروں تک رسائی کا راستہ ہیں۔

بعض واقعات

شیخین کا درود

(فائدہ) بعض صلحاء نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ استاد الشیخ محمد البکری الکبیر نے شیخ ابوالسعود الجارحی رضی اللہ عنہ کے خادم سے پوچھا کہ کیا تجھے شیخ کا کوئی خاص درود شریف یاد ہے جو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے؟ عرض کی: جی ہاں۔ اور یہی برزخ میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا درود شریف ہے۔

”اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد المقدس المختار۔ النبی

السلطان النور المبین وعلی الہ وصحبہ وسلم“

جبریل کا صدیق اکبر کے لئے قیام تعظیمی

اور مجھے ہمارے شیخ عالم امت الشیخ یوسف الفیشی الماکی نے بیان فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے محو گفتگو ہوتے تو جبریل امین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ کسی اور کے لئے ایسا نہیں کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا تو جبریل عرض کرنے لگے کہ ابوبکر ازل سے میرے لئے قابل تعظیم ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ”اسجدوا“

فرمایا میں نے ایک بہت بڑا گنبد دیکھا جس پر کئی دفعہ ابو بکر ابو بکر لکھا ہوا تھا۔ اور آواز آرہی تھی کہ سجدہ کر میں ابو بکر کی ہیبت سے سجدے میں گر گیا۔ پس جو کچھ ہوا۔ ہوا اور ہمارے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری نے بھی مجھے حضرت فیشی کے بیان فرمودہ واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ بیان فرمایا۔ اور میں نے از ہر میں اپنے اکثر مشائخ سے یہ واقعہ سنا۔ اور اس کے بعد اور کیا تعریف ہوگی۔

اور بعض حفاظ حدیث یعنی بخاری نے یوں باب باندھا

”باب الامام یاتی قومًا فیصلح بینہم“

یعنی امام کسی قوم کے پاس آکر صلح کرائے۔ ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی۔ ہمیں حماد نے خبر دی۔ ہمیں ابو حازم المدینی نے خبر دی۔ انہوں نے سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنی عمرو کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لائے۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال نے اذان دی اور اقامت کہی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا آپ آگے ہو گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تشریف لائے جبکہ حضرت ابو بکر نماز میں تھے۔ سرکار علیہ السلام لوگوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ابو بکر کے پیچھے اس صف میں آکر کھڑے ہوئے جو کہ ان کے قریب تھی راوی فرماتے ہیں کہ قوم نے ایک ہاتھ دوسرے کی پشت پر مارا۔ اور حضرت ابو بکر جب نماز میں داخل ہو جاتے تو دائیں بائیں نہیں جھانکتے تھے حتیٰ کہ فارغ ہو جاتے جب آپ نے ہاتھوں کی آواز سنی کہ رکتی نہیں تو ذرا مڑ کر دیکھا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے جلوہ گر نظر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ہاتھ کے اشارے سے انہیں نماز جاری رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکر ذرا سا ٹھہرے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے پچھلے پاؤں پیچھے ہٹ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: اے ابو بکر جب میں نے تمہیں

اشارہ کر دیا تھا تو جاری رہنے سے تجھے کس نے روکا؟ عرض کی ابن قحافہ کے لائق نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرائے۔ پھر قوم سے فرمایا: جب کوئی واقعہ پیش آجائے تو چاہیے کہ مرد تسبیح پڑھیں یعنی سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ ماریں۔

تاریخ صحابہ کا اقتباس

صاحب الصحابہ نے ذکر کیا کہ علقمہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی خدمت میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو کہ اپنی یادداشت سے مصاحف لکھوا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور غصے میں آکر فرمایا تجھ پر افسوس۔ ہوش کر کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں سچ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا وہ کون ہے؟ کہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ فرمایا کہ میں اس سے زیادہ کسی کو اس کا زیادہ حقدار نہیں سمجھتا۔ اور میں تجھے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر بیدار بیٹھے تھے۔ پھر ہم باہر نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے۔ جب ہم مسجد شریف تک پہنچے تو میں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ سے کچھ سن رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ چلتے چلتے رک گئے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست کرم سے مجھے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تلاوت کرنے والے نے رکوع و سجدہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کریم کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہے جیسا کہ نازل فرمایا گیا تو چاہیے کہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ مجھے اب پتہ چلا کہ یہ عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ جب صبح ہوئی تو میں علی الصبح ان کے پاس پہنچا کہ انہیں بشارت سناؤں۔ آپ کہنے لگے کہ آپ سے پہلے ابو بکر بشارت سنا گئے ہیں میں نے ان کے ساتھ

جس کا رخیر میں بھی مسابقت کی وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔

راہب کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد کی خبر دینا

اور طلحہ نے کہا میں بصرہ کے بازار داخل ہوا تو ایک راہب اپنے گرجے میں کہہ رہا تھا کہ اس موسم میں آنے والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں اہل حرم میں سے کوئی ہے؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ہاں میں ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا احمد کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے پوچھا کون احمد؟ کہنے لگا عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا۔ یہ اس کے ظہور کا مہینہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے آخری نبی ہے۔ اور اس کے ظہور کا مقام حرم ہے اور ہجرت کا مقام کھجور۔ سنگلاخ اور غیر آباد زمین ہے پس کوشش کر کہ اس کی طرف تجھ سے پہلے کوئی نہ پہنچے۔ طلحہ کہتے ہیں کہ راہب کی گفتگو نے میرے دل میں اثر کیا۔ وہاں سے جلدی سے نکلا اور مکہ معظمہ پہنچا اور میں نے پوچھا کہ کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ابن ابوقحافہ نے یعنی ابوبکر نے اس کی پیروی بھی کر لی ہے۔ میں وہاں سے نکلا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا۔ میں نے کہا کیا تو نے اس شخص کی پیروی اختیار کر لی ہے؟ اس نے کہا: ہاں تو بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو اور ان کی پیروی کر کیونکہ وہ حق پر ہیں۔ اور حق کی طرف بلا تے ہیں۔ پس طلحہ نے حضرت ابوبکر کو راہب کی گفتگو کی خبر دی۔ اب یہ دونوں حضرات ابوبکر اور طلحہ رضی اللہ عنہما چلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور طلحہ اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماجرا بیان کیا۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور جب حضرت ابوبکر اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما دونوں اسلام لائے تو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور ایک رسی کے ساتھ باندھ دیا۔ اور بنو تیم کو اس کا علم نہ ہوا۔ نوفل بن خویلد کو قریش کا سردار لے کر بلایا جاتا تھا اسی لیے ابوبکر اور طلحہ کو قریشین یعنی دوئل بیٹھنے والے کہا جاتا ہے۔

رہا نوفل کا واقعہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے اس کا زندہ کیا جانا تو گرچہ میں نے اسے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کے سامنے پڑھا تھا لیکن میں

نے معتبر کتابوں میں نہیں دیکھا۔ اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا۔

اور مقریزی نے ذکر فرمایا: کہ بخاری نے حدیث زہری سے روایت کی فرمایا مجھے عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض الوصال میں مزاج پرسی کر کے باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! کہیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے صبح کی؟ فرمایا الحمد للہ نسجا افاقہ ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم تین دن کے بعد مرعوب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے میں بنو عبدالمطلب کے چہروں کو پہچانتا ہوں جب وہ قریب الوفا ہو جائیں۔ ہمارے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو ہم آپ سے اس امر کے متعلق پوچھ لیں۔ اگر فیصلہ ہمارے متعلق ہوگا تو ہمیں اس کا پتہ چل جائے گا۔ اور کسی اور کے متعلق ہوگا تو ہم عرض کریں گے کہ ہمارے متعلق وصیت فرمادیں۔ حضرت علی نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہم نے اس بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اور آپ نے ہمیں اس سے منع فرمادیا تو آپ کے بعد لوگ یہ ہمیں نہ دیں گے۔ اور میں اللہ کی قسم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا سوال ہرگز نہیں کروں گا۔ اور اسے محمد بن اسحاق نے زہری سے روایت کی مگر اس نے وہ الفاظ ذکر نہیں کئے جو کہ عصا میں کہے۔ اور اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ اس دن جب دوپہر ہوئی تو حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے تنہائی میں علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیا تجھے کچھ علم ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے علاوہ کسی اور کو کسی چیز کی وصیت فرمائی ہو؟ حضرت علی نے کہا: نہیں۔ پس حضرت عباس خنجر پر سوار ہو کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آئے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات سے ملاقات کی اور فرمایا: کہ کیا آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی۔

انہوں نے کہ نہیں۔ پس حضرت علی کی طرف لوٹے اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال قریب ہے ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کروں۔ پس کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے اس کی بیعت کر لی ہے اور تمہارے گھر والے بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔ ایسے کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اے چچا! ہمارے سوا اس امر کا مطالبہ اور کون کرے گا؟

اور ایک روایت میں ہے کہ عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنا ہاتھ آگے کرو میں تمہاری بیعت کروں۔ آپ نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف ہوں اور کون ہے جو اس امر میں ہم سے جھگڑا کرے گا؟ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عبدالرزاق زیادہ مضبوط ہے۔ اور ابن سعد نے کہا کہ ہمیں محمد بن عمر نے خبر دی اس نے کہا کہ ہمیں محمد ابن عبداللہ ابن اخی الزہری نے بیان کیا۔ فرمایا میں نے عبداللہ بن حسن کوزہری سے بیان کرتے ہوئے سنا۔ فرماتے ہیں: مجھے فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عباس نے کہا: اے علی کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اور حاضرین تمہاری بیعت کریں۔ کیونکہ یہ کام جب ہو جائے تو اس کی مثل لوٹا نہیں جاسکتا۔ جبکہ امر ہمارے ہاتھ میں ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ کیا ہمارے سوا اس کی کوئی خواہش رکھتا ہے؟ عباس کہنے لگے میرا گمان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہوگا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی اور سب مسجد کی طرف لوٹے تو حضرت علی نے تکبیر سنی۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ حضرت عباس نے کہا یہ وہی ہے جس کی میں نے تجھے دعوت دی لیکن تو نے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے کہا: کیا یہ ہوگا؟ عباس کہنے لگے ایسا کام کبھی رد نہیں ہوا۔ اور محمد بن عمر نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر نکلے جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت علی۔ عباس اور زبیر رضی اللہ عنہم پیچھے رہ گئے۔ یہ وہ وقت ہے جب حضرت عباس نے حضرت علی سے یہ بات کہی رضی اللہ عنہم۔

اور اسے عبدالرزاق نے زہری سے معنوی طور روایت کیا۔ عبدالرزاق نے کہا: معمر ہمیں کہتے تھے: ان دونوں میں سے تمہارے نزدیک کس کی رائے زیادہ صحیح تھی؟ ہم کہتے تھے کہ عباس۔ تو وہ انکار کرتے۔ اور عبدالرزاق نے ابن المبارک سے انہوں نے مالک سے ذکر کیا: فرمایا کہ ابن ابجز سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا تم پر قریش میں سے قلیل گھرانہ اس امر پر غالب آ گیا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ چاہیں تو میں اسے گھوڑ سواروں اور پیادوں سے بھردوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تو اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہی رہا پس اس میں سے اسلام اور اہل اسلام کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ بیشک ہم نے ابو بکر صدیق کو اس کا اہل سمجھا۔

اور مدائنی نے ابوزکریا العجلانی سے انہوں نے ابن حازم سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا جبکہ ابوسفیان آپ کے ساتھ تھے۔ پس آپ نے ابوسفیان پر اپنی آواز بلند کی تو ابوقحافہ نے فرمایا: اے ابو بکر! ابن حرب سے اپنی آواز کو پست رکھو۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی: اے ابوقحافہ! اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ گھر بنائے جو کہ بنے نہیں تھے۔ اور کئی گھر ڈھا دیئے جو کہ دور جاہلیت میں بنے ہوئے تھے اور ابوسفیان کا گھر ان میں سے ہے جنہیں ڈھا دیا گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کارکنوں کا ذکر

جب امر خلافت آپ کے سپرد ہوا تو آپ نے بنی امیہ کے کارکن مقرر کرنے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ خلیفہ بنائے گئے اور عرب مرتد ہو گئے آپ نے کئی لشکر ترتیب دیئے۔ گیارہ لشکروں پر گیارہ جھنڈے باندھے چنانچہ ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولید مخزومی کے لئے باندھا اور انہیں طلحہ بن خویلد الاسدی پھر مالک بن نویرو کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے لئے باندھا اور انہیں مسیلمہ بن یمامہ

بن المطوح بن الحارث کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا مہاجر بن ابی امیہ الحزومی کے لئے باندھا اور انہیں اسود بن کعب بن عوف العنسی کے لشکروں کے ساتھ لڑنے اور قیس بن کسوح کے خلاف ابناء (ایرانیوں کی اولاد) کی مدد کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا خالد بن سعید بن العاص بن امیہ کے لئے باندھا اور انہیں شام کے محاذوں کی طرف بھیجا۔ اور ایک جھنڈا خذیفہ بن محسن علقانی کے لئے باندھا جو کہ علقان بن شریہیل ابن عمرو بن مالک بن یزید ذی الکلاع سے تھے اور انہیں اہل دبار کی طرف بھیجا اور یہ عمان کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے۔ اور ایک جھنڈا عرفجہ بن ہرثمہ کے لئے باندھا اور انہیں مہرہ کی طرف بھیجا۔ اور حضرت شریہیل بن حسنہ کو حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے پیچھے بھیجا۔ چنانچہ جب وہ یمامہ سے فارغ ہوئے تو قضاہ میں جا ملے۔ اور ایک جھنڈا طریفہ بن حاتم کے لئے باندھا اور انہیں بنو سلیم اور ان کے ہوا زنی ساتھیوں کی طرف بھیجا اور ایک جھنڈا سوید بن مقرن بن عائد المزنی کے لئے باندھا اور انہیں تہامہ یمن کے عامل کی طرف بھیجا۔ اور ایک جھنڈا حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے لئے باندھا اور انہیں بحرین کی طرف بھیجا۔ پس ہر امیر اپنے لشکر کے ساتھ مل گیا۔ یہاں تک کہ مرتدین کی لڑائیاں ختم ہو گئیں۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق کی فتح کے لئے بھیجا۔ اور ان کے پیچھے غیلان بن غنم بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن علال بن وہیب الفہری کو بھیجا۔ اور دونوں کی قعقاع بن عمرو کے ساتھ مدد کی۔ اور شام کی طرف لشکر تیار کئے۔ پس حضرت خالد بن سعید بن العاص کو بھیجا اور ان کے پیچھے ذوالکلاع عکرمہ بن ابی جہل۔ عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ اور ایک جھنڈا یزید بن ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے عظیم لشکر کے لئے باندھا جو کہ بہت بڑا لشکر تھا جسے جنگ کے لئے بھیجا گیا اور آپ اپنے بھائی معاویہ بن ابوسفیان سے افضل تھے۔ اور انہیں خالد بن ولید کے عوض تیار کیا گیا۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا باندھا اور انہیں حمص کی

طرف بھیجا ابو عبیدہ جابیہ میں اترے۔ اور شریحیل بن حسنہ اردن میں اور کہا گیا کہ بصرہ میں اترے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریات میں اترے۔ اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کے اعمال بھی بنی امیہ سے تھے۔

پس اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ جمعین کے بعد تمام انسانی مخلوق سے افضل ہیں اور استاذ محمد البکر رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد برولی اور عارف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سمندروں سے پانی کا ایک قطرہ ہے اور یہ جیسا کہ دیکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف شکوہ ہے رافضیوں کی قلت عقل سے ہے ان کی بصیرت کس قدر بے نور اور ان کی طبیعت کس قدر قبیح ہے۔ امام شععی فرماتے ہیں کہ اگر رافضی پرندے ہوتے تو گدھے ہوتے اور اگر چار پائے ہوئے تو گدھے ہوتے کیونکہ گدھے صرف بوسیدہ ہڈیوں پر اترتے ہیں جبکہ گدھے انتہائی کند ذہن ہوتے ہیں۔

اور ابو بکر بن حجتہ نے ثمرات الاوراق میں ابن جوزی کی کتاب الحمقى، المغفلین کے نانویں باب سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ عقل مندوں کے ایک گروہ سے بے وقوفوں کے کام صادر ہوئے اور وہ انہیں درست سمجھتے ہوئے انہیں پر بھند رہے پس وہ اس ضد کی وجہ سے احمق غفلت شعار ہو گئے۔ ان میں سے پہلا احمق ابلیس ملعون ہے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے میں اپنے کو درست قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو غلط کہا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دے دے جس دن کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ پس اس کی لذت گناہ میں ڈالنے میں ہو گئی گویا وہ اس کی وجہ سے جلاتا ہے اور اپنا دائمی عذاب بھول گیا پس اس کی حماقت جیسی حماقت ہے نہ اس کی غفلت جیسی غفلت۔ صلاح الصفدی نے کہا: کہ کسی پر ایسا پتھر نہیں مارا گیا جو کہ ابونواس نے اپنے اس قول میں ابلیس لعین پر مارا ہے۔ مجھے ابلیس کی غفلت اور اس نے جو نیت ظاہر کی اس کی

خباثت پر تعجب ہے کہ اس نے سجدہ کرنے میں آدم پر تکبر کیا اور اس کی اولاد کو کھینچنے والا بن گیا۔

ابلیس کا فرعون کے پاس آنا

دوسرا فرعون اپنے ربوبیت کے دعویٰ میں اور اس قول کے مطابق فخر کرنے میں احمق ہے کہ کیا میرے لئے مصر کی بادشاہی نہیں اور یہ نہریں میرے نیچے جاری ہیں تو اس نے اس نہر کی وجہ سے تکبر کیا جسے اس نے جاری کیا نہ اسے اس کی ابتداء و انتہا کا پتہ اور حکماء نے اس کی مثال بیان فرمائی کہ ابلیس فرعون کے پاس آیا فرعون نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا: ابلیس۔ اس نے کہا تو کس لئے آیا ہے؟ اس نے کہا تیرے بچے پن پر تعجب کرتے ہوئے آیا ہوں۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنے جیسی مخلوق سے عداوت کی اور اسے سجدہ نہ کیا تو مجھے مردود اور ملعون قرار دے دیا گیا۔ اور تیرا دعویٰ ہے کہ تو معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ سخت حماقت اور پاگل پن ہے۔

اور اسی طرح نصاریٰ اپنے اس قول میں احمق ہیں کہ عیسیٰ معبود ہیں اور ابن معبود ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے انہیں سولی پر چڑھا دیا یہ انتہائی کند ذہنی اور غفلت ہے۔

اور اسی طرح رافضیوں کا حال ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بیعت کا اقرار فرمایا۔ حضرت ابو بکر کے دور کی بنو حنیفہ کی قیدی خاتون سے بیٹا حاصل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی شاہزادی ام کلثوم کی شادی کی پھر کوئی رافضی ان دونوں حضرات کو سب و شتم کرتا ہے اور کوئی کافر گردانتا ہے اور اپنے گمان میں ان سب باتوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت طلب کرتے ہیں جبکہ آپ کی محبت کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

احمق کون؟

اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میرے

پاس کوئی شخص آ کر کہے کہ میں نے اس امر پر طلاق کی قسم کھائی کہ آج کسی احمق سے کلام نہیں کروں گا پھر اس نے کسی رافضی یا نصرانی سے کلام کی تو میں اسے کہوں گا کہ تیری قسم ٹوٹ گئی۔ دیناری نے آپ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت بخشے یہ دونوں احمق کیونکر ہو گئے؟ فرمایا اس لئے کہ ان دونوں نے دو سچوں کی مخالفت کی۔ پہلا سچا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے نصاریٰ سے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں انہوں نے کہا کہ نہیں اور اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے انہیں پوجنے لگے اور دوسرا سچا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔ انتھی

یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر احمق:

اور بعض ائمہ نے ذکر فرمایا کہ رافضہ تو یہود و نصاریٰ سے بھی گزرے ہیں اور وہ اس طرح کہ یہود سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں؟ انہوں نے کہا: اصحاب عیسیٰ علیہ السلام۔ اور رافضہ سے پوچھا گیا کہ سب سے برے کون ہیں؟ انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام شعرانی رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت ابو بکر اور عمر نے آپ پر ظلم کیا؟ فرمایا: نہیں کیونکہ قرآن کریم انہیں بری قرار دیتا ہے پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ولا تدرکنوا الی الذین ظلموا“ یعنی ظالموں کی طرف جھکاؤ مت رکھو۔ جبکہ ہم نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف مائل تھے اور آپ نے حضرت عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم سے نکاح فرمایا۔ دیکھئے یہ استنباط کس قدر حسین ہے۔ اور باب العلوم کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کا مقام

حکایت:

اور میں نے تاریخ کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو سلام کہنے میں پہل کرتے ایک دن ملاقات ہوئی تو آپ نے سلام کہنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سلام کہنے میں پہل کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا معمول یہ ہے کہ وہ مجھ پر سلام کہنے میں پہل کیا کرتے ہیں سوائے آج کے دن کے معلوم نہیں آج انہوں نے معمول کے خلاف کیوں کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کو بلا بھیجا اور خلاف معمول کرنے کی وجہ پوچھا آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! شب گذشتہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں ایک عظیم محل دیکھا کہ اس جیسا اس میں کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ کہا گیا: یہ اس کے لئے ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ تو میں نے چاہا کہ وہ محل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہو۔ اس لئے میں نے تاخیر کی اور انہوں نے سبقت کی اور یہ اللہ کی کتاب ہے جو کہ ان کے درمیان محبت اور رحمت کا پتہ دیتی ہے۔ ”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم“ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں طاقتور اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔

امام جعفر کا فتویٰ

اور حضرت امام جعفر بن محمد الباقر رضی اللہ عنہما کو خبر پہنچی کہ عراق والوں کا ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مقدم سمجھتا ہے۔ آپ نے انہیں اس سے منع کرنے کو لکھ بھیجا اور فرمایا: کہ اگر میں حاکم ہوتا تو تمہارے خونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور قرب حاصل کرتا۔

روافض کی تین قسمیں

اور مجھے بعض رافضیوں نے خبر دی کہ ان کی تین قسمیں ہیں ایک قسم کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں کوستے نہیں اور دوسری قسم کے لوگ بغض رکھتے ہیں اور کوستے ہیں۔ جبکہ تیسری قسم کے لوگ بغض رکھتے ہیں نہ کوستے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ سوائے امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بغض رکھنے والوں کو رسوا کرے۔ کیونکہ روافض نے ان کی جناب میں ایسے امور پر اتفاق کیا ہے جو کہ اس جناب کے لائق نہیں۔ اور میں ان میں سے ایک فریق کو بجمہ تعالیٰ رغبت دلاتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان میں سے اکثر کو سنا ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی یہ فضیلت معلوم نہیں تھی اور باطن کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے رہی ان کی دلیل اور برہان تو اسے شیخ الاسلام احمد البکری نے اپنی کتاب الذخیرہ میں ایسی وجوہ کے ساتھ باطل فرمایا ہے کہ یہ تالیف ان کی متحمل نہیں۔ البتہ ان کے رد پر توجہ کرنا اور ان کے عقائد کی کمزوری اور اہتری کے ساتھ اس کے بطلان پر دلیل قائم کرنا سربر آوردہ ارباب علم کے لائق ہی نہیں کہ ان کی خرافات اور لغزشوں پر توجہ کریں اور اس بارے میں مناظرہ کے لئے بہترین دلیل وہ حکایت ہے جسے صاحب محاضرات نے شیخ الاسلام بلقینی سے انہوں نے ابوالیسر احمد بن عبداللہ بن الصائغ سے انہوں نے ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن المقدسی سے۔ انہوں نے ابوالحسن اسید بن فارس الصفار سے انہوں نے محمد بن مقاتل الماشغوری تک اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنی چور نے شیعہ قاضی کی دلیل کو باطل کر دیا اور جسے چور باطل کر دے اور اس پر علماء اہل سنت کو توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور سنی چور اور شیعہ قاضی کا مناظرہ اس حکایت میں ہے کہ چور نے سحری کے وقت قاضی کو پکڑ لیا تو قاضی اسے معذرت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں عالم فاضل ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت اور تمام اہل

اسلام پر ان کی فضیلت کا عقیدہ رکھتا ہوں جبکہ اہل رشد و ہدایت اسلاف پر طعن نہیں کرتا۔ اور یہ میرا واضح عقیدہ ہے اور فیصلہ کرنے میں مذہب شافعی پر اعتماد کرتا ہوں اور میرے سارے شہر والے اسی عقیدے پر ہیں۔

چور نے اسے کہا: کہ تیرا عقیدہ اور اعتماد اچھا ہے۔ لیکن اگر تجھے کوئی کہنے والا کہے کہ حضرت علی کس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہونے کے مستحق ہوئے؟ تیرا کیا جواب ہوا؟ قاضی نے کہا کہ حضرت علی تمام صحابہ کرام اور اہل قرابت سے افضل ہونے کے اس لئے مستحق ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نسب اور حرمت میں زیادہ قریب۔ اصل اور منصب سب سے پاکیزہ ہیں چور نے کہا: کیا اس وجہ سے آپ کو تمام مہاجرین انصار سابقین اور اولین صادقین پر فوقیت حاصل ہے؟ قاضی نے کہا ہاں۔ چور نے کہا: پھر تو حضرت عباس افضل ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اولوالارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ“ یعنی اللہ کی کتاب میں بعض رشتے دار بعض کے زیادہ قریب ہیں اور اس بات پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص فوت ہو اور اس نے چچا اور چچا زاد چھوڑا تو مال چچا زاد کی بجائے چچا کو ملے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

قاضی نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہجرت نہیں کی۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہجرت کا شرف حاصل ہے چور نے کہا کہ پھر رشتے داری کی علت باطل ہوگئی اور فضیلت صرف ہجرت کے لئے ہوئی۔ قاضی نے کہا ہاں۔ چور نے کہا پھر حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے ہجرت ثابت ہے اور وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد ہیں تو اگر کوئی تجھ سے اس مسئلہ میں جھگڑا کرے کہ وہ علی سے افضل ہیں تو تیرا کیا جواب ہوگا؟ قاضی نے کہا: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکنے تک بھی شرک نہیں کیا نہ ہی آپ سے قبول اسلام میں قدرے توقف یا دوسری سمت جھکاؤ معلوم ہوا۔ اور آپ جعفر

اور عباس رضی اللہ عنہما دونوں سے ہی ایمان لانے میں مقدم ہیں۔ چور نے کہا کہ پھر تو دوسری وجہ باطل ہوئی اور فضیلت ایمان میں مقدم ہونے کی ہے۔ قاضی نے کہا: ہاں چور نے کہا: کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں قاضی نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ شرک سے ایمان کی طرف منتقل ہوئے۔

(اقول وباللہ التوفیق۔ یہ اس شیعہ قاضی کا مفروضہ ہے ورنہ حضرت صدیق اکبر سے لمحہ بھر کے لئے بھی بعثت شریفہ سے پہلے شرک ثابت نہیں جیسا کہ اسی کتاب میں امام قسطلانی شارح بخاری کے حوالے سے امام ابوالحسن الاشعری کا قول منقول ہے جس کا معنی یہ ہے کہ بعثت شریفہ سے قبل اور بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایمان پر رہے۔ محمد محفوظ الحق عفرلہ ولوالدیہ)

چور نے کہا کہ جس نے شرک نہیں کیا کیا تمہارے نزدیک وہ اس سے افضل نہیں جس نے شرک کیا؟ قاضی نے کہا کیوں نہیں۔ چور نے کہا: بتاؤ کون افضل ہے عائشہ یا خدیجہ رضی اللہ عنہما یا ان دونوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ازواج جنہوں نے شرک نہیں کیا؟ قاضی نے کہا: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

چور نے کہا: کہ پھر ایمان میں مقدم ہونا باطل ہوا۔ قاضی نے کہا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایمان میں مقدم۔ یقین میں محکم اور برہان میں بالکل واضح ہونے کے ساتھ ساتھ نسبی اتصال اور سبب کی قوت یعنی سسرال کی نسبت بھی حاصل ہے چور نے کہا: کیا جو بھی زیادہ قریبی ہوگا افضل بھی ہوگا؟ قاضی نے کہا: ہاں چور نے کہا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ قاضی نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چور نے کہا کہ پھر قرابت کی علت باطل ہوئی۔ قاضی نے کہا کہ حضرت علی کو ایمان میں مقدم ہونے کے ساتھ ساتھ جہاد کا شرف بھی حاصل ہے۔ چور نے کہا کہ اس وجہ سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان سے مقدم ہے اور انہیں فضیلت جہاد حاصل ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان

لائے۔ جہاد کیا اور تصدیق کی طرف سبقت کی اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت مدد کی جبکہ آپ کے گھر والوں، رشتے داروں اور قریبوں میں سے کسی نے مدد نہ کی۔ پس آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کرنے میں سب سے جلدی کی۔ لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف دعوت دی۔ آپ کی خدمت میں اپنے اموال خرچ کئے اور آپ کی خاطر بڑے بڑے حوادث کا مقابلہ کیا۔

قاضی نے کہا کہ ابو بکر کو حضرت علی پر تقدم کیونکر حاصل ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ انہیں ایک شیطان عارض آتا ہے کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ ایک شیطان مجھے عارض آتا ہے جب تم ایسی کیفیت دیکھو تو میرے قریب مت آؤ چور نے کہا: مجھے قسم ہے کہ آپ نے یہ بات مہاجرین و انصار کے سر کردہ حضرات کے سامنے کہی۔ لیکن روئے زمین پر کوئی صاحب دانش و بصیرت ایسا نہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجنون یا فاجر العقول سمجھتا ہو۔ اور آپ کی حالت ایسی ہوتی تو صحابہ کرام اور اہل قرابت پر چھپی نہ رہتی اور وہ سب کے سب آپ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے یہ دلیل کبھی ترک نہ کرتے کہ یہ تو مجنون ہیں انہیں علاج کی ضرورت ہے نہ کہ انہیں امت کی امامت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت سپرد کی جائے اور یہ اس کی جہالت ہے جس کی طرف سے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی اور اس نے ایسی گفتگو کی یہ بات تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ ہر کسی کے لئے ایک شیطان ہے۔ عرض کی گئی: آپ کے لئے بھی؟ فرمایا: میرے لئے بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری امداد فرمائی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات صرف اس لئے فرمائی کہ آپ کے غصے کے وقت ذرا احتیاط کریں۔

قاضی نے کہا: کیا ابو بکر نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ چور نے کہا کہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ بات انصار کے خلاف بطور دلیل فرمائی کیونکہ بنی ہاشم نسبی بلندی کے اعتبار سے آپ سے

اعلیٰ اور اچھے ذکر اور مذہب کے اعتبار سے ان کی مشہوری دور دور تک ہے۔ اس دلیل سے آپ انہیں بتا رہے ہیں کہ اس امر کا استحقاق نسبی برتری کے ساتھ وابستہ نہیں اور نہ ہی وہ قریش کے مقابلے میں نسبی ہاشم کے ساتھ موقوف ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ائمہ قریش سے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو کیسے پہنچ سکتی ہے جب کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے منصب سے مجھے فارغ کر دو۔ میرے منصب سے مجھے فارغ کر دو؟ چور نے کہا: آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس امر کو درست رکھنے کے لئے امامت کا شدید بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ آپ کی فضیلت، عقل، پرہیزگاری، خوف خدا اور دیانت داری کی وجہ سے ہے نہ اس لئے کہ آپ اسے نبھا نہیں سکتے تھے۔ اور صاحب فضیلت کے شایاں نہیں کہ اسے امامت کا منصب پیش کیا جائے تو وہ اسے فوراً قبول کر لے اور کوڈ پڑے۔ کیونکہ اس سے اس کے متعلق بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ورطہ تہمت میں گر جاتا ہے۔

قاضی نے کہا کہ ابو بکر کے لئے یہ کیسے ثابت کرتے ہیں جبکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر کہہ رہے ہیں جسے سیاہ و سرخ سب سن رہے ہیں۔ خرد دار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ایک اچانک امر تھا جس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ جو دوبارہ ایسا کرے اسے قتل کر دو چور نے کہا کہ یہ جب ہے کہ ہم کسی چیز میں شک کریں لیکن اس بات میں ہمیں شک ہے نہ تمہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب عقل و بصیرت تھے مجنون نہ تھے۔ اور یہ کلام اگر اس مفہوم پر محمول کی جائے جو تم کہتے ہو تو اس کے قائل کی طرف سے جنون ہوگا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی امامت کو ثابت کرنے اپنی قیادت کا جھنڈا باندھنے اور اپنی خلافت کی طرف دعوت دینے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آپ کے لئے عہد باندھنے اور اپنے وصال کے بعد لوگوں کو ان کی اتباع کی طرف بلانے کے محتاج ہیں تو جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ایسی ہوگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت لازماً باطل قرار پائے گی اور جب تو آپ کو بھی قتل کرنا واجب ہے اور شوریٰ میں آپ کے عہد پر عمل واجب نہیں

اس بات کا مقصد تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امت میں افضل تھے۔ اور حجت اور مناظرہ کے ساتھ خلافت حاصل کرنے کے مستحق تھے جب کہ آپ کے بعد والے مرتبہ اور قوت میں کم و پیش ہیں اور اس طریقے سے خلافت کا استحقاق نہیں رکھتے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ یہ ایک اچانک امر تھا یعنی کسی غور اور تحقیق کے عمل میں لائے بغیر ہی مکمل ہو گیا اور اسے اچانک کہنے کی گنجائش تھی۔ اور وقی اللہ شرہا کا معنی یہ ہے کہ اس پر کسی اختلاف کے شر سے اور اس کی تکمیل کے وقت شیرازہ بکھرنے سے بچا لیا۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ جو دوبارہ ایسا کرے اسے قتل کر دو اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ انصار کے قول کی طرح جو آئندہ ایسی بات کرے کہ ایک امیر ہم میں سے ہے اور ایک امیر ہم میں سے۔ اور امر خلافت کو قریش کی بجائے ان کی غیر کی طرف نکالنے کی بات کرے۔ اور دین میں دونوں کاموں کا ارتکاب حرام اور اہل اسلام کے درمیان فتنہ ہے۔

قاضی نے کہا کہ جب تو ابو بکر کو علی رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو تو حضرت علی سے چشم پوشی کرتا ہے۔ چور نے کہا جو اس کا قصد کرے وہ گمراہ۔ ہدایت سے خالی اور توفیق سے محروم ہے جبکہ یہ تو سب سنت کی اتباع اور شریعت حسنہ پر چلنا ہے اور اگر بات یوں ہوتی جیسے کہ تیرا مذہب اور گمان ہے اور جسے تو اپنے ضمیر میں چھپائے ہوئے ہے تو پھر جس نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی تو اس نے ان سے چشم پوشی کی۔ اور ان کی فضیلت سے منہ موڑا۔ اور ایسی بات کوئی مسلمان کہتا ہے نہ ایسا صاحب ایمان کا عقیدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ نے حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پہ اٹھا رکھا تھا۔ تمہاری سواری بہترین ہے اور تم بہترین سوار ہو اور تمہارا باپ تم دونوں سے بہتر ہے اور اس سے آپ کی مراد چشم پوشی یا ان دونوں کی فضیلت سے عدول کرنا نہیں تھا لیکن آپ نے یہ سچائی کوشش کے ساتھ بیان فرمائی اور اپنی گفتگو میں حق کا قصد فرمایا۔

قاضی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ چور نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اٹھانے کے قضیے کا کوئی انکار نہیں لیکن آپ نے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا جب کہ وہ بچی تھیں اسی طرح حضرت ابوالعاص ابن ربیع کی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے پر اٹھایا۔ اور یہ ایسی روایت میں ہے جو کہ ثقہ محدثین سے مروی اور مشہور ہے۔ قاضی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ چور نے کہا کہ ہم اس کا رد کرتے ہیں نہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں لیکن یہ تو نسب میں ہے۔ قاضی نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے چور نے کہا کہ میری عمر کی قسم ہے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار فرمائی۔ اور اس کی طرف سرا اور جہر اشارہ فرمایا لیکن کیا یہ بات آپ کی فضیلت اور بلندی مرتبہ کے لئے فرمائی یا حقیقی طور پر؟۔ کہنے لگا کہ یہ مجازاً فرمائی چور نے کہا کہ پھر ہم اور تم دونوں گروہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بھائیوں کا کس قدر شوق ہے جو میرے بعد آئیں گے پس مجھ پر ایمان لائیں گے چالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں تو آپ نے مسلمانوں کو اپنا بھائی فرمایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ میرا بھائی رفیق اور ساتھی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر کو باپ (کی طرح محترم) قرار دوں اور علی کو بھائی، اور تعریف، قرب اور فضیلت میں مبالغہ میں باپ بھائی سے افضل ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں بھی ایسا ہے پھر آپ نے فرمایا: مجھے امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں بھاری رہا۔ پھر ابو بکر کو اس کے ساتھ وزن کیا گیا تو وزن بھاری رہا۔

قاضی نے کہا یہ حدیث سنو۔ ہمیں حمزہ نوفلی نے بیان کیا۔ اس نے کہا مجھے میرے چچا نے اپنے باپ اپنے دادا سے خبر دی۔ اس نے کہا کہ مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے حضرت علی کے کرانا کاتبین سے خبر

دی۔ ان دونوں نے کہا کہ جب سے ہم نے ان کی صحبت اختیار کی ہے ان پر ہم نے کوئی گناہ نہیں لکھا۔ تو ان کے برابر کون ہو سکتا ہے اور ان جیسا کون ہو سکتا ہے؟ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت علی کے متعلق۔

چور نے کہا یہ بھی سنو مجھے میرے باپ میرے دادا سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو بکر کے دونوں نگہبان فرشتے تمام نگہبان فرشتوں پر اس لئے فخر کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں ہیں اور یہ اس لئے کہ جب سے وہ دونوں اس کی صحبت میں آئے ہیں انہیں کوئی گناہ لکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ قاضی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غار کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر کسی بے چینی اور گھبراہٹ کے بغیر بسر کی۔ چور نے کہا کہ اس میں یہ وہم پیدا کرنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں بے چین اور گھبرائے ہوئے تھے اور یہ تیرے مذہب کے خلاف ہے۔ قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دو کے دوسرے جبکہ دونوں غار میں تھے جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے چور نے کہا کہ حزن اور ہے گھبرانا اور ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صرف اس لئے غمگین ہوئے کہ کہیں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی صدمہ پہنچے اور یوں اسلام کی فسیل منہدم ہو جائے پس نظام اسلام میں خلل واقع ہو جائے اور اس کا شیرازہ بکھر جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت ختم ہو جائے تو آپ کا غم صرف اس لئے تھا تو آپ کا اکثر غم صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دین پر تھا آپ اپنی جان، مال، اولاد اور اہل خانہ کے لئے مطلقاً نہیں گھبرائے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا جبکہ آپ اہل خانہ اولاد مال اور شہر سے جدا ہو کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں قبائل کی دعوت اسلام دیتے ہوئے باہر نکل آئے۔

ثانی اثنین کی آیت میں فضیلت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر دلالت کی چھ وجوہ رہا ارشاد بنی تعالیٰ ثانی اثنین اذہمانی الغار راجح تو اس آیت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت چھ وجوہ سے ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا تو انہیں رتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا قرار دیا۔ پس فرمایا ثانی اثنین دوسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک ہی مکان میں اکٹھے جمع ہونے کی وصف سے موصوف قرار دیا کیونکہ اس نے ان دونوں کے درمیان الفت پیدا فرمائی پس فرمایا اذہمانی الغار۔

تیسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحبت میں حضور علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا۔ پس رتبہ کے تقاضے کے مطابق دونوں میں جمعیت فرمائی اس لئے فرمایا اذ یقول لصاحبہ۔

چوتھی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کی خبر دی پس فرمایا لا تجرن۔ پانچویں وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ برابر ان دونوں کے ساتھ ہے پس فرمایا ان اللہ معنا۔ اور چھٹی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سیکنہ اتارا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو سیکنہ کبھی جدا ہوا ہی نہیں۔ پس فرمایا فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ پس آیت غار سے یہ چھ مواقع ہیں جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں جن پر تجھے اور تیرے سوا کسی اور کو بھی طعن کرنا اور ان پر اعتراض کرنا ممکن نہیں۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وهم راکعون“ تمہارے دوست صرف اللہ اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ آیت ۵۵) اور اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ چور نے کہا اسی کی مثل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا اور وہ اللہ

تبارک وتعالیٰ یہ ارشاد ہے ”یا ایہا الذین امنوا من یرتدعنکم من دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یعافون لومة لائم ذلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ واسع علیم“ اے ایمان والو! تم میں سے اپنے دین سے جو پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے (مائد آیت ۵۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد فتنہ ارتداد اور نماہوا جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب گھبرا گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں مرتدین سے جنگ لڑنے کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان سے صرف نماز پڑھنا ہی قبول فرمائیں اور زکوٰۃ رہنے دیں۔ کیونکہ نماز قواعد اسلام میں سے افضل ہے لیکن آپ نے ان کی بات قبول نہ فرمائی۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا وعلانیة فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ وہ لوگ جو اپنے مال دن اور رات خرچ کرتے ہیں چھپا کر اور ظاہر کر کے ان کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر و ثواب ہے اور انہیں کچھ اندیشہ نہ غم (البقرہ آیت ۲۷۴) یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ کے پاس چار دینار تھے ان میں ایک دینار آپ نے چھپا کر ایک دینار ظاہر کر کے ایک دیناروں میں اور ایک دینار رات کو خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان کے اظہار اور آپ کے مرتبہ سے آشنا کرنے کے لئے اس کی خبر دی۔ چور نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے اسی کی مثل آیت کریمہ میں

فرمایا ”واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلئی وما خلق الذکر والانثی ان سعیکم لشتی“ رات کی قسم جب چھا جائے اور دن کی قسم جب چمک اٹھے۔ اس کی قسم جس نے ز اور مادہ کو پیدا فرمایا بیشک تمہاری کوشش جدا جدا ہے۔ پس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کو مختلف نوعیت کے قرار دیا۔ پھر فرمایا ”فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی“ تو جس نے (راہ خدا میں) اپنا مال دیا اور ڈرتا رہا اور اچھی بات کی تصدیق کی۔ ”الذین یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عنده من نعمته تجزی الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی“ (سورۃ اللیل ۳۰) جو اپنا مال اپنے کو پاک کرنے کے لئے دیتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا اسے بدلہ دینا ہو سوائے اس کے کہ وہ اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طالب ہے اور وہ ضرور خوش ہوگا۔ یہ آیات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ تجھ جیسے ارباب فہم و دانش پر ان آیات میں مذکورہ فضیلت مخفی رہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم صرف رب اعلیٰ کی رضا میں خرچ کئے حتیٰ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت میں فقر کی وجہ سے اپنی چادر کو جوڑنے کے لئے کانٹے ٹانگے۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاهد فی سبیل اللہ لا یتوون عند اللہ“ (التوبہ آیت ۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس شخص کی طرح ٹھہرایا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری۔ چور نے کہا کہ اسی کی مثل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لَا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قتل ط اولئیک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قتلوا ط و کلاً وعد اللہ الحسنی ط واللہ بما تعملون

خَيْرٌ ۝“ تم میں سے کوئی بھی برابر نہیں کر سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور جہاں کیا ان کا درجہ ان لوگوں سے بہت بڑا ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ (الحدید آیت ۱۰) یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی آپ نے اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کر دیا اور آپ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اس وقت لڑائی کی جب مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع ہو کر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کیا اور انہیں دفع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے اس کی خبر دی۔

قاضی نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت ساری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی امت میں سے ہیں تو اس فریضہ میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى“ آپ فرمادیتے (یا رسول اللہ!) میں تم سے اس پر قربت کی محبت کے بغیر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ (الشوریٰ آیت ۲۳) اور اہل بیت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان سب سے افضل ہے۔ چور نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اس کی مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”والذین جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم“ اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار! بیشک تو رؤف رحیم ہے (الحشر آیت ۲۲) اور امت میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام

السا بقین اور اول الصادقین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب ایمان پر واجب کر دیا کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار کرے۔ اور استغفار صرف اسی کے لئے ہوگا جس سے محبت ہوگی تو یوں آپ کی محبت فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ اور آپ کا بغض کفر ہے۔

قاضی نے کہا کہ پھر مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم میں دکھاؤ۔ چور نے کہا: جی ہاں دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وہو الذی جعلکم خلائف الارض رفع بعضکم فوق بعض درجات“ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی بخشی (الانعام آیت ۱۶۵) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ویجعلکم خلفاء الارض“ اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ (النمل آیت ۶۲) پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے نزدیک خلفاء کا مرتبہ اور درجہ سب سے بلند اور عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَیَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیَبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا ط“ (النور آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ اس نے ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے اس دین کو مستحکم کر دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ پس ان کی خلافت کو تورات انجیل اور قرآن مجید میں ذکر فرمایا۔ اور ان کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ انہیں خلیفہ بنائے گا اور یہ وعدہ ان کے لئے پورا فرمایا اور ان کے زمانے والوں پر ان کی اطاعت فرض فرمائی۔ اور اس آیت کے بعض حصے میں تسلی بخش دلیل اور شفا بخش محبت ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ تم جو فضیلت وارد کرو گے اس کی مثل ہمارے پاس بھی ہے اور تم جو منقبت ظاہر کرو گے اس جیسی ہمارے پاس بھی ہے اور تم ہماری فضیلت کے رد میں جو حیلہ گری کرو گے ہمارے پاس اس کے دفعیہ میں قطعی

دلائل اور روشن براہین ہیں۔ اور جو خبر بھی وارد کی جاتی ہے۔ اور جو حدیث مسند بیان کی جاتی ہیں ہمارے پاس اس کی بے شمار تاویلات اور اس کے علم کے بے انداز متون و ماخذ ہیں۔ اگر تم ایسی اخبار کو فضیلت کا دار و مدار قرار دیتے ہو تو ہم کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور اگر تم کہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت شجاعت کی وجہ سے ہے تو سرکار علیہ السلام نے اس کی گواہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی دی۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اسد اللہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق سیف اللہ فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے چچا عباس کی ترازو میں ہوں۔ جب قاضی نے اس کی خوش گفتاری، اچھا انداز بیان، قادر الکلام ہونا، مناظرے میں ثابت قدمی، استدلال میں قوت، آثار کی معرفت اور اخبار کی روایت سنی تو اس پر حجت لازم ہوگئی اور وہ راہ راست پر قائم ہو گیا۔ یہ ہے ایک سنی چور کا الزام شیعہ عالم کے لئے۔

امام عبدالوہاب الشعرانی کا عقیدہ

سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے من میں فرمایا کہ مجھ پر اللہ کا یہ بھی انعام ہے کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو اسی آنکھ سے دیکھتا ہوں جس سے میں ان کے بزرگواریوں کو دیکھتا اگر مجھے انہیں پانے کا شرف حاصل ہوتا۔ یہاں تک کہ گویا میں نے الحمد للہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کر لیا صرف وہ تعظیم ہی نہیں جو کہ ہمارے دلوں میں واقع ہوتی ہے چنانچہ کئی دفعہ ہماری محبت میں شیطان تعصب ڈال دیتا ہے بخلاف اس کے جس کی صحابہ کرام سے محبت اس کے تابع ہو جیسے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچی کیونکہ ایسا شخص اپنے عقیدے میں عصیت سے محفوظ ہے۔

اور مفتی حرین محبت طبری سے ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شریف ابانمی نے ان سے کہا کہ تم نے کس وجہ سے ابو بکر کو حضرت علی پر ان کی کثرت علم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

قربت کے باوجود افضل قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یا سیدی! ہم نے حضرت ابو بکر کو اپنی رائے کے ساتھ مقدم نہیں کیا نہ ہی اس میں ہمارا کچھ دخل ہے۔ یہ تو اس لئے ہے کہ آپ کے جد اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے مجھ سے بند کر دو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور ہم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صحیح سند کے ساتھ پڑھی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے چن لیا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے چن لیا شریف نے کہا ہے ٹھیک محبت طبری نے کہا: رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں اہل اسلام کے لئے چن لیا، شریف نے کہا درست ہے۔ پس حضرت عثمان؟ محبت طبری نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو ان حضرات کے باہمی مشورہ پر مقرر کر دیا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے راضی گئے۔ تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا۔ شریف نے کہا پھر معاویہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ مجتہد ہیں جیسا کہ حضرت علی اسی طرح مجتہد تھے شریف نے کہا اگر آپ ان دونوں کا زمانہ پاتے تو جنگ میں کس کا ساتھ دیتے؟ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ شریف نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔ پس اے بھائی! اس عالم کی نفیس کلام دیکھ جس میں عصبیت کا شائبہ تک نہیں، کیونکہ آپ نے اس سب معاملے میں اپنے لئے کوئی اختیار نہیں رکھا۔ تو پتہ چلا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے محبت کریں اور اسی طرح ان کی اولاد سے محبت کریں نہ کہ حکم طبع کی وجہ سے۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے مقدم رکھیں جس طرح کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دیا کرتے تھے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال اور سب لوگوں

سے زیادہ مجھ سے محبت کرے۔

صحابہ سے بغض کا نتیجہ

ایک دفعہ حضرت امام المسلمین مولانا علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ آپ پر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں مقدم کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی صاحبزادیوں سے شادی فرمائی۔ اگر وہ دونوں مجھ پر ظلم کرنے والے ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی صاحبزادیوں سے نکاح نہ فرماتے اور نہ ہی ان کی طرف مائل ہوتے۔ اور شیخ عبدالغفار القوسی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب الوحید فی علم التوحید میں ذکر فرمایا کہ اکابر علماء میں سے ان کا ایک ساتھی تھا۔ وہ مر گیا اس کی موت کے بعد آپ نے اسے دیکھا تو اس سے دین اسلام کے متعلق پوچھا اس نے جواب میں توقف کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کیا کہ یہ برحق نہیں؟ اس نے کہا برحق ہے۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو لک کی طرح سیاہ ہے جبکہ اپنی زندگی میں اس کا رنگ سفید تھا۔ میں نے پوچھا کہ اگر دین اسلام برحق ہے تو کس چیز نے تیرا چہرہ سیاہ کر دیا جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے مدہم آواز میں کہا کہ میں تعصب اور خواہش کی بناء پر بعض صحابہ کو بعض پر مقدم گردانتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ یہ عالم ایک ایسے شہر سے تعلق رکھتا تھا جو کہ رض کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ انتھی

حسف روافض کا واقعہ

اور محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی کہ چند رافضی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کے خادم کے پاس بہت سا مال و دولت لائے تاکہ وہ اسے حرم کے منتظم تک پہنچادے اور اس کے عوض وہ انہیں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جسم منتقل کرنے دے منتظم نے ہفیہ طور پر اسے قبول کر لیا۔ خادم کو سخت تشویش لاحق ہوئی۔ اب صرف اتنا وقت باقی رہ گیا کہ رات ہو اور وہ لوگ کدالیں۔ تھیلے لے کر آ جائیں اور کھودنا

شروع کر دیں اور وہ چالیس افراد تھے محبت طبری فرماتے ہیں کہ مجھے خادم نے بتایا کہ رات کے وقت وہ اشراء مسجد میں داخل ہوئے تو سب کے سب زمین میں دھنسا دیئے گئے اور اس دن تک کسی کا نام و نشان نہ ملا۔ اور منتظم حرم کو جذام کی بیماری لگ گئی حتیٰ کہ اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور وہ بری حالت میں مرا۔ پھر روانہ فیض کے جس گروہ نے ان چالیس افراد کو بھیجا تھا انہیں دھنسائے جانے کی خبر پہنچی تو وہ مدینہ عالیہ میں اسکی ہیئت میں داخل ہوئے کہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ اور کسی حیلے سے خادم الحرم کو ایک غیر آباد گھر میں لے گئے اور اس کی زبان کاٹ دی اور ناک کان بھی کاٹ دی۔ اس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس پر دست کرم پھیرا۔ صبح کے وقت وہ بالکل صحیح و سالم تھا انہوں نے دوبارہ حیلہ کر کے اس کی زبان کاٹ دی اور اسے سخت زد و کوب کیا۔ پھر سرکار علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی اور اس پر دست کرم پھیرا تو سب دکھ درد ختم۔ انہوں نے تیسری مرتبہ حیلہ کیا اسے زد و کوب کیا اس کی زبان کاٹ دی اور دروازے پر تالا ڈال دیا چنانچہ اس پر پھر کرم ہوا۔ سرکار علیہ السلام نے دست کرم پھیرا اور وہ مکمل شفا یاب ہو گیا۔

شیخ عبدالغفار القوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمیں خبر پہنچی کہ ایک شخص حضرت ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق بد گوئی کیا کرتا تھا اس کے اہل خانہ اسے منع کرتے لیکن وہ اس سے باز نہ آیا تو اللہ نے اسے ایسے خنزیر کی شکل میں مسخ فرما دیا جس کی گردن میں بہت بڑا زنجیر تھا۔ اس کی اولاد لوگوں کو اس کے پاس لاتے کہ اسے دیکھیں۔ پھر وہ چند دنوں کے بعد مر گیا تو اس کی اولاد نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ شیخ عبدالغفار القوسی فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اس کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خنزیروں کی طرح چیختا اور روتا تھا۔ پھر مجھے شیخ محبت الدین الطبری نے خبر دی کہ وہ اس شخص کے لڑکے سے ملے اور اس نے آپ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ اسے پیٹتا اور کہتا تھا کہ ابو بکر و عمر کو گالیاں دو لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔ انتھی

اور میں نے سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں یہ کافی نہیں کہ ان کے ساتھ عادت کے طور پر محبت کرے ہم پر تو یہ واجب ہے کہ اگر ہمیں ان سے محبت کی پاداش میں عذاب دیا جائے تو بھی ان کی محبت سے باز نہ آئیں جیسا کہ عذاب دینے کی وجہ سے ہم اپنے ایمان سے باز نہیں آتے جیسا کہ حضرت بلال، صہیب اور عمار رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے اور کیسا کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو صورت حال درپیش ہوئی۔ تو جس نے حب صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مشقتیں برداشت نہیں کیں جو ان حضرات نے کیں تو اس کی محبت داغدار ہے۔ انتہی

پس اے بھائی! اپنے جی میں غور فکر کر۔ کبھی تیری محبت مجازی ہو سکتی ہے حقیقی نہیں تا کہ تو اس محبت کا ثمرہ قیامت کے دن حاصل کر سکے۔ کلام شعرانی اختتام پذیر ہوئی۔ اور میں نے اپنے ماموں العالم الشیخ علی الممالکی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رافضی کی موت جب قریب آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی صورت خنزیر کی بنا دیتا ہے۔ وہ اس وقت تک نہیں مرتا یہاں تک کہ اس کی شکل خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائے۔ اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ رفض پر مرا ہے اور اس سے روافض خوش ہوتے ہیں اور اگر اس کا چہرہ موت کے وقت نہ بدلے تو وہ غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو سنی مرا ہے اور اکثر یہ امر شنیع عراق عجم کی اکثریت کو لاحق ہوتا ہے۔ باوجود یہ کہ وہ اہل سنت و جماعت تھے۔ لیکن جب ان پر اسماعیل شاہ حاکم ہو اس نے ان میں یہ رفض ظاہر کیا اور انہیں اس پر برہینختہ کیا اور جب وہ چلتا تو اس کے آگے کھلم کھلا طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کی جاتی۔ اور وہ اپنے لشکر میں صرف اسی کو بھرتی کرتا تھا جو کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بدگوئی کرتا جیسا کہ قطب نے الاعلام میں ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ خبر فاتح مصر سلطان سلیم تک پہنچی اور اس نے اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور سرزمین شام کی طرف رجوع کیا تو قانصوہ الغوری اس کے درپے ہوا اور رسد کو منقطع کر دیا کیونکہ وہ باطن اسماعیل شاہ کے مقاصد کی طرف مائل تھا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ شیعہ تھا۔ سلطان سلیم کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے اسے قتل کر

دیا اور اس کی مملکت مصریہ پر اسے غلبہ حاصل ہو گیا اور یہ سب کچھ سنت کی مدد کی برکت تھی۔

فائدہ:

اور رسالہ قیروانیہ کے شارحین میں سے بعض نے نقل کیا کہ امام مالک کے مذہب میں سرے سے کوئی بدعتی نہیں پایا جاتا۔ اور ہمارے شیخ الاجموری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ مالکی علماء میں سے نہیں پایا جاتا۔ جبکہ ان کے علاوہ کبھی بدعتی پائے جاتے ہیں۔

تنبیہ:

میں نے اپنے شیخ المرانغی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی اطباء میں پڑھتے ہوئے سنا کہ جو وجود صدیق کا انکار کرے کافر نہیں ہوتا اور جو اس کی صحابیت کا انکار کرے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی صحبت قرآن کریم کے ساتھ ثابت ہے۔ اور یہ اس بنیاد پر ہے کہ لازم کا لازم، لازم نہیں ہے اور مجھے ہمارے شیخ استاد محمد زین العابدین البکری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۷۱ھ میں حرم مکی میں اس وقت یہ مسئلہ بیان فرمایا جبکہ میں نے آپ کی خدمت آپ کے جدا مجد قطب اکبر محمد البکری طاب ترہہ کا قصیدہ حانیہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے

تنکب عدوی فاسیوف ذوابح

اور اس میں سے ایک شعر یہ ہے

لئن کان مدح الاولین صحائفنا

فانا لایات الکتاب فواتح

یعنی اگر اسلاف کی تعریف صحائف ہیں تو ہم آیات کتاب کا آغاز ہیں۔ فرمایا آغاز کتاب سے مراد الم ذالک الکتاب ہے پس الف ابو بکر ہے۔ اور لام اللہ اور میم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انتھی

اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”واتبع سبیل من اناب الی“ یعنی اس کی راہ کی پیروی کر جو میری طرف متوجہ ہوا۔ اس سے مراد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسے بغوی نے ذکر کیا۔ اور اہل تفسیر نے ”ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة“ (یعنی فضیلت اور

وسعت والے قسم نہ اٹھالیں۔) کے بارے میں فرمایا کہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی فضیلت مخفی نہیں اور آپ کے فضائل کی شمع بجھائی نہیں جاسکتی۔ اور غور کرنے والے کے لئے اس میں اس حدیث پاک کا اشارہ ہی کافی ہے ”ما خلا ابابکر فان له ایادی یجازیه اللہ بها یوم القیامۃ“ یعنی سوائے ابوبکر صدیق کے کہ اس کی ہمدردی اور تعاون کا صلہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ رہی آپ کی وسعت تو ہمیں ہمارے استاذ محمد زین العابدین الصدیق نے دوسرے سفر کے دوران بیت المقدس بتایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ۳۶۰ کرسیاں تھیں اور ہر کرسی پر ہزار دینار کا حلقہ تھا۔ انتھی۔

اور قرطبی نے اپنے تذکرہ میں فرمایا ”باب ماجاء ان کل عبد یزر علیہ من تراب حفرتہ وفی الرزق والا جل و بیان قوله تعالیٰ مخلقه وغیر مخلقتہ“ ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود پر اس کی قبر کی مٹی بکھیری جاتی ہے ابو عاصم النبیل نے فرمایا: ہم حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے اس جیسی اور کوئی فضیلت نہیں پاتے کیونکہ دونوں کی طینت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طینت ہے اسے ابن سیرین کے باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث عوان کی حدیث سے غریب ہے ہم نے اسے صرف ابو عاصم النبیل کی حدیث سے لکھا ہے اور آپ اہل بصرہ کے ایک معتمد فاضل ہیں۔

اور سیوطی نے اپنی جامع میں روایت فرمائی کہ ابوبکر و عمر کو میں نے مقدم نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ نے مقدم فرمایا ہے اسے ابن النجار نے انس سے روایت کیا۔ انتھی۔

اور آپ کی یہ روایت بھی ہے کہ میری امت پر میری امت میں سے سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے۔ اور دین کے معاملے میں زیادہ مضبوط عمر۔ حیا میں سب سے سچا عثمان۔ ان میں سب سے بڑا قاضی علی۔ علم الفرائض کا سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت سب سے بڑا قاری ابی اور حلال و حرام کا علم زیادہ رکھنے والا معاذ بن جبل ہے رضی اللہ عنہم۔ اور ہر

امت کا امین ہے جبکہ اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ ابو یعلیٰ کے لئے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انتھی اور انہیں کی روایت ہے سب سے پہلے زمین مجھ پر سے کھلے گی پھر ابو بکر سے اور پھر عمر سے۔ پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤنگا پس وہ میری معیت میں جمع کئے جائیں گے پھر ہم اہل مکہ کا انتظار کریں گے۔ انتھی

حکایت:

حکایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نشانات کی پیروی کرتے رہے اور آپ کے فعل سے مشابہت اختیار کرتے کبھی کبھی حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما کے پاس جاتے اور ان سے پوچھتے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت گھر میں تنہا ہوتے تو آپ کے معمولات کیا ہوتے؟ تو کہا جاتا ہے کہ ہم نے رات کے وقت آپ کو نماز اور قیام میں زیادہ مصروف نہیں دیکھا۔ صرف یہ ہوتا کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو سحری کے وقت اٹھتے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر کے ان پر دونوں طرف سے یازوں کا حلقہ بنا کر سرینوں کے بل بیٹھ جاتے اور اپنا سر اپنے زانوؤں پر رکھ لیتے۔ پھر اسے آسمان کی طرف اٹھاتے اور لمبا سانس لیتے اور اخ کہتے تو آپ کے منہ سے دھواں اٹھتا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور کہتے کہ عمر سب کچھ کر سکتا ہے سوائے دہویں کے۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کی شدت نے آپ کا دل جلا دیا تھا اسی لئے آپ کے پاس بیٹھنے والے کو آپ سے بھنے ہوئے جگر کی مہک آتی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ان اسرار نبوت کے تحمل کی تاب نہ تھی جو آپ کی طرف ڈالے گئے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور اس سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں پس معرفت کاملہ معروف کے جلال و جمال کو کھول دیتی ہے۔ اور دونوں ہی بہت عظیم امر ہیں جن کے سامنے حدیں عاجز ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم نہ رکھتا اور اس کی قوت نہ دیتا جسے ثابت قدم رکھنے کا ارادہ فرماتا

ہے تو کوئی بھی ذرہ برابر جلال و جمال پر واقفیت حاصل نہ کر سکتا۔ جبکہ دونوں طرفوں کی انتہاء کو (جو کہ خلق کے لائق ہے) حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پایا چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ میرے سینے میں جو کچھ پلٹا گیا میں نے اسے ابوبکر کے سینے میں پلٹ دیا۔ اور اگر اسے جبریل علیہ السلام ابوبکر کے سینے میں پلٹتے تو برداشت نہ کر سکتے کیونکہ یہ ظاہری مماثلت والے کی طرف سے نہ ہوتا۔ لیکن جب اسے صدر نبوت علی "صاحبہا الصلوات والتسلیمات" میں ڈالا گیا جو کہ ظاہر اجنس بشریت سے ہے تو اس کے مماثل جسد صدیق میں سرایت کر گیا۔ اور اس کے واسطے سے آپ نے اسے برداشت کرنے کی ہمت پائی اور اس کے باوجود آپ کا قلب جل گیا باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل فرمودہ کتاب میں آپ کے متعلق ذوباس شدید فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا "قل للمخلفین من الاعراب ستد عون الی قوم اولی باس شدید" (الفتح آیت ۱۶) "ان پیچھے چھوڑے جانے والے عرب بدوؤں سے فرمادیتے تھے کہ عنقریب تمہیں ایسی قوم کی طرف دعوت دی جائے گی جو کہ سخت جنگ جو ہے اور آپ کی جنگ کی شدت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب عرب مرتد ہو گئے تو آپ روئے زمین کے سب لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کے پختہ ارادے سے اکیلے ہی تلوار بے نیام کئے کھڑے ہو گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے کہ ان میں سے جو شدت اور شجاعت میں مشہور و معروف تھا اس کی عاجزی اور کمزوری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قدرتِ راسخہ کے قیام اور آپ کے ارادہ جنگ کے وقت اس کے صلح طلب کرنے کے وقت ظاہر ہو گئی۔ اور آپ نے اسے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) فرمایا کہ میں تو تیری امداد کی امید کرتا تھا تو اپنی در ماندگی لے کر میرے پاس آ گیا۔ اور یہ سب کچھ اسی جلال کا نتیجہ ہے جو کہ آپ کے سینے میں ڈالا گیا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اور یہ اسی شجاعت کی عظمت ہے جس سے آپ نے زمین والوں کا مقابلہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی جبکہ وہ اس میں قطعاً بے داغ ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام

سے زیادہ بہادر ہیں۔ اگر یہ شجاعت نہ ہوتی تو (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے) زبردست صدمے اور عظیم حادثے کے وقت یہ نہ کہتے کہ وہ تو رسول ہیں جنہوں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور یہ آپ کے سینے کی وسعت، علم کی کثرت اور فضیلت کے کمال کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ آپ نے وہ اسرار نبویہ اور اخلاق ربانیہ برداشت کئے جنہیں آپ کے سوا اور کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول ”ولا یاتل اولو الفضل منکم السعة“ کا اشارہ اسی طرف ہے اور تجھ پر مخفی نہ رہے کہ جلال ایک قاہر بادشاہ ہے ہر صاحب قدرت پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کے تحمل سے ہر قوی کمزور پڑ جاتا ہے اور بادشاہ جمال کے سوا اس کے لشکر کوئی لوٹا سکتا ہے نہ اس کی تدبیر کو روک سکتا ہے پس یہ بیماری کے لئے بمنزلہ دوا کے ہے۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے خصائص سے نوازا گیا جو کسی اور نے نہیں پائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا ”لا تحزن ان اللہ معنا“ باوجود یہ کہ اس کا فرمان ہے ”ان اللہ لا یحب الفرحین“ بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اصولیوں نے ذکر کیا ہے کہ کسی شے کا حکم دینا اس کی ضد سے روکنا ہے اور حزن کی ضد فرح ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابو بکر! میں نے تجھے غم سے روکا ہے پس غم نہ کر اور تجھے خوش ہونے کا حکم دیا ہے لہذا خوش ہو جا اور اگر یہ خصوصیت نہ ہوتی تو آپ امر خلافت کے ساتھ قائم رہ سکتے نہ اس وقت پامردی سے ثابت قدم رہ سکتے جبکہ دوسرے گھبرا گئے۔

اور یہی وہ حکمت ہے جس کی وجہ سے آپ کی اولاد اس جمال کو ظاہر کرتی ہے جس میں دیگر حضرات میں سے کوئی ان کا شریک نہیں کیونکہ ان میں ایک جبلی اور فطری شے ہے جس نے انہیں اس وقت ڈھانپ لیا جب یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پشت میں تھے حتیٰ کہ اگر کسی وقت اس سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں تو خاصیت کی وجہ انہیں یہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تو ان پر صرف وہی اعتراض کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب عام ہو۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔ اور میں نے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کا مشاہدہ

کیا جب آپ ۱۰۷ھ میں حج سے واپس ہوئے۔ آپ وادی سلمیٰ میں اپنے خیمے میں فروکش تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے بعض غلام بعض دوسروں پر تلواریں کھینچے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود آپ مسکرا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ”ولو شاء ربك مافعلوه“ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”لاتحزن ان الله معنا“ یاد آیا۔ ہمارے شیخ استاد محمد البکری فرماتے ہیں کہ معیت حاصل ہے حتیٰ کہ لفظ میں بھی حاصل ہے۔ پس یوں کہا جاتا ہے صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خلیفہ رسول اللہ مہاجر مع رسول اللہ یعنی رسول پاک علیہ السلام کے ساتھی۔ آپ کے خلیفہ۔ آپ کی معیت میں ہجرت کرنے والے۔ پس معیت ہر حال میں شامل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی معیت خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”سکلا ان معی ربی سہدین“ ہرگز نہیں۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے مجھے راہ دے گا۔ پس معیت صرف آپ کو حاصل ہے نہ کہ آپ کے صاحب کو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت آپ کو اور آپ کے صحابی کو حاصل ہے۔ اسے خمیسی نے ذکر کیا۔ اور یہاں معیت بمعنی حفاظت، امداد، دشمن پر غلبہ اور ظہور کلمہ کے معنوں میں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی معیت علمیہ ہر موجود کے ساتھ متعلق ہے نیک ہو یا فاجر اور یہیں سے اس شخص کو جلد سزا ملنے کا سبب معلوم ہوتا جو کہ آل صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف دیتا ہے اور اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتا ہے۔ ”ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ“ جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے کیونکہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بہتان طرازوں کے حادثہ کے دوران اتری۔

حضرت صدیق کا پیغام حضرت علی کے نام رضی اللہ عنہما

اور میں پسند کرتا ہوں کہ وہ پیغام ذکر کروں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ تو میں کہتا ہوں کہ ابوالحسن علی بن الحسین بن ابراہیم

بن راحل نے روایت کی فرمایا کہ ہمیں ابوالقاسم عبدالرحمن ابن موسیٰ الامدی نے بیان کیا۔ فرمایا کہ ہمیں شیخ جلیل ابوبکر عبداللہ بن الحسین بن عفان النوفلی نے بیان کیا۔ فرمایا ہمیں ابوعبداللہ محمد بن منصور بن عبدالستری نے مکہ معظمہ میں (اللہ تعالیٰ اس کی تمہائی فرمائے) ۳۹۴ھ میں بیان فرمایا۔ فرمایا ہمیں ابو حیان علی بن محمد التوحیدی البغدادی البرجندی نے شیر میں ۵۸۵ کے آخر میں بیان کیا۔ فرمایا کہ ایک رات ہم قاضی اجل احمد بن بشیر الروزی السامری یا العامری کے پاس بغداد میں شارع مازبان پر واقع دارابی جشان میں باتیں کر رہے تھے کئی موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں اللہ کی قسم ابو حامد بالغ النظر روایت میں ذمہ دار معاملہ فہم یا فرمایا کہ ہر فضا میں سانس لینے والے اور ہر آگ سے شعلہ لینے والے تھے پس سقیفہ بنی ساعدہ اور خلافت کے واقعہ کی بات چل نکلی۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں گفتگو کی۔ کسی شے کی تعریف کی اور کسی فن کی طرف کھینچا تو اس نے کہا کیا تم میں سے کسی شخص کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ پیغام یاد ہے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور آپ کا جواب اور اس مناظرہ کے بعد آپ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے کہا: واللہ ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا کہ یہ مخفی خزان میں سے ہے اور میں نے جب سے اسے یاد کیا ہے صرف مہلسی ابو محمد کے دور وزارت میں اس کے لئے روایت کیا ازاں بعد اس نے مجھ سے خلوت میں اسے لکھ لیا اور کہا کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ معقوق اور واضح رسالہ نہیں ہے۔ اور بیشک وہ علم و حکمت، فصاحت و فقاہت، بہترین سوچ دین اور انتہائی گہرائی پر دلالت کرتا ہے تو ابوبکر عبادانی نے کہا: اے قاضی صاحب! اگر آپ ہم پر پورا احسان کرتے ہوئے اس کی روایت فرمائیں تو ہم اسے سن لیں اور اسے آپ سے روایت کریں کیونکہ ہم مہلسی کی نسبت اسے زیادہ محفوظ کریں گے۔ اور ہمارا حق آپ پر زیادہ واجب ہے۔

قاضی صاحب نے بیان کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ ہمیں مکہ معظمہ میں (اللہ تعالیٰ اس کی تمہائی فرمائے) خزاعی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ابی میسرہ نے خبر دی فرمایا۔

کہ ہمیں محمد بن نلیح نے بیان کیا یا ابن ملیح کہا۔ فرمایا کہ مجھے عیسیٰ بن دءاب نے بیان کیا فرمایا ہمیں صالح بن کیسان اور یزید بن رومان نے جو کہ عبد الملک بن مروان کا معلم تھا بیان کیا دونوں نے فرمایا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن قیس سے بیان کیا۔ فرمایا مجھے ابو النفاخ مولا ابی عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ ہو گیا اور آپ احترام و وقار کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے گرچہ آپ ہمیشہ اسی طرح رہے لیکن درمیان میں قدرے تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا شر دور کر دیا۔ اس کی تنگی مٹادی اور خیر آسان فرمادی اس کا نقصان دور کر دیا۔ اور اس کا عمر مسترد ہو گیا۔ نفاق کی کمر ٹوٹ گئی اور اختلاف رفع دفع ہو گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے توقف، ذہنی اختلاف اور ریت و لعل کی خبر پہنچی اور آپ نے پسند نہ کیا کہ یہ حالت طول کھینچے۔ عداوت ظاہر ہو۔ اختلاف بڑھیں اور اس کی وجہ سے جاہل دھوکے باز یا حیلہ گر عقل مند یا کمزور دل جلد رام ہونے والے خوشامدی کو مداخلت کا موقع ملے۔ چنانچہ آپ نے مجھے بلایا میں آپ کے پاس پہنچا، اتہائی میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کے پاس اور کوئی نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے لئے روشنی اور مددگار تھے جن کی رائے سے آپ روشنی حاصل کرتے اور ان کی زبان سے گفتگو کرتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ! آپ کی پیشانی کس قدر بابرکت اور آپ کے دونوں رخساروں کے مابین کس قدر خیر کا بیان ہے۔ اور قسم ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں محتاط مقام اور قابل رشک مرتبہ پر فائز تھے۔ واللہ عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں ہماری موجودگی میں بے پناہ ہجوم میں فرمایا کہ ابو عبیدہ اس امت کا امین ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے کئی دفعہ اسلام کو عزت بخشی۔ آپ کے ہاتھوں اس کے شکاف درست فرمائے۔ آپ ہمیشہ دین کی پناہ گاہ اور ایمان والوں کے لئے سایہ رحمت

اپنے اہل و عیال کا سکون اور اپنے بھائیوں کے مددگار رہے ہیں۔

میں نے آپ کا ارادہ ایک ایسے امر کے لئے کیا ہے کہ اس کے مابعد خطرات کا ڈر ہے۔ اور اس کی اصلاح ایک نیک کام ہے اور آپ کے جانے اور مدد کرنے سے اگر اس کا زخم مندمل نہ ہو اور آپ کے دم پھوٹنے سے اس کا شعلہ نہ بجھا تو ناامیدی واقع ہوگی اور شدید خطرات کا سامنا ہوگا اور آپ کے بعد اس سے زیادہ تلخ اور گھبیر۔ اور اس سے زیادہ مشکل اور پریشان کن صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کی وجہ سے یہ کام مکمل ہو جائے اور آپ کے ہاتھوں اس کی شیرازہ بندی ہو جائے پس آپ نرمی اور بردباری اختیار کرتے ہوئے حوصلے سے کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول علیہ السلام کے لئے اور اس گروہ کے لئے خیر خواہی کریں دریاں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کسر نہ چھوڑیں نہ کسی تکلیف کو خاطر میں لائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ آپ کا مددگار رہنا اور آپ کو بصیرت عطا فرمانے والا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی کی طاقت، قوت اور توفیق ہے۔

اے ابو عبیدہ! حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور ان کے لئے اپنا بازو جھکائے رکھیں اور ان کا مرتبہ اس عظیم ذات کے ہاں جو کل ہم سے جدا ہوئے ایک حقیقت ہے ان سے کہئے کہ سمندر غرق کرنے والی طغیانی سے دوچار ہے۔ خشکی میں پھوٹ پڑی ہے، فضا مکر ہے، رات تاریک ہے آسمان حسین ہے زمین اجاڑ ہے چڑھنا محال، اترنا مشکل، حق نہایت شفیق و مہرباں، باطل دشمن سخت گیر، خود بینی شرک کا قائد ہے کینہ ہلاکت کا جاسوس ہے اشارہ کنایہ کرنا فتنے کو ہوا دینا ہے۔ جدائی عداوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے شیطان اپنے بائیں ہاتھ پر تکیہ لگائے ہوئے اور دائیں کے ساتھ جال پھیلانے ہوئے اپنے پیروکاروں کے لئے آغوش کھولے ہوئے اختلاف و انتشار کی انتظار کر رہا ہے اور پہلے اللہ تعالیٰ پھر اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر اس کے دین کے ساتھ عناد کرتے ہوئے امت کے مابین بغض و عداوت کے بیج بوری ہے فسق و فجور کا دوسرہ ڈالہ ہے

دھوکا فریب کرتا ہے شر والوں کو آرزوئیں دلاتا ہے اپنے دوستوں کی طرف باطل اور جھوٹ کا القاء کرتا ہے جو کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اس کی عادت ہے۔ جب سے ماضی بعید میں رب کریم نے اسے ذلیل فرمایا ہے اس کا دستور ہے کہ اس سے وہی بچے گا جس نے حق کو مضبوطی سے تھاما باطل سے نگاہیں بند رکھیں اور دشمن دین کا سر پوری شدت اور کوشش کے ساتھ اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں اس کی ناراضگی سے بچ کر جھکاتے ہوئے چلا۔

اب مفید گفتگو کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ خاموشی نے نقصان دیا ہے اور اس سے خطرات ہیں اللہ کی قسم ہے اس نے آپ کو ہدایت کی بات کی جس نے آپ کی گمشدہ چیز کو گھر پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ سے صاف گوئی سے کام لیا جس نے آپ کے لئے اپنی دوستی کو آپ کو عتاب کر کے زندہ کیا۔ اور اس نے خیر کو پسند کیا جس نے آپ کی معیت میں باقی رہنے کا ارادہ کیا۔ یہ کیا ہے جس کا آپ کو نفس نے فریب دیا ہے؟ جسے آپ کا قلب دوا سمجھتا ہے جس پر آپ کی رائے جمی ہے، جس کے سامنے سے آپ نگاہیں جراتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کو ناراضگی سرایت کر رہی ہے جس کے ساتھ آپ کا سانس پھول رہا ہے اور نظام تنفس بڑھ رہا ہے۔ اور آپ اپنی زبان سے نہیں کہتے؟۔

کیا فصاحت کے ساتھ بولنے کے بعد گونگا پن ہے۔ واضح بیان کرنے کے بعد چھپانا ہے؟ یا دین اسلام کے سوا کوئی اور دین یا اخلاق قرآن کے سوا کوئی اور خلق یا سیرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور سیرت ہے؟ کیا میرے جیسے کو بیماری سرایت کر جائے گی یا اُسے خشک سالی پھیل جائے گی۔ یا بادشاہ ہے جس پر فضا تنگ ہو جائے گی یا اس کی آنکھ میں چاند گرہن لگ جائے گا۔ یہ ذہنی تحفظ کے ساتھ پیچھے ہٹنا کیا ہے اور زبان سے گنگنا نا کیا؟ آپ آزاد ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو ہمارا قبول کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کے لئے اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لئے ہمارا اپنے وطنوں، مالوں، اور اہل و عیال سے ٹکنا آپ کو معلوم ہے جبکہ آپ

اس وقت ابھی بچپن اور نوعمری کی آغوش میں تھے ثیب و فراز سے بے خبر۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کس چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے نہ ہی اپنی ضروریات کو حاصل کر سکتے تھے۔ سوائے اس لگن کے جس پر آپ اپنے اس مقصد کی طرف چلتے تھے جس کی طرف آپ کو پھیرا گیا۔ یہی آپ کا مطمح نظر تھا دراصل حالانکہ آپ کی قدر و منزلت غیر معروف تھی نہ آپ کی فضیلت کا انکار۔ جبکہ ہم اس دوران ایسے حالات کا سامنا کرتے رہے جو پہاڑوں کو زائل کر دیں ایسے خطرات برداشت کرتے رہے کہ پیشانیوں کو بوڑھا کر دیں ان کی گہرائیوں میں غوطہ زن اور ان کی موجوں پر سوار رہے۔ ان کی ذلتیں اور سختیاں جھیلنے رہے کڑوے گھونٹ پیتے اور مناسب حالات سے استفادہ کرتے رہے ہم اس کی بنیاد مضبوط اور رابطے پختہ کرتے رہے۔ جبکہ آنکھیں حسد کے ساتھ دیکھتی تھیں۔ ناک تکبر سے برباد سینے غصے سے بڑھکتے۔ گردنیں فخر سے تنی ہوئیں۔ پلکوں میں مکرو فریب کی تیز نگاہی اور زمین خوف سے کانپتی تھی۔ شام کے وقت صبح کی امید اور صبح کے وقت شام کی امید نہیں ہوتی تھی اور ہم اپنے امر اسلام کا دفاع موت کا گھونٹ پی کر ہی کر سکتے تھے اور کسی بھی مقصد تک تلخیاں برداشت کر کے ہی پہنچتے تھے۔ کسی محفل میں جاتے تو زندگی سے مایوس ہو کر اٹھتے تھے۔ ان سب حالات میں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے والدین، ماموں، چچا کا مال، جائیداد، ہر قلیل و کثیر خوش دلی آنکھوں کی ٹھنڈک، سخاوت، عزائم کی پختگی عقلوں کی درستی چہروں کی مسکراہٹ اور زبانوں کی فصاحت کے ساتھ فدا کرتے تھے۔ یہ ان مخفی اسرار اور پوشیدہ اخبار کی طرف اشارہ ہے جن کا آپ کو استحضار نہیں۔ اور اگر آپ کا بچپنا نہ ہوتا تو آپ ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرتے۔ اب کیا صورت حال ہے کہ آپ کا دل غمزدہ، آپ کا حال معلوم، آپ کا حصہ پورا، آپ کا غیب معلوم، آپ میں نفع موجود، صلاحیت پیش نظر، آپ کا امر سمجھا جا چکا ہے اور قلیل آپ میں کثیر ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پختگی تک پہنچا دیا ہے۔ آپ کے لئے خیر کو پختہ اور پورا کر دیا ہے۔ آپ کی مراد آپ کے سامنے کر دی ہے۔ آپ کو فیروز مندی آپ کی آنکھوں کے سامنے دکھادی ہے۔

آپ جو سن رہے ہیں میں علم کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ اپنے زمانے کا انتظار کیجئے اس کی طرف اپنے ارادے کو بلند کریں۔ اس شخص کے متعلق تجسس چھوڑ دیں کہ اگر غلطی کرے تو آپ کے لئے قوت کا باعث نہیں ہوگا اور اگر عطا کرے تو آپ سے بہت نہیں ہوگا معاملہ ادھورا ہے اور اس کے متعلق دلوں میں درد ہے۔ آپ اس امت کے لئے ایک نمونہ ہیں پس جھگڑے کا خواب نہ دیکھیں۔ اور اس کی سیف براں میں اس میں کجی پیدا نہ کریں اور اس کا بیٹھا پانی ہے اسے کڑوا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس امر (خلافت) کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مجھے فرمایا: اے ابوبکر! یہ اس کے لئے جو اس سے بے رغبت ہونہ کہ اس کے لئے جو اس کی خاطر لڑائی کرے۔ اور یہ اس کے لئے ہے جو اس سے اپنے آپ کو کمزور اور ناتواں سمجھتا ہے نہ اس کے جو اس کے لئے بڑا بنتا ہے اور یہ اس کے لئے ہے جو کہتا ہے کہ یہ تیرے لیے ہے نہ کہ اس کے لئے جو کہے کہ یہ میرے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے (سیدہ رضی اللہ عنہا) کے رشتے کے متعلق مشورہ کیا۔ چند ایک قریشیوں کا ذکر آیا۔ میں نے عرض کی علی بن ابی طالب کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ابھی وہ بالکل نو عمر ہے۔ میں نے عرض کی: کہ جب آپ کا دست کرم اس کی حفاظت اور آپ کی نگاہ کرم اس کی نگہبانی فرمائے گی تو دونوں کو برکت نصیب ہوگی اور ان پر نعمتوں کا نزول ہوگا۔ علاوہ ازیں میں نے آپ کی حمایت میں کئی ایک باتیں کیں اور سرکار علیہ السلام کو آپ کی طرف راغب کیا جب کہ مجھے اس بارے میں آپ کی طرف سے کسی حاجت کا غم نہیں تھا تو میں نے جو کچھ کہا اس وقت مجھے آپ جس طرح میرے لئے ہیں اس دور میں آپ کے لئے میں آپ سے بہتر تھا۔

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کے متعلق آپ سے تعریضاً (اشارۃ) فرمایا تھا تو آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اشارہ فرمایا ہوگا اور اگر آپ کے متعلق فرمایا تھا تو آپ کے غیر سے خاموش نہیں رہے ہوں گے۔ اور جب آپ کے دل میں کوئی اجیز کھٹکتی ہے

تو آئیے فیصلہ پسند کیا جائے گا۔ صحیح بات سنی جائے گی اور حق کی اطاعت کی جائے گی۔ قسم بخدا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صورت میں واصل بحق ہوئے جبکہ آپ اس جماعت سے راضی تھے۔ اور اس کے متعلق پر حذر رہتے۔ آپ کو اس چیز سے تکلیف ہوتی جس سے اسے تکلیف ہوتی۔ اس چیز سے پریشان ہوئے جو اسے پریشان کرتی۔ اس سے خوش ہوتے جس سے اسے خوشی ہوتی۔ اسی سے راضی ہوتے جس سے امت راضی ہوتی اور اسے ناپسند ہوتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب۔ مل بیٹھنے والوں۔ عزیز واقارب میں سے کسی کو نہ چھوڑا جسے کسی فضیلت کے ساتھ منفرد نہ کیا ہو۔ جسے کسی مرتبہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو جسے کسی خصوصی حالت سے نوازا نہ ہو کہ اگر امت اس کی بیعت پر جمع ہو جائے تو اس کے پاس اس کا انتظام، کفالت اور ضرورت کا سارا اہتمام ہوگا تا کہ امت حق پر قائم رہنے اور باطل سے بچنے پر مددگار ہو۔

کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بے کار منتشر، لڑتے جھگڑتے بے نصیب۔ فتنہ باطل میں مبتلا حق سے برگشتہ چھوڑ دیا؟ کہ کوئی منتظم نہ قائد، کوئی محافظ نہ پھرے دار، کوئی پلانے والا نہ بچانے والا، کوئی راہ دکھانے والا نہ حدی خواں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے اپنے پروردگار کی طرف اشتیاق کا اظہار کیا نہ اس کے رضوان کی طرف چلنے کی دعا مانگی مگر اس وقت جب آپ نے روشنی کو عام۔ ہدایت کو واضح، ہلاکت اور تباہی کے مقامات کو پر امن اور درشت و سخت مہمات کو آسان کر دیا۔ اور آپ کی رحمت کے لہجے اس وقت آئے جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شرک کے دماغ کے پرچے اڑا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفاق کے مارو پود بکھیر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق فتنے کی ناک کاٹ دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیطان کی آنکھ میں تھوک دیا اور بھر پورا انداز میں اپنے دہن اقدس اور دست کرم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کھلے عام بیان فرمایا۔

ازاں بعد یہ حضرات مہاجرین اور انصار آپ کے پاس اور آپ کے ساتھ ایک ہی گھر

میں اور ایک ہی قطعہ زمین میں جمع ہیں۔ اگر یہ حضرات آپ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپ کے لئے مجھے اس منصب سے ہٹانا چاہیں اور مجھے آپ کے متعلق حکم دیں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہوں اور آپ کے بارے میں ان کی رائے کی طرف پھر جاتا ہوں۔ اور اگر صورت حال دوسری ہو تو آپ بھی اس کار خیر میں داخل ہو جائیں جس میں اہل اسلام داخل ہوئے ہیں اور ان کی مصلحتوں پر مددگار۔ ان کی مشکلات کو کھولنے والے۔ ان کے بھولے بھٹکوں کو صحیح راستے پر چلانے والے اور ان کے کج رویوں کو روکنے والے بنیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا حکم دیا اور حق پر ایک دوسرے کی مدد کرنے پر ابھارا ہے۔ ہمیں چھوڑیے تاکہ ہم اس دنیوی زندگی کو کینہ سے پاک سینوں کے ساتھ پورا کریں۔ اور ہم اللہ عزوجل کے حضور بغض و عناد سے پاک قلوب کے ساتھ حاضر ہوں۔ اس کے بعد (واضح رہے کہ) لوگ کمزور ہیں۔ ان کا ساتھ دیں ان پر مہربانی کریں اور ان کی خاطر نرم روی اختیار فرمائیں اور ہماری وجہ سے اپنے آپ کو غم میں نہ ڈالیں۔ کینہ کے پودے کو کٹنا ہوا اثر کے پرندے کو گرا ہوا اور کسی قیل و قال اور ملامت و بحث کے بغیر فتنے کا دروازہ بند رہنے دیں اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر اللہ وکیل ہے اور ہم جس حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ اسے جاننا دیکھتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف جانے کے لئے اٹھنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے دروازے کے پاس ذرا رکنا کیونکہ مجھے آپ سے ایک مفید بات کرنا ہے اسے سن کر جائیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ٹھہر گیا مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد کیا کچھ ہوا۔ البتہ آپ مجھے دروازے پر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملے۔ پس فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنا۔

حضرت عمر کا پیغام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام

کہ نیند خواہوں سے آلودہ۔ جھگڑا جنگ کا باعث اور خواہش لا جواب کرنے والی ہے اور ہم میں سے ہر کسی کا ایک مقام معلوم۔ حق مشہور یا مقسوم اور خبر ہے جو کہ ظاہر ہے یا چھپی

ہوئی۔ اور سب سے زیادہ دانا وہ ہے جو کہ بھاگے ہوئے کو الفت و محبت عطا کرے اور نرمی کرتے ہوئے دور کو قریب کرے۔ ہر کام کو اپنی ترازو پر تولے۔ اور اپنی خبر کو اپنے ظاہر و آشکار کے ساتھ نہ ملائے اور اپنے عطیہ کو اپنی کمزوری کی جگہ متعین نہ کرے دینی طور پر ہو یا دنیوی طور پر۔ گمراہی ہو یا ہدایت اس پہچان میں کوئی خیر نہیں جس کو کچھ اجنبیت شامل ہو۔ اس عمل میں کوئی بہتری نہیں جو طاقت میں استعمال کیا جائے۔ اور ہم اونٹ کی سرین اور دم کے درمیان کے پیوند والے چمڑے کی طرح نہیں ہیں ہر جلنے والا اپنی آگ میں جلتا ہے ہر راستہ اپنی منزل نہ ہوتا ہے، اور اس جماعت کی اس حد تک خاموشی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں نہ ہی ان کی گفتگو بست و کشاد کے لئے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہر متکبر کی ناک کاٹ دی ہے ہر ظالم کی کمر توڑ دی ہے اور ہر کذاب کی زبان بند کر دی ہے۔ اب حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا ہے؟ اور عقل مند کے لئے روشن حق کا مشاہدہ کافی ہے۔

تو یہ بڑائی کیا ہے جو کہ آپ کے سرے آشیانہ میں بسی ہے؟ اور یہ غم و غصہ کیا ہے جو کہ آپ کے سانس میں پھیلا ہوا ہے؟ یہ زہر کیا ہے جو کہ آپ کے پیسے میں سرایت کر گیا؟ تنکا کیا ہے جس نے آپ کی آنکھ کی پتلی پر پردہ ڈال دیا اور آپ کی ناک کو پر باد کر دیا؟ یہ پاؤں کا ورم اور پائیمالی کیسی جس سے آپ کی عاجزی اور طبعی اضمحلال پر دلالت ملتی ہے؟ یہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے آپ بے پہچان ہو گئے ہیں اور اس کی بنا پر آپ نے بغض اور اجنبیت کو اس شدت کی وجہ سے جسے آپ بروئے کار لائے ہیں اور اس کی طرف تیزی سے چل رہے ہیں اختیار کر لیا ہے؟ تجربہ کار سکھایا نہیں جاتا اور پاک دامن کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے گفتگو کی ضرورت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جب کہ یہ امر مقید و محدود تھا۔ اس میں کسی کو طمع تھی نہ طلب اور آپ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی قول مشہور نہیں نہ ہی آپ کے بارے میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور نہ ہی حضور صلیہ السلام نے

آپ کے متعلق حتمی فیصلہ دیا جبکہ ہم میں کسری کی کسرویت اور قیصر کی قیصریت نہیں ہے اور یہ دونوں فارسی اور رومی ایسی قوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کی پناہ ہمارے تیروں کا نشانہ ہمارے نیزوں کی آماجگاہ اور ہماری حکومت کے تابع کر دیا بلکہ ہم نبوت کے نور، رسالت کی روشنی، حکمت کے ثمرہ رحمت کے بقیہ، نعمت کے عنوان اور تحفظ کے سایہ میں ہیں اس امت کے درمیان جو کہ حق و صداقت کے ساتھ ہدایت پانے والی اور ہر بست و کشاد کے وقت امن میں ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفیس دل، مضبوط بازو، مددگار ہاتھ اور نگہبانی کرنے والی آنکھیں ہیں۔ کیا آپ ایسا کوئی گمان کر سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امت کا شیرازہ بکھیرتے اسے دھوکا دیتے اور ناجائز طریقے سے اس پر قبضہ جماتے ہوئے اس امر خلافت پر کود پڑے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے امت کی عقلیں اکھاڑ پھینکیں اور اس کی آنکھیں ٹیڑھی کر دیں؟ اس کے عہد و پیمان اٹھائے اور اس کی عقلیں زائل کر دی ہیں؟ اس کے سینوں سے اس کی غیرت سلب کر لی اور اس کے جگروں سے ان کی پختگی کھینچ لی؟ اس کا نقصان کر دیا اور اسے اس کے اصل مقام سے بنا دیا؟ اس کی شرم و حیا کو دھچکا لگایا اور اس کے تول کو ماپ میں بدل دیا۔ اس کی بیداری و نیند اور درستی کو خرابی میں تبدیل کر دیا؟

اگر ایسا ہے تو پھر تو ان کا جادو ظاہر اور مکر مضبوط ہے۔ ہرگز ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کس سوار اور پیدل لشکر کیساتھ؟ کس نیزے اور بھالے کے ساتھ؟ کس قوت اور احسان کے ساتھ؟ کس طاقت اور توانائی کے ساتھ؟ کس ذخیرے اور تیاری کے ساتھ؟ کس امداد اور شدت کے ساتھ؟ کس قبیلے اور کنبے کے ساتھ؟ کس دست و بازو اور مدد کے ساتھ؟ اور کون سے اسلحہ اور فراخی کے ساتھ؟ البتہ آپ کے نزدیک وہ (ابو بکر صدیق) اس علامت کی بنا پر جو آپ نے ان کے لئے مقرر فرمائی ہے مضبوط محاذ اور عالی دربار والے ہو گئے ہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امت سے کنارہ کشی کی تو وہ ان کے غم میں نڈھال ہو گئی وہ اس کے لئے جھک گئے تو وہ ان سے وابستہ ہو گئی اس سے علیحدہ ہو گئے

وہ آپ کی طرف مائل ہوئی۔ آپ نے اسے بچایا وہ آپ پر مجتمع ہو گئی۔ ایک عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔ ایک عظیم مقصد ہے جس تک اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنچایا ہے ایک نعمت ہے جس کا حسن اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔ ایک احسان ہے جس کا شکر ان پر اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا اور ایک امت ہے جس کی طرف ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نظر فرمائی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کئی دفعہ ان پر خلافت کے گھیرا ڈالا جب کہ انہوں نے اس کے فتنوں کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور نہ ہی اس کے وقت کے منتظر تھے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو زیادہ جانتا ہے۔ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے اور ان کے لئے وہ کچھ پسند فرماتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہے۔

اور آپ ایسے مقام پر ہیں۔ کہ گھرانہ نبوت، معدن رسالت اور پناہ گاہ حکمت میں آپ کا مرتبہ ڈھکا چھپا نہیں۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے اس میں آپ کے حق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن آپ کے لئے ایسا مزاحم ہے کہ اس کا کندھا آپ کے کندھے سے عظیم۔ اس کا قرب آپ کے قرب سے زیادہ موثر اس کے قوی آپ کے قوی سے زیادہ مضبوط۔ اس کی عمر آپ کی عمر سے بلند، سفید بال آپ کے سفید بالوں سے زیادہ ایسا پرہیزگار جس کی سیادت کی رگ قبل بعثت کے زمانہ میں موج زن۔ جسکی شاخ اسلام اور شریعت میں تروتازہ۔ اس کے لئے کئی مواقع حاصل، جہاں آپ کا موسم بہار کا مکان نہ موسم گرما کا، جانور نہ قربانی، کوئی اونٹ نہ اونٹنی اس کے اگلوں میں ذکر نہ پچھلوں میں ان مواقع پر آپ نے بازو ہلایا نہ انگلی۔ اور نہ وہاں آپ کا کوئی متبادل نہ حرکت۔

اگر آپ اپنی گفتگو میں اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں تو ہمیں اس بارے میں معذور سمجھیں جو آپ نے دوسروں سے سنا۔ اور اگر آپ کے دل میں اس امر کے متعلق کوئی بات ہے تو آپ کو ایسی نئی صورت حال کا سامنا کرنا ہوگا۔ جو آپ کو پہلا بھلا دے گی۔ اور دوسرے سے غیر متوجہ کر دے گی۔ اور اگر اس کے بارے میں عمل نہ ہوتا جس کے متعلق اور جس پر ہم نے اس کے ساتھ تعریض کی جو ہمارے دلوں میں ہے تو آپ خاموش نہ رہتے

اور اپنی بعض حاجات کی طرف آپ بھی اسے دوست بنا لیتے۔ رہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مقدس کا دانہ آپ کی سوچ کا بندھن، آپ کے رازوں کا خزانہ آپ کے غم کا ٹھکانہ آپ کی رائے اور مشورہ میں آپ کے حکم کی قراگاہ آپ کی ہتھیلی کا باطن اور آپ کی نگاہ کرم کا نشانہ رہے اور یہ سب کچھ حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے آنے جانے والوں کے بالکل سامنے ہے اور ان کی شہرت کو اس پر دلیل کی ضرورت نہیں۔ اور میری عمر کی قسم آپ قرابت کے اعتبار سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں قربت کے اعتبار سے زیادہ قریب اور شرف صحبت کے حوالے سے زیادہ پختہ ہیں۔ قرابت گوشت اور خون ہے جب کہ قرب جان اور روح ہے اور اس فرق کو اہل ایمان پہچانتے ہیں اسی لئے وہ سب ان کی طرف چل نکلے۔ اور آپ جب بھی کسی چیز میں شک کریں اس بات میں شک نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور اس کی خوشنودی طاعت والوں کے لئے ہے تو آپ بھی اس اچھے عہد و پیمان میں داخل ہو جائیں جس میں مسلمان داخل ہو چکے کہ یہ آج آپ کے لئے بہتر ہے اور کل کے لئے نفع بخش۔ اور آپ اپنے دل سے اسے نکال پھینکیں جو کہ آپ کے حلق میں معلق ہے اور اپنے سینے کا غصہ تھوک دیں کہ اگر مدت میں درازی اور وقت میں فراخی ہوئی تو آپ اسے خوشی ناخوشی کھاتے اور طوعاً اور کرہاً پیتے رہیں گے جبکہ آپ کی بات کا جواب دینے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہوگا جو آپ کی سنے گا اور آپ کا کوئی پیروکار اس کے سوا نہیں ہوگا جسے آپ کے بارے میں طمع ہو گی۔ آپ کی کھال کھینچے گا۔ چمڑہ نوچے گا۔ آپ کے معمولات پر عیب رکھے گا۔ آپ کی خدمت کے ساتھ اپنی جلن کا اظہار کرے گا۔ اس وقت ندامت سے آپ کے دانت بجھیں گے اور آپ خون کے گھونٹ پیئیں گے۔ پھر آپ اپنی بیت جانے والی عمر اور اپنی قوم کے گزرے ہوئے افراد کی وجہ سے افسوس کریں گے اس وقت آپ آرزو کریں گے کہ کاش وہ گھونٹ پی لیتے جس کا انکار کیا اور اسی حالت کی طرف لوٹ جائیں جسے آپ نے حقیر جانا

اور ہمارے اور آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے جو کہ پورا ہو کے رہے گا۔ ایک غیب ہے جسے وہ ظاہر فرمائے گا اور ایک انجام ہے جس کے نفع و نقصان کی امید ہے اور وہی وارث، لائق تعریف بخشے والا نہایت مہربان ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ناتوان اور مضحک سا چلنے لگا۔ انتشار کے خطرے اور امت کے مستقبل کے بارے میں پریشان گویا میں دماغ کے بل چل رہا ہوں حتیٰ کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ آپ کو میں نے تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ چنانچہ ساری گفتگو تفصیل سے بیان کر دی۔ اور یوں آپ تک پیغام پہنچا کر بری الذمہ ہو گیا۔ اور میں نے نرمی سے بات کی جب آپ نے پیغام سن لیا اور اسے یاد کر لیا اور اس کا اثر آپ کے اعضاء میں سرایت کر گیا تو آپ نے مثال بیان فرماتے ہوئے شعر پڑھا جو اس شخص کے متعلق پڑھا جاتا ہے جسے کوئی امر شدید پیش آئے اور وہ اس سے عہدہ برا ہونا چاہتا ہو۔

اس کا مغالطہ حل ہوا اور مشکل دور ہو گئی

پھر فرمایا اے ابو عبیدہ! کیا یہ سب کچھ اس قوم کے دلوں میں ہے سب اس پر پختہ ہیں؟ میں نے کہا: میرے پاس آپ کے لئے اس کا کوئی جواب نہیں ہے میں تو دین کا حق پورا کرنے والا ملت کے انقباض کو دور کرنے والا اور اس امر کے شکاف کو بند کرنے والا ہوں۔ جسے اللہ تعالیٰ میرے دل کی دھڑکن اور نفس کی گہرائی سے جانتا ہے۔

تاخیر بیعت کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میرا اس گھر کے گوشے میں بیٹھ رہنا اختلاف کے قصد۔ نیکی کے انکار اور مسلمانوں پر کند ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق نے مجھے ادھمویا کر دیا اور آپ کی جدائی کے غم نے نڈھال کر دیا۔ اور یہ اس لئے کہ آپ سے تشریف لے جانے کے بعد جہاں جاتا ہوں میرا غم تازہ اور صدمہ پھر سے نیا ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے جا ملنے کا شوق مجھے اس کے علاوہ

کسی امر کی طمع سے کافی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے عہد پر پابند بیٹھا سے دیکھ رہا ہوں اور اس سے جو منتشر ہو چکا اسے اپنے عمل میں مخلص اور معاملات کو سپرد خدا کرنے والوں کے لئے تیار کئے گئے ثواب کی امید میں جمع کر رہا ہوں علاوہ ازیں مجھے نہیں معلوم کہ میرے خلاف کوئی محاذ تیار ہو رہا ہے نہ ہی میرے سابقہ حق کو کوئی روکنے والا ہے اور جب میری وجہ سے وادی کی آنکھیں ٹھنڈی اور میری وجہ سے مجلس میں جمعیت ہے تو ایسی چیز خوشگوار نہیں جو کسی مسلمان کو بری لگے اور دل میں گفتگو ہے اگر میری سابقہ بات اور گزشتہ عہد نہ ہوتا تو میں پورے طور پر اپنے جذبات کا اظہار کرتا اور اس کی گہرائی میں پوری صلاحیتوں سے اتر کر بات کرتا لیکن میں مہربلب ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں۔ اور مجھ پر نازل پریشانیوں پر اس کے حضور صبر کرتا ہوں۔ اور میں صبح آپ لوگوں کی جماعت میں حاضر آؤں گا اور آپ کے صاحب کی بیعت کروں گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے جو کہ ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس لوٹ کر آیا اور بڑی بڑی ساری باتیں کہہ ڈالیں اور کوئی شیریں اور تلخ بات نہ چھوڑی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صبح کے وقت مسجد میں آمد کا بھی ذکر کر دیا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور محفل میں سے ہوتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا بیٹھے اور آپ کی۔ بیعت کی کلمات خیر کہے۔ آپ کے اوصاف جمیلہ بیان کئے۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس جماعت میں آپ ہیں وہ (غلطی پر جمع ہونے سے) محفوظ و معصوم ہے۔ اور جس امت میں آپ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی ہے۔ آپ ہمارے معزز و محترم ہیں۔ آپ کی ناراضگی سے ہم اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے ہیں اور آپ کی خوشنودی سے ہمیں اس کی رحمت کی امید ہے۔ اگر میں نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا جسے آپ نے قبول کیا ہے تو آپ کو بلایا نہ جاتا۔ اور البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کی پشت سے وہ بوجھ اتار دیا جسکی وجہ سے میرے کو لہے بوجھل ہیں۔ اور وہ کس قدر سعادت مند ہے جسے اللہ تعالیٰ کفایت کی نظر سے دیکھے اور نگہبانی کی آنکھ سے ملاحظہ فرمائے۔ ہم آپ کے ضرورت مند اور آپ کی فضیلت کے معترف اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ چلنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے اعزاز میں آپ کو وداع کرنے اور آپ کا ذہن معلوم کرنے کے لئے ساتھ چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہارے صاحب کی بیعت سے انہیں ناپسند کرتے ہوئے نہیں بیٹھا رہا نہ ہی ان سے ڈر کر آیا ہوں اور میں جو کچھ کہتا ہوں کسی علت کی وجہ سے نہیں کہتا کیونکہ مجھے اپنی نگاہ کی حد۔ اپنے قدم کی آماجگاہ اپنی کمان کے تیر اور اپنے تیر کا نشانہ معلوم ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تکذیب سے بچتے ہوئے اور ان کی معذرت کو باطل قرار نہ دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوالحسن! اپنی علیحدگی سے صرف نظر کریں۔ اپنے راز کو قائم رکھیں عصا کو اس کی چھال میں اور ڈول کو اس کی رسی کے ساتھ رہنے دیں یعنی اختلاف سے پرہیز اور اتفاق برقرار رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آگے پیچھے اس کا محافظ ہے۔ اگر ہم عیب جوئی کریں تو انتشار کی آگ بھڑکے گی۔ بال کی کھال اتاریں گے تو خونریزی ہوگی۔ اور اگر ہم خیر خواہی کریں گے تو بڑھیں پھولیں گے۔

اور میں نے آپ کا وہ شعر بھی سنا جو کہ ایک غم آلود سینے سے صادر ہوا۔ اگر میں چاہتا تو میں آپ کی بات پر ایسی بات کرتا کہ آپ اسے سن کر اپنے کہے پر نادم ہوتے آپ نے گمان کیا کہ آپ اپنے گھر کے گوشہ میں اسے لئے بیٹھے رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی نے نڈھال کر دیا کیا کے لئے آپ کو ہی نڈھال کیا اور آپ کے سوا کسی پر اثر نہیں ہوا؟ بلکہ آپ کی جدائی کا صدمہ اس سے کہیں بڑا اور زبردست ہے اور اس صدمہ کا حق یہ ہے کہ جماعت کے اتحاد کو کوئی بات کر کے پارہ پارہ نہ کیا جائے جو اس وقت کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ اور اس کے اچھوں کی عیب جوئی نہ کی جائے جس کی نتیجے میں شیطان کے

مکرو فریب کا خطرہ باقی رہے۔ اور ہمارے ارد گرد یہ عرب ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اگر دن کے آغاز میں ہماری عداوت پر جمع ہو جائیں تو ہم اس کی شام کی طرف نہیں جھانک سکتے۔

اور آپ کا گمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملنے کا شوق کسی اور چیز کی طمع سے کافی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف شوق یہ ہے کہ آپ کے دین کی مدد اور اس بارے میں اولیاء اللہ کی پشت پناہی ان کی کی امداد کی جائے۔ اور آپ نے گمان کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عہد پر پابند بیٹھے ہیں۔ اس سے جو کچھ علیحدہ ہو گیا اسے جمع فرما رہے ہیں تو اس کے عہد پر پابندی اس کی خلق پر مہربانی۔ اس کے بندوں کی خیر خواہی اور ان تو اتائیوں کو خرچ کرنا ہے جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہو اور وہ اس کی طرف ہدایت پائیں۔ اور آپ نے گمان کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے خلاف کوئی محاذ تیار ہو رہا ہے۔ اور آپ کے خلاف کونسا محاذ تیار ہوا۔ اور کونسا حق آپ سے چھپایا گیا۔ جبکہ آپ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو کل شام حضرات انصار نے چھپ کر اور علی الاعلان کہا۔ اور ظاہر و باطن میں پلٹے کھائے۔ کیا انہوں نے آپ کا نام لیا۔ آپ کی طرف اشارہ کیا یا آپ نے ان کی مرضی پائی؟ اور یہ مہاجرین ہیں ان میں سے کس نے اپنی زبان سے کہا یا انگلی یا آنکھ سے اشارہ کیا یا اس کے دل میں کھٹکا ہو کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو اس امر خلافت کے لائق ہے؟ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے لوگ گمراہ یا کافر ہو گئے یا انہوں نے آپ کی رغبت کی یا آپ سے دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو بیچ ڈالا۔ خدا کی قسم میرے پاس عقیل بن زیاد الخزرجی آیا اور اس کے ساتھ سرخس بن یعقوب خزرجی بھی تھا اور دونوں نے کہا کہ علی امامت کی انتظار میں ہیں اور اپنے کو سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں اور جو بھی سند خلافت پر بیٹھے اس کا انکار کرتے ہیں لیکن میں نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ اور میں نے ان کی یہ بات بھی ان کے منہ پر دے ماری جو انہوں نے یہ کہا کہ علی وحی کے انتظار میں ہے اور فرشتے سے مناجات کے درپے ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ایک ایسا امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لپیٹ دیا ہے۔ کیا

یہ امر آسانی سے کھلنے والی گرہ کے ساتھ وابستہ یا گنجائش کی اطراف کے ساتھ بندھا تھا جن کا ازار بند کی گرہ کی طرح کھولنا آسان ہے؟ ہرگز نہیں اللہ کی قسم عنایت خداوندی شامل حال ہے۔ اور شجرہ اسلام قد آور ہے۔ بحمد اللہ ہر لکنت فصاحت میں بدل چکی ہے اور ہر مسئلہ ہے بے غبار ہے۔

اور یہ کہنا بھی آپ کی عجیب شان ہے کہ اگر میری سابقہ بات اور گزشتہ عہد و پیمانہ نہ ہوتا تو میں پوری طرح غصے کے جذبات کا اظہار کرتا کیا کسی کے لئے دین اسلام نے اپنے ماننے والوں پر اپنے ہاتھ اور زبان سے غصہ نکالنے کا حق چھوڑا ہے؟ یہ جاہلیت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے زبان کاٹ دی ہے اس کے جرثومے کو اکھاڑ پھینکا ہے اس کی رات کو لیٹ دیا ہے۔ اس کے سیلاب کو زیر میں کر دیا ہے اور اس کے بدلے رحمت خوشبودار ماحول، رضا مندی اور رضوان عطا فرمائے۔ آپ کا گمان ہے کہ آپ خاموش ہیں۔ میری عمر کی قسم جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے پسند فرماتا ہے۔ اور جس نے اس کی رضا کو پسند کیا اور اس کے ہاں کی نعمت کو طلب کیا وہ اپنی زبان کو روک لیتا ہے اور منہ بند رکھتا ہے اور اپنی کوشش اس کے علاوہ دیگر اچھائیوں میں صرف کرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو حفص! ذرا مہلت دیجئے اللہ کی قسم میں نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کوشش کی کسی مصیبت اور سختی کے ارادے سے نہیں اور جس چیز کا میں نے اقرار کیا اس سے پھر جانے کے خواہش سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوگوں میں سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے پھوٹ ڈالنے کو پسند کیا اور اندرون خانہ منافقت کی اور ہر حادثے میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور تمام حوادث میں اسی پر بھروسہ ہے۔ اے ابو حفص! آپ اپنی محفل کی طرف مطمئن دل۔ ٹھنڈے جذبات اور وسعت قلبی کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ آپ نے جو سنا اور کہا اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مدد اور احسن توفیق سے صرف اور صرف ایسی صورت حال ہے جو کہ پست کو مضبوط کرے بوجھ اتارے ثقل دور کرے۔ الفت جمع کرے مصیبت رفع کرے اور نزدیکی

پیدا کرے۔

حضرت ابوبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس مڑ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے بعد سب سے مشکل مقام جو کہ میری پیشانی پر گزرا۔ انتہی

حکایت:

اور بعض کتابوں میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جب ہجرت کی اور اپنے اہل و عیال کو مکہ معظمہ (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے) میں چھوڑ گئے۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی دو صاحبزادیوں حضرت اسماء اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمہارے لئے کیا چھوڑ گیا ہے؟ دونوں نے چھوٹے چھوٹے پتھر لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اسے ڈھانپ دیا اور اپنے دادا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا کہ ہمارے لئے یہ چھوڑ گئے ہیں۔ دادا نے سمجھا کہ وہ دنیا کا مال ہے پس کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اپنے بیٹے ابوبکر کے متعلق گمان نہ تھا کہ اپنی اولاد کو دنیا کے لئے چھوڑ جائے گا۔ اور رونے لگے تو دونوں نے کہا کہ آپ خوش رہیں اللہ تعالیٰ کی قسم والد محترم ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔ پس حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

مجھے ہمارے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ ہم پر ان کے فیوض و برکات کی مہک افاضہ فرمائے) نے بیان کیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک محفل میں خاموش بیٹھے تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: موت ایک دروازہ ہے اور سب لوگوں کو اس میں داخل ہونا ہے۔ اے کاش مجھے پتہ چلتا کہ دروازے کے بعد گھر کیسا ہے؟ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مخاطب!

اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرے گا تو گھر نعمتوں کا گھر ہے اور اگر خلاف

کرے گا تو آگ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دو مقام ہیں ایک شخص کے لئے ان دونوں کے سوا کچھ نہیں۔ اے مخاطب! ان دونوں میں سے اپنے لئے جو پسند کرتا ہے، کر لے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: بندگان خدا کے لئے فردوس کے علاوہ کوئی منزل نہیں اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو پروردگار بخشنے والا ہے۔

اور ہمیں عالم امت ہمارے شیخ الفیثی سے ان کی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی گئی کہ میں اور ابو بکر ایک ہی طینت سے بنائے گئے ہیں۔

اور میں نے صوفیہ کے استاذ ہمارے شیخ سیف الدین السلمی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کہ فرما رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض میں مبتلا ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی زیارت کو آئے جب آپ کو بیمار دیکھا تو سخت افسوس کی وجہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب نبی پاک علیہ السلام شفا یاب ہوئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھنے آئے تو سرکار علیہ السلام کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ شفا یاب ہو گئے اور یہ شعر پڑھے: محبوب بیمار ہوا تو میں نے اس کی زیارت کی تو غم کی وجہ سے میں بیمار ہو گیا۔ محبوب کو شفا ہوئی وہ مجھے دیکھنے آیا تو اسے دیکھ کر مجھے شفاء ہو گئی۔

اور ہمیں یہ روایت پہنچی کہ کوئی دن نہیں گزرتا تھا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ایک مرتبہ نہ آئیں۔ صبح یا شام۔ اور جب ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ایک دن میں دو مرتبہ تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا کوئی نیا حکم صادر ہوا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ مجھے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں ایک اپنے لئے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرماتے اور ان کی آراء مختلف ہوتیں۔ وہ ایک چیز کا مشورہ دیتے جبکہ ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ دوسری چیز کے متعلق مشورہ دیتے تو حضور علیہ السلام ابو بکر کی رائے پر عمل فرماتے جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے فدیہ کے بارے میں ہوا۔ اور صحیح یہی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے سیاق میں فرمایا ”فکلوا مما غنتم حلالا طیباً“ یعنی مال غنیمت میں سے کھاؤ جو کہ حلال پاک ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت کا نام دیا۔ اسے حلال فرمایا اور اسے طیب قرار دیا تو اس کی رائے دینا صحیح ہے۔

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب اہل مکہ نے سہیل بن عمیر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے عہد کی تجدید کے لئے بھیجا تو اس نے وہ کچھ لکھا جو کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آرزو کے خلاف تھا اور آپ نے تنگی محسوس کی۔ چنانچہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابو بکر! کہا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بالکل ہم حق پر اور دشمن باطل پر ہے۔ کہا پھر ہم اپنے دین کے بارے میں یہ عیب دار شرط کیوں آنے دیں؟ فرمایا اے عمر! حضور علیہ السلام خواہش سے بات نہیں فرماتے وہ تو صرف وحی خداوندی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے حضرت عمر کہنے لگے اے ابو بکر! آپ نے مشکل حل کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات حل فرمائے اور یہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے کفار نے روک دیا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کہتے لگے: اے ابو بکر! کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سرکار علیہ السلام نے اسی سال کے بارے میں فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مشکل حل کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل حل کرے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور اس کے باوجود وہ حضرت ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی تھے۔ آپ کی رائے سے روشنی حاصل کرتے اور آپ کے فعل کی اقتداء کرتے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ان کی رائے کا تو حضور علیہ السلام بھی احترام فرماتے تھے۔ اور وہ

یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو بکر کی رائے کے احترام کا حکم دیا ہے۔ تو عمر کے لئے ان کی تقلید اور اتباع واجب ہو گئی۔ اور ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ میں ابو بکر کے ساتھ ایسے بھیجا گیا ہوں جیسے دوڑ کے دو گھوڑے۔ ہم دوڑے اور میں اس سے آگے نکل گیا تو اس نے میری پیروی کی اور اگر وہ مجھ سے آگے نکل جاتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔

(قدرت کے ارادہ ازلی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت ثابت تھی جسے یہاں آگے نکل جانے سے تعبیر فرمایا۔ جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں نبوت کے سوا تمام مدارج روحانیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی بدولت موجود ہیں۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ)

ثانویت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور تو ظاہر میں دیکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے تھے اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہجرت میں دوسرے۔ واقعہ اسراء پر ایمان لانے میں دوسرے۔ میلاد میں دوسرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت پیر جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت منگل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تیرہویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔ حکم اسلام پر پابندی میں دوسرے اور آپ کے بعد خلیفہ اور مزار میں دوسرے ہیں۔ اور قرآن کریم کے کتنے اسرار ہیں جن میں آپ ثانی اشین ہیں۔ اسی لئے آپ کے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ازلی اشارات ہوتے جنہیں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے فرماتے: اے ابو بکر کیا جانتے ہو فلاں دن کہ دن نہیں؟ اور تبسم فرماتے تو عرض کرتے: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تجھے معلوم ہے جب ایام کی تخلیق سے پہلے ایسا ہوا۔ تو بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات میں آپ کی صحبت ازلی ہے۔

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاب قوسین او ادنیٰ تھے آپ کو تنہائی محسوس ہوئی تو آپ نے دربار خداوندی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو قلب پاک کو اطمینان اور اپنے ساتھی کی آواز سے انس حاصل ہوا۔ اور یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک منفرد کرامت ہے۔

واصلح لی فی ذریعتی کی باقی بحث

ہم اللہ تعالیٰ کے قول واصلح لی فی ذریعتی کی طرف لوٹتے ہیں۔ پہلے گزر چکا کہ جا رہا اور مجرور (یعنی لی) کو مقدم کرنا خصوصیت کا فائدہ دیتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میرے لئے میری اولاد کی ایسی اصلاح فرما جو کہ میرے لائق ہو کہ میری آل کے بارے میں مجھے راضی اور میری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے رضا کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ولسوف یرضی یعنی عنقریب راضی ہو جائے گا۔

آل صدیق کی دارین میں سعادت کی قرآنی دلیل

اور بعض نحوویوں نے کہا ہے کہ قرآن پاک سے آل صدیق کے لئے دارین کی سعادت کی دلیل ملتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ”وسنیرہ لیسری“ یعنی ہم اس کے لئے آسان راہ آسان کر دیں گے۔ اور سین کا معنی ہے عنقریب مشکل حل ہو جائے گی۔ نیز فرمایا ولسوف یرضی۔ اور وہ ضرور راضی ہوگا اور سوف طویل مدت کی ڈھیل کے لئے ہے۔ پس آسانی دنیا کے لئے ہے اور رضا آخرت کے لئے اور یہ اچھا استدلال ہے۔

نکتہ ادبیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ”فاما من اعطی و اتقى و صدق بالحسنیٰ فسیرہ لیسری“ یعنی جس نے راہ خدا میں مال دیا اور اس سے ڈرتا رہا اور اچھی بات یک تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسان راہ آسان کر دیں

گے۔ جبکہ آپ کے غیر کے بارے میں فرمایا: واما من بخل واسفتنی وکذب
 بالحسنی فسیتسره للعسری ”یعنی جس نے بخل کیا اور لا پرواہی کی اور اچھی بات کو
 جھٹلایا تو ہم اس کے مشکل راہ آسان کر دیں گے۔ تو اس میں علم بدیعی کی اصطلاح کے
 مطابق طباق بدیعی ہے۔ اور وہ اس میں تاویل کے مطابق پانچ کے مقابلے میں پانچ ہیں اور
 علم بدیعی کے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ سے زائد نہیں ہوتا۔ اور اس نے متنبتی کے قول
 سے استدلال کیا ہے اور ہم

ازورهم وظلام اللیل لشفیعی لی

وانثنی وضياء الصبح یغری بی

تو یہاں پانچ کو پانچ کے مقابلے میں لایا گیا ہمارے شیخ علامہ یس الشامی رحمۃ اللہ
 علیہ نے فرمایا کہ پانچ پر اضافہ ممکن ہے اور اس کے وجود کی نفی نہیں کر سکتے۔ اور علامہ شامی
 کے قول کے مطابق میں نے صفدی کے لامیۃ العجم کی شرح میں پانچ سے زیادہ بھی دیکھا ہے
 فرمایا کہ جب امیر علی روز باری سے میدان عرفات میں بعض افاضل کی ملاقات ہوئی تو
 انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

علی راس عبدتاج عزیزینہ

وفی رجل حرقید ذل یشینہ

تو اس نے ارتجالا جواب دیا۔

تسر کئیما مکر مات تعزہ

وتبکی کریما حادثات تہنیہ

شارح نے کہا کہ یہ بظاہر انتہائی مطابقت ہے لیکن غور کرنے والے پر واضح ہے کہ یہ
 دو وجہوں سے ناقص ہے۔ پہلی وجہ چھ کا مقابلہ چھ سے تاویل کے بغیر کیا۔ دوسری وجہ چار کا
 مقابلہ چار کے ساتھ تاویل کے ساتھ کیا۔ کیونکہ سرور کے مقابل حزن ہے لیکن حزن سے رونا
 پیدا ہوتا ہے اس لئے اسے اس کے قائم مقام قرار دیا۔ اور تاویل بلاغت کے مرتبہ کو گرا دیتی

ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں حسن اور احسن ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کا مقام کس قدر ہوگا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس نے مال عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی اور اس کے ساتھ آسانی اور رضا کا وعدہ فرمایا اس میں وہی جھگڑا کرے گا جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے اندھا۔ اس کے دل کو بے نور اور جسے علم کے باوجود گمراہ فرما دیا۔

تنبیہ:

اور حرف کا علم رکھنے والوں میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ آل صدیق کے ناموس کے دوام اور اس کی عزت کے دنیا کے خاتمے تک قائم رہنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کے قول ”فی ذریعتی“ کی رمز سے ملتی ہے کیونکہ جمل کبیر کے مطابق اس کی گنتی ۱۴۱۰ ہے۔ اور اسے دنیا کے مکمل ہونے کی مدت گمان کیا جاتا ہے جیسا کہ ان کے بعض نے اسے ذکر فرمایا پس یہ حضرات رہتی دنیا تک عزت اور سیادت کے ساتھ غالب رہیں گے اور اس مدت کا استنباط اہل تحقیق کے معتمد عالم دین مصطفیٰ لطف اللہ الرزنا مجی نے دیوان مصری میں اللہ تعالیٰ کے قول ”لا یلبثون خلافاک الا قلیلا“ سے فرمایا ہے آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ جب ہم تکرار سے آنے والے حروف کو گرا دیں تو باقی یہ گیارہ حرف رہ جائیں گے (ل ای ب ث و ن خ ف ک ق) جن کی گنتی جمل کبیر کی رو سے ۱۳۹۹ بنتی ہے۔ ان پر حروف کے عدد زیادہ کرتے ہیں جو کہ گیارہ ہیں تو مجموعی طور پر ۱۴۱۰ بنتے ہیں اور یہ ذریعتی کے مطابق ہیں۔

اور میں نے سربر آوردہ علماء کے سرخیل ہمارے شیخ یوسف الفیشی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد البکری یعنی الکبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمارے پیچھے ایک ہی سجادہ پر بیٹھتے ہیں (فیہ مافیہ)۔ اور اس سے اس استنباط کی تصحیح کی تقویت ملتی ہے۔

استاذ بکری نے فرمایا کہ ان میں سے ہر زمانے میں ایک سردار ہوتا ہے جس کی حق کے ساتھ تائید کی جاتی ہے جو کہ شک کو مٹانے والا ہوتا ہے۔

نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا احترام

ہمیں روایت پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اے فاطمہ! اپنے والد بزرگوار سے عرض کریں کہ آپ کی ازواج ابن بی قنفذہ کی بیٹی کے متعلق آپ کی خدمت میں عدل کی درخواست کرتی ہیں۔ چنانچہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا پچھلے پہر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں جبکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے آپ دروازے پر کھڑی ہو گئیں اور امہات المؤمنین کا مطالبہ دو مرتبہ دہرایا لیکن آپ خاموش رہے اور تیسری مرتبہ فرمایا: اے فاطمہ! جسے مجھ سے محبت ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرے۔ آپ لوٹ آئیں۔ ازواج مطہرات نے فرمایا کہ تو نے ہمارے متعلق کچھ بھی نہیں کیا۔ پس سب مل کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بارگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مرتبے کے اعتبار سے وہ میرے برابر تھیں۔ اور میں نے زینب سے زیادہ خوف خدا رکھنے اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

انہوں نے زینب سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ابن ابی قنفذہ کی بیٹی کے متعلق عدل کی درخواست کرو۔ چنانچہ انہوں نے جا کر اور دروازے پر کھڑے ہو کر یہ مطالبہ خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ جبکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے تیسری مرتبہ فرمایا: اے زینب! ان میں کوئی ایسی خاتون ہے جس کا باپ ابو بکر ہو۔

خلفائے راشدین جنتی ہیں

جلال نے اپنی جامع میں روایت کی میرے بعد کا متولی جنتی ہے اور جو اس کے بعد متولی ہوگا جنتی ہے اور تیسرا اور چوتھا جنتی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ

ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”انی تبت الیک“ توبہ کے کئی اطلاق ہیں۔ کفر سے توبہ، گناہوں سے توبہ، نیکیاں دیکھنے سے توبہ، اور ماسوی اللہ سے توبہ۔ رہی کفر سے توبہ اس سے پہلے قسطلانی کی شرح بخاری میں یہ قول نقل کیا جا چکا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ رہی گناہوں سے توبہ تو آپ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ رہی نیکیوں کو دیکھنے اور ان پر اعتماد کرنے سے توبہ تو آپ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔ رہی نفس کو دیکھنے سے توبہ توبعید نہیں کہ آپ کی توبہ اسی قسم کی ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے صادر ہوا کہ ”فانہم عدولی الارب العالمین“ اور یہ مجتہد مطلق ابوالحسن البکری کے قول کے معنی میں ہو ”واستغفر اللہ ماسوی اللہ“۔

رہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ”لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار“ (اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام۔ مہاجرین اور انصار پر رحمت سے توجہ فرمائی) تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد والوں کی توبہ ان کے مرتبہ و مقام کے لائق ہوگی۔ رہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب توبہ تو اس کا معنی آپ کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف بلند ہونا ہے۔ اور ہر مقام اپنے سے اونچے مقام کے اعتبار سے کوتاہی ہے۔ اور کمالات الہیہ لامتناہی ہیں۔ اور کامل کمالات کو قبول کرتا ہے جیسا کہ ہمارے شیخ حافظ النہ شیخ محمد بابلی نے اس کی تقریر فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول ”لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر“ جیسے اقوال میں یونہی کیا جائے گا۔

اسطراو:

میں نے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کو فرماتے ہوئے سنا کہ شب معراج جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور جبریل علیہ السلام آپ سے جدا ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبریل: کیا دوست اپنے دوست سے

ایسے مقام پر جدائی اختیار کرتا ہے؟ تو جبرئیل نے عرض کی: آپ جب آگے بڑھیں گے تو حجابات کو چیر کر آگے گزر جائیں گے لیکن جب میں آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ معین ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے مانوس ہونا آپ کے شایان شان نہ ٹھہرایا گیا کہ حسنات الابراہیمات المقرین۔ اور غزوہ بدر کے دن مشرکین پوری زینت اور تیاری کے ساتھ گروہ درگروہ آئے جبکہ اہل اسلام انتہائی بیکسی میں تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کرنے لگے یا اللہ! اگر یہ جماعت ختم کر دی گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔ تو اسے بھی آپ کے شایان قرار نہ دیا گیا۔ گویا رب العزت فرماتا ہے۔ کہ عین ممکن کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو میں نئی مخلوق لے آؤں جو میری عبادت کریں اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر“ اور یہ اچھی کلام ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

استنباط:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”واصلح لی فی ذریعتی انی تبت الیک“ سے دلیل ملتی ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی حاجت پیش کرنا چاہے تو اس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے جیسے دو نفل یا صدقہ یا توبہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ”اولئک الذین نتقبل عنهم احسن ما عملوا و نتجاوز عن سيئاتهم“ یہ اس اصلاح کا معنی ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے لئے طلب کی۔ تو ان کے اچھے اعمال مقبول ہیں۔ اور ان کے برے اعمال سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے اور یہ قرآن کریم کی نص کے ساتھ ثابت ہے۔ پس معترض کا اعتراض کیسا یا جھگڑنے والے کا جھگڑا کیسا ہے؟ اور ہمارے قصیدے کا ایک شعر ہے جو ہم نے اپنے استاذ محمد البکری (اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہم پر لوٹائے) کی شان میں کیا ہے

فكيف تنصب ميزان علي رجل

تجاوز الله فضلا عن مساويه

یعنی اس شخص کے اعمال کے لئے ترازو کیسے نصب کیا جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی کوتاہیوں سے درگزر فرما چکا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

بہت پہلے اسلام لائے۔ آپ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر کے پاس آتے جبکہ دونوں غار میں تھے۔ غزوہ میں تھے۔ غزوہ طائف میں آپ کو تیر لگا اور اپنے والد بزار گوار کی خلافت کے دور میں وفات پائی۔

حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی جبکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے پیٹ میں تھے۔ چنانچہ آپ ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود ہیں۔ آپ کی ماں قتیلہ بنت عبد الغری ہے جو کہ بنی عامر بن لوی سے تھی جو کہ مسلمان نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ کے ہاں ولادت کے وقت سے پہلے بچہ ہوا۔ اور یہ ثابت نہیں اور آپ کے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اذان بعد مشرف باسلام ہوئے اور ان کا بیٹا ابو عتیق محمد بن عبد الرحمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں پیدا ہوا۔ اور صحابہ کرام میں ان کے سوا ایسے چار افراد معلوم نہیں جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور ان کا بعض، بعض میں سے ہو۔

اور محمد بن ابی بکر۔ حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے۔ اور مصر میں شہید کئے گئے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا اس لئے کہ انہیں آپ کی ہمیشہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے متعین فرمایا تھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ دار الخلافہ سے آنے والا ایک ایلچی مل گیا جس کے پاس آپ نے ایک خط پایا جو کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کاتب مروان نے دھوکے سے لکھا تھا جس سے ان کا مدینہ منورہ لوٹنا ضروری ہو گیا۔ اور پھر وہ کچھ ہوا جو ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو نائب کے طور پر مصر میں لوٹا دیا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن کو کر دیا۔ جب مصر میں داخل ہوئے تو معاویہ بن خدیج نے آپ سے جنگ لڑی اور انہیں شہید کر دیا۔ آپ بہادر تھے شہادت کے وقت اٹھائیس برس کے تھے۔ آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس الخثعمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ام کلثوم بنت ابی بکر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ اور وادی صعید میں قریش میں سے بنو طلحہ تھے اور وہ طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان کے تین فرقیے ہیں۔ بنو اسحاق، اور کہا جاتا ہے کہ اسحاق، دادا نہیں بلکہ ایک جگہ کا نام ہے جس کے قریب انہوں نے حلف اٹھائے کنایہ کے طور پر اس کا نام اسحاق رکھ دیا بنو قصہ اور ان کے بیٹا رثعہ ہیں جو کہ شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور بنو محمد جو کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ اور مذکور بنو طلحہ کے مکانات برجین اور طحا میں ہیں لوگ گمان کرتے ہیں کہ طلحہ کی اولاد بنو محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ہے جب کہ ایسا نہیں کیونکہ محمد بن ابوبکر کی اولاد میں طلحہ نہیں ہے طلحہ تو عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے اور اس کا بھائی ابراہیم بن طلحہ بن عمر ابن عبید اللہ بن معمر مذکور اس کی ماں فاطمہ بنت قاسم سے ہے اور یہ فاطمہ ام یحییٰ اور ام ابی بکر بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بن العوام ہے رضی اللہ عنہا۔ اور ان بھائیوں سے بنو طلحہ بن عمر بن عبید اللہ بن معمر التیمی تھے جو کہ بنو زبیر اور اہل صعید کے جعافرہ کے ساتھ تھے۔

اور یہ فاطمہ بھی قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے جس کی ماں کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر ہے اور اس کی ماں زینب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ پس اس فاطمہ بنت قاسم سے طلحہ الجواد کا بیٹا ابراہیم بن طلحہ پیدا ہوا اور زینب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے علی بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد پیدا ہوئی جنہیں زیانہ کے نام

سے جانا جاتا ہے اور وہ بنو جعفر ہیں جو کہ مصر میں صعید کے علاقے میں ہیں۔ اور ان میں سے ثعلب ہیں۔ اور اسی وجہ سے مذکور بنو طلحہ بنو جعفر کے ساتھ تھے پس طلحہ اور جعفر قتل کر دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں ثابت اور قبول فرمائی۔ اور ان کی صلاح کو ظاہر فرمایا ان میں امراء ہیں۔ علماء ہیں، اقطاب ہیں، اور تو دیکھتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے مذاہب اربعہ کو قوت بخشی جو کہ اہل سنت کے طریقے ہیں۔ ان کے حنفی قطب اکبر سیدی شمس الدین لکھنوی البکری ہیں۔ ان کے مالکی خاتمہ المفسرین ہمارے شیخ احمد الوارثی البکری ہیں ان کے شافعی استاذ محمد زین العابدین البکری اور ان کے حنبلی قاضی القضاة عزالدین عبدالعزیز بن عبدالمحمود البکری البغدادی ہیں اور ان چاروں میں سے ہر ایک جیسے اور حضرات بھی ہیں جن پر ان کے امام کو فخر ہے۔ بلکہ ان میں سے ابوالحسن البکری جیسے مجتہد مطلق ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن البکری کو کہتے ہوئے سنا جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے حواس کو گنتے ہوئے صبح کی میں شافعی اور مالک کی طرح ہوں۔ ہمارے شیخ متقی عالم کبیر شیخ یوسف الفیشی نے فرمایا کہ ان کا صاحبزادہ محمد کہتا تھا کہ میں یوں نہیں بلکہ اس سے بھی عظیم ہوں۔ انتھی

ان میں سے عضد ہیں ان میں سے ابن الوردی صاحب الہجرت ہیں ان میں سے محمد بن بدر الحمال، سلطان سلمان کے وزیر ہیں اور آپ ایک عالم عادل پاکیزہ متقی تھے۔ آپ نے کئی خیرات جاری فرمائیں۔ اور لوق ودق صحراؤں میں کئی تکیے تعمیر کئے ان میں سے فخر رازی ہیں۔ ان میں سے قطب فرد سیدی محمد الغمری ہیں جیسا کہ مجھے اس کی قاضی مصطفیٰ الہیمی نے شیخ السہ حافظ المورخ الشیخ محمد بابلی سے نقل کرتے ہوئے خبر دی جب کہ انہوں نے امام شناوی کے محلہ روح الغریبہ میں درس دیا۔ مجھے اسی طرح خبر دی۔ ان میں سے ملاحتکار ہیں جیسا کہ مجھے ہمارے استاذ کے بیٹے شیخ زین العابدین نے خبر دی اور یہ ان کے متعلق کوئی عجیب و غریب بات نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اولئک الذین نتقبل

عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سيئاتهم الخ“ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی حیات ظاہری میں اور بعد از وفات جن کی مسلسل نگہبانی اور امداد فرماتے رہے ہوں۔ ان کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض اور ان کی رضا کی وجہ سے راضی ہوں اور یہ حضرات شجاعت، حمایت اور جہاد والا خاندان ہے۔ استاذ اکبر نے فرمایا جب کہے: اے تیم بن مرہ ہم آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں قریش میں سے اس کے ایسے ساتھی ہیں جو کہ اس کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

نسب صدیقی کی حمایت کے واقعات

سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے فرمایا: کہ استاذ محمد البکری الکبیر کے نسب کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ ہے جو میں نے مکہ معظمہ میں دیکھی کہ بعض حاسدوں نے سیدی محمد کی غیبت کی۔ میں نے اسے روکا مگر وہ باز نہ آیا، پھر میں نے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے میرے بیٹے کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو اس کی وجہ سے مجھے آپ کے نسب کے صحیح ہونے کا پتہ چلا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہوا کہ حضرت شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کی محفل میں کسی نے مجھے برے لفظوں میں یاد کیا۔ آپ خاموش رہے۔ مجھے اس کی خبر ملی تو میں نے اپنے جی میں اسے برا محسوس کیا۔ تو خواب میں امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے بیٹے الحسن کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ رضی اللہ عنہ وعن والدہ۔ آمین۔ من کا اقتباس پورا ہوا۔

اور مجھے بنی وفا! کے سردار ابوالتخصیص (اللہ تعالیٰ ان کے برکات سے ہماری مدد فرمائے) نے بیان کیا کہ جب استاذ عبدالرحمن البکری رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے قتل کا واقعہ رونما ہوا جبکہ وہ خیمے کے اندر تھی اور لشکر کا گھوڑا سوار دستہ گزر رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے بندوق چلا دی قضائے الہی سے استاذ محترم کی بیٹی کو لگی اور اسے قتل کر دیا۔ جب اسے دفن کیا گیا تو اس کے لئے سونے کی تاروں والا پردہ بنایا گیا۔ سیدی ابوالتخصیص فرماتے ہیں کہ

میرے دل میں بات آئی یا سبحان اللہ اب بکری عورتوں کے لئے بھی ایسا کیا جانے لگا ہے۔ چلے مردوں میں تو ہم نے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ بات صرف میرے دل میں کھٹکی جس کا میں نے کسی پر اظہار نہیں کیا اس رات میں سویا تو میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا جبکہ آپ اس صاحبزادی کی قبر کے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے عبدالوہاب! میری اولاد کے متعلق تجھے کیا ہے؟ عرض کی اے خلیفہ رسول علیہ السلام! میں نے صرف دل میں کہا تھا۔ فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور یہ کلمہ فرمایا کہ میری اولاد کے بارے میں بچو۔

مجھے امیر موسیٰ العادلی نے غازی پاشا اور غیطاس کے ہمارے استاذ محترم پران کے بعض رشتے داروں سمیت ظلم و زیادتی کرنے کے واقعہ کے بارے میں جس کی وجہ سے استاذ محمد الہکری کو شدید صدمہ پہنچا حکایت بیان کی۔ مجھے امیر موسیٰ مذکور نے بتایا کہ میں نے خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو عرض کی: اے حضرت صدیق! یہ ظالم آپ کے بیٹے محمد کے ساتھ اس قسم کا سلوک کر رہے ہیں۔ یہ کیا صورت حال ہے؟ فرمایا کہ ہم نے ان میں سے قریبی کو سلب کر لیا ہے اور اجنبی کو قتل کر دیا ہے یہ بعینہ آپ کے الفاظ کی حکایت ہے اور آپ سچے ہیں۔ اور ازان بعد آپ کی صداقت ظاہر ہوئی کہ غازی پاشا قتل کر دیا گیا اور غیطاس طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا اور یہ لوگ قدیم سے ہی دشمنوں کے فتنے میں مبتلا ہیں۔ اور حسد ایک دستور ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سنت الہیہ کے طور پر جاری رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حسد کو نعمت کے ساتھ ملا دیا ہے نعمت بڑی ہوگی تو حسد بڑا ہو چھوٹی ہو تو حسد چھوٹا ہوگا۔ اور خلافت کا گھرانہ محسود ہے۔ اور جب بھی ان پر کوئی حاکم مسلط ہوتا ہے اسے موت کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ ازان بعد دوسرا حاکم کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے پہلے کا حشر بھول جاتا ہے اور یونہی یہ سلسلہ جاری ہے اور مجھے میری یہ باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں

اولاد صدیق کے تیروں کا وعدہ قبر ہے۔ ان سے ایک طرف رہ ورنہ تیرے لئے

تاریکی ہے۔

اور تجھے کیا ہے جسے ریاست نے کم عقل بنا رکھے ہے جبکہ قوم کے پیروکاروں کی جنگ کے سامنے آگ ہے۔

سیاہ اژدھا جن کی زہر ایک گھڑی کی زہر ہے، سیاہ گنجے سانپ، کیا سیاہ سانپ اور کیا چیتا۔

سخاوت کے بادل جن کی کف دست سمندر پر برستی ہے۔ دشمن پر لوٹ لوٹ کر حملہ کرنے والے جن سے زمانہ ڈرتا ہے۔

ثابت قدم گھوڑ سوار، بازوں کی طرح پیاسے، لشکر کو ان کے شکست دینے کے بعد نقصان پورا ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی ایسے نیزہ باز کہ اگر جنگ کے دن سامنے آئیں تو تلو اور نیزے کا خود ان کی تصدیق کرتا ہے۔

ان کے سامنے جمال و جلال سب ظاہر، اور ان کی نظم و نثر کے الفاظ موتی کی طرح ہیں۔

ایسے بادشاہ ہیں کہ ان کے حسن و جمال کا دوپہر کا سورج اور چودھویں رات کا چاند بھی اقرار کرتا ہے۔

بلند و بالا پہاڑ جن کا مضبوطی میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور کون مقابلے میں آئے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے مددگار ہیں۔

حمایت کرنے والے، ہدایت دینے والے، اپنے وقت کے مرجع الخلاق سردار برستے بادل اور عطا کرنے میں شہرت یافتہ، فضیلت میں سبقت کرنے والے، برزگی میں سردار، مقتدا، طلسم اسرار اور والی راز دار ہی ہوتے ہیں۔

عظیم بزرگی والے انسانوں کے مرجع، پہلے سے ہی سبقت یافتہ اور ان کا مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

ان کی خوبیاں روشن، ان کے مرتبے بلند، آؤ آؤ کوئی حصار ان کا احاطہ کرے۔ ان

تعریفیں قرآن کی نص میں وارد ہیں۔ میری عمر کی قسم، اللہ کی قسم یہ ہے قابل فخر بات۔
تو ان سے محبت کرنے والے اور ان سے بغض رکھنے والے تقسیم ہو گئے ان کے لئے
نفع اور ان کے لئے خسارہ۔

اور اس نفع کا میں زیادہ حقدار ہوں اور بلندی شان میرا حق ہے، جبکہ ان کی بلندی کی
وجہ سے میرے غیر کے لئے ذلت ہے۔

اگر میرے غیر کا شعر زیان ب کے متعلق ہے تو میرا شعر آل صدیق کے بارے میں ہے
جس سے عزت بڑھتی ہے۔

علاوہ ازیں میں ان میں سے ہوں میں نے اپنی حاجات پالیں اور ان کے مابین
میری عزت اور شہرت ہے۔

مجھ سے بچ کر رہ۔ تو اس شخص سے کیا چاہتا ہے جسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی طرف امداد و اعانت حاصل ہے؟

اولاد صدیق کے لئے نبی پاک کی دعا

پھر تجھ پر مخفی نہ رہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعدد ہونے اور
اطراف زمین شام، بغداد، یمن، حجاز اور مصر میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود ان کی
خلافت کا دستور مصر میں ہے پھر امام کامل سیدی محمد البکری نے اپنی کتاب اللکوکب الدرہ فی
مناقب الاستاذ محمد البکری میں فرمایا کہ آپ کی کرامات میں سے وہ واقعہ ہے جو آپ کے
متعلق بیان کیا گیا کہ ایک سال آپ نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر
انوار کی زیارت کی۔ جب آپ روضہ مبارک اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے تو حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے مشافہتہ خطاب فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تیری اولاد
میں برکت فرمائے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے
گھرانے کو عظیم بزرگی، کثیر علم اور آخر زمانے تک بے نہایت برکات عطا فرمائی ہیں اور
ضروری ہے کہ اس گھر میں ایک ایسا ہو جو ان پر خلیفہ ہو۔ اور اس امر کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

جس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اس طرف صاحب ترجمہ استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ
بائیہ میں اشارہ کیا ہے۔

فی کل عصر منهم سید

موید بالخلق ماحی الریب

یعنی ان میں سے ہر دور میں ایک سردار ہے جو کہ حق کی طرف سے موید اور شک
مٹانے والا ہے۔ انتھی کہا جاتا ہے جسے شیخ ابوالسرور البکری نے عام قرار دیا اس سے زیادہ
خاص وہ ہے جو ان کے جد امجد استاذ البکری طاب ثراہ نے کیا ہے۔

فدونک بالی فالتزمہ فانه

هوالباب باب اللہ والبیات اعجب

کہ میرے دروازے کو لازم کر لے کیونکہ وہی باب اللہ ہے اور گھر اس سے بھی زیادہ
عجیب ہے کیونکہ وہ محمد زین العابدین اور ان کا بیٹا محمد زین العابدین ہے اور اس کے بھائی
تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سوا انکار فرمایا۔ اور ان کے بیٹے کا بیٹا محمد زین العابدین ہے۔
اس کے بھائی تھے جبکہ وہ اس کے ساتھ منفرد ہوئے۔ اور آپ کی خلافت کی تصریح آپ کے
جد امجد نے آپ کے وجود سے پہلے فرمائی بلکہ آپ کے باپ کے وجود سے بالکل پہلے۔
کیونکہ آپ نے فرمایا۔

علی انہا من عزاها ودلا لها

باصفر اتباعی، قومی تقتدی

یعنی اس کی عزت و راہنمائی کی وجہ سے میرے پیروکاروں اور میری قوم میں سب
سے چھوٹے کی اقتدا کرے گی۔ اور ہمارے استاذ اپنے جد امجد کے سب سے چھوٹے بھائی
ہیں اور میرا اور محمدی ہے۔ اور اس سب سے زیادہ صریح ان کا وہ قول ہے جس میں انہوں
نے محمد اور پھر احمد کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہری تربیت کے برعکس محمد کو احمد سے پہلے ذکر کرنے کی
حکمت دو امر ہیں۔ پہلا تو حرف قافیہ ہے دوسرا امر یہ کہ احمد سے اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا ظاہر

نہیں فرمایا جو کہ مرتبہ خلافت پر فائز ہو جبکہ محمد کی اللہ تعالیٰ نے زین العابدین کے ساتھ تائید فرمائی۔ اور اعلیٰ انعام ان کے جدا مجد کا وارثت کاملہ کے طور پر ان کے تمام احوال میں ظاہر ہونا ہے اسی لئے وہ پہلے ذکر کئے جانے کے مستحق ہوئے۔ اور وہ ابن القارض کے قول کے کس قدر مستحق ہیں۔

کل الوری اولاد آدم انی

فخرت بصحو الجمع من دون اخوتی

یعنی ساری مخلوق اولاد آدم ہے۔ میں اپنے بھائیوں کے سوا سب کے ہوش میں آنے پر فخر کرتا ہوں۔ بلکہ وہ قائل کے اس قول کے کس قدر مستحق ہیں۔

فانی وان كنت الاخیر زمانہ

لات بمالم تستطعه الاوائل

یعنی میں گرچہ اس کے آخری زمانے میں ہوں وہ کچھ لانے والا ہوں جس کی پہلوں میں طاقت نہیں۔

شیخ الاسلام محمد زین العابدین کا ترجمہ (تعارف)

ہم آپ کا کچھ تعارف ذکر کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکتیں لوٹائے) تو ہم کہتے ہیں کہ آپ اہل تحقیق کے سردار۔ ارباب تصدیق کی سند۔ جن کے ظہور کی وجہ سے آل عتیق کو شرف حاصل ہوا اور ان کے وجود سے دنیا نے تبسم کیا۔ سر مکتوم۔ رمز مطلق۔ شیخ الاسلام الاستاذ محمد زین العابدین بن محمد زین العابدین بن محمد بن الحسن تاج العارفین بن محمد ابوالبقاء جلال الدین بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عوض بن عبدالحق بن عبدالمنععم بن یحییٰ بن الحسن بن موسیٰ بن یحییٰ بن یعقوب بن نجم عیسیٰ بن شعبان بن عیسیٰ بن داؤد بن محمد بن نوح بن طلحہ ابن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن انصر بن کنانہ ابن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ ہیں میرے آباؤ اجداد تو اے جریر جب تو محافل جمع کرے تو ان جیسا کوئی لاؤ۔

مصر کے شیخ السنہ۔ العالم المورخ الشیخ عبدالسلام اللقانی فرماتے ہیں: کہ تمام نسبوں میں اس وقت جھوٹ داخل ہو گیا ہے لیکن بکر یہ مصریہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت میں کوئی جھوٹ نہیں کیونکہ یہ بالکل صحیح اور یقینی ہے۔ انتہی۔

رہا آپ کا نسب جو کہ آپ کے جد امجد کی والدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہے تو وہ یہ ہے السیدہ الشریفہ فاطمہ بنت ولی اللہ تعالیٰ اسید تاج الدین بن اسید شریف یزعم بن اسید الشریف حسان ابن اسید الشریف سلیمان بن اسید الشریف محمد بن اسید الشریف علی بن اسید الشریف محمد بن عبدالملک بن الحسن المکفوف ابن اسید علی بن الحسن

المثلث بن الحسن المثنی بن الحسن اسبط ابن فاطمہ الزہراء علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین۔

آپ کے جدا مجد استاذ اکبر حضرت ابولکارم فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالیٰ میری والدہ کی
طرف سے جدہ محترمہ بنی مخزوم سے ہیں۔ مجھے قریش کے تین گھروں نے جنم دیا ہے بنو تیم۔
بنو مخزوم اور بنو ہاشم۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے دانے اور گٹھلی کو
پھاڑا اور عرش کا قصد فرمایا۔ میرا صرف اسی پر اعتماد اور صرف اسی پر بھروسہ ہے۔ اور آپ
کے ایک قصیدے کے شعر میں۔ جب معزز قوم کے بیٹے فخر کریں اور معزز بنیں جبکہ
بہادروں کی پشتیں مل گئی ہوں۔

تو ان کے درمیان مجھے وہ فخر ہے جو کہ ایک معزز کو مٹی پر حاصل ہے جو کہ تیم سے آل
ہاشم کی طرف منتقل ہوتا ہے تو میرے جدا مجد ابوبکر حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
دوست ہیں جبکہ حضور علیہ السلام کا دست فضیلت و مکارم کا پروردگار ہے۔ میری دادی
حضرت بتول رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں جبکہ میری جدہ مادری بنو مخزوم سے ہے کوئی
ہے ہم پایہ؟

اور مذہب مالکیہ میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ شریف ہونا ثابت ہو جاتا ہے گرچہ ماں کی
طرف سے ہو اور یہی فتویٰ الشیخ حنفیہ الشیخ حسن الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ رہا ارشاد
خداوندی ادعوہم لاباء ہم ہوا قسط عند اللہ یعنی انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے
بلایا کرو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔ تو افعل التفضیل شرکت کو نہیں
روکتا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاعر جاہلیت کا قول سنا۔

بنونا بنو آباءنا بناتنا

بنوہن ابنا الرجال الاباعد

یعنی ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہماری اولاد ہیں اور ہماری بیٹوں کے بیٹے دور کے
مردوں کی اولاد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے شاعر کو

ہلاک فرمائے قوم کی بہن کا بیٹا انہیں میں سے ہے۔ اس حدیث کو جلال الدین السیوطی نے اپنی جامع میں نقل فرمایا ہے اور یہ ہمارے لئے ماں کی وجہ سے بیٹے کے شریف ہونے کے متعلق دلیل ہے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن بن فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے۔

اور اس فرمان کے باوجود رہا ارشاد خداوندی: ماکان محمد ابا احد من رجالکم یعنی حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تو اس کے متعلق دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ یہ خطاب قریش کے لئے ہے۔ بنو ہاشم کے لئے نہیں یہ غور طلب ہے۔ کیونکہ عام کی نفی سے خاص کی نفی لازم آتی ہے جبکہ اس کا عکس نہیں۔ تو قریش کی نفی سے بنو ہاشم کی نفی لازم ہوتی اور بنو ہاشم کی نفی سے نفی قریش لازم نہیں آتی اور وجود خاص سے وجود عام لازم آتا ہے اور اس کا عکس نہیں۔ اور یہ اصول کا مسئلہ ہے جس پر کہ سب کا اتفاق ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جو لیت یعنی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور باپ ہونے کی نفی رجال کے لئے ہے۔ تو اطفال کے منافی نہیں۔ اور معتبر ہے تو اس سے یہ بات پختہ ہو گئی کہ صاحب ترجمہ کو سیادت اور علوی ہونے کی عزت دونوں حاصل ہیں۔ آپ کی تربیت یتیمی میں ہوئی جیسا کہ اپنے خاص بندوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ آپ کو آپ کے حقیقی بھائی شیخ الاسلام شیخ احمد البکری رحمۃ اللہ علیہ نے پالا۔ آپ کی نشوونما تقویٰ اور عزت نفس کے ساتھ ہوئی۔ سربر آوردہ علماء کرام سے علوم حاصل کئے جیسے حلبی اور آپ جیسے دیگر حضرات۔ اور تمام فنون میں برتری حاصل کی۔ جامع ازہر میں اس کے قوانین کے مطابق معتبر درس دیئے۔ اور علماء کے ساتھ ان کے علوم میں شرکت حاصل کی جبکہ وہ آپ کے علوم میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ کا ایک مختلف المقاصد دیوان ہے جس میں اسرار طریقت درج فرمائے اور توحید اور اسم اعظم کے متعلق آپ کے کئی رسائل ہیں جو کہ آپ کے بلند مقام کا پتہ دیتے ہیں۔ آپ نے کئی دفعہ شام اور حجاز کا سفر کیا اور شام حجاز اور مصر کے علماء کا آپ کی

جلالت علمی اور توقیر و تعظیم پر اجماع ہے وہ آپ کے سامنے ادب سے بیٹھتے۔ عارفین آپ کی فضیلت کے معترف ہیں اور آپ نے خلافت بکر یہ کی ذمہ داری پورے طور پر نبھائی۔ مکہ معظمہ کے عہدہ قضا کو قبول نہ فرمایا۔ البتہ مصر میں آپ فتویٰ دیتے رہے اور طریقہ شاذلیہ کے مٹنے کے بعد اسے عہد لینے۔ ذکر کی تلقین کرنے۔ سجادہ پر بیٹھنے اور سفید جھنڈا اونچا کرنے کے ساتھ زندہ کیا۔

اور آپ سے سرکشوں کے قتل اور منکرین کے سلب کی کرامات اور خوارق کا ظہور ہوا جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے خورد و نوش لباس۔ رہائش اور سواری میں بادشاہوں کی طرح تھے۔ آپ کے پاس دنیا سرنگوں اور ذلیل ہو کر آتی۔ میں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ آپ کی صحبت میں گزارا۔ میں نے آپ کو دنیا داروں کے سامنے دنیا حاصل کرنے کے لئے کبھی عاجزی کرتے نہیں دیکھا۔ آپ کی معیت میں دو دفعہ میں نے سفر کیا ایک دفعہ شام کا ور دوسری دفعہ حجاز کا۔ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ وسیع الاخلاق اور عزت نفس والا نہ دیکھا۔ میں نے شام اور حجاز کے علماء کو آپ کے سامنے شاگردوں کی طرح دیکھا۔ کیونکہ آپ کی شخصیت ایسی ہے جنہیں قرآن کریم کا فہم عطا فرمایا گیا ہے۔ آپ کو جمع و تفریق کی بان عطا فرمائی گئی ہے۔ آپ عجیب کشف کے مالک ہیں جس پر جمال مطلق کا مشاہدہ غالب ہے۔ آپ ظالموں اور باغیوں پر انتہائی بہادر ہیں۔ آپ اس وقت عارف زمانہ ہیں جس نے بحمد اللہ تعالیٰ ایک سو سے زائد اکابر عارفین کی خدمت کی ہے آپ سے زیادہ عارف اللہ میں نے نہیں دیکھا۔

میں نے اپنے شیخ۔ عالم امت اور عظیم متقی شیخ یوسف الفیشی کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد بن العابدین البکری توحید کے متعلق ایسی کلام کرتے ہیں کہ وہاں تک ان کے والد اور جد بچد نہیں پہنچے۔ اور میں نے عالم کبیر جن کی جلالت علمی پر اجماع ہے شیخ خیر الدین مفتی رملہ کو صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ سے عرض کرتے ہوئے سنا جبکہ علماء شام آپ کی مجلس میں موجود تھے اور آپ نادر معارف بیان فرما رہے تھے۔ اے شیخ محمد! اے بکری! آپ فہم میں ہمارے

ساتھ نزول فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قسم یہ کلام ہمارے فہم سے بعید ہے اور ہم اسے حل کرنے سے عاجز ہیں۔

اور میں نے دیار مصریہ کے عالم الشیخ شہاب الدین القلیوبی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ مجھے استاذ محترم صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بھیجا اور مجھے فرمایا کہ شیخ شہاب الدین کے پاس یہ شعر کہہ دینا۔

بیدی الوجود موافقا ومخالفا

وهوالموافق ان ذالعجیب

(یعنی وجود میرے قبضے میں ہے موافقت کروں مخالفت جبکہ وہ موافق ہی ہے اور یہ عجیب بات ہے) اور پوچھنا کہ اس کا معنی کیا ہے؟ جب میں نے آپ سے یہ کہا تو شیخ شہاب الدین نے لمبا سانس لیا اور مجھے فرمایا: ان سے کہنا کہ یہ سب کچھ آپ کی طرف سے ہے۔ پھر مجھے فرمایا: اے ابراہیم! میں نے کئی مرتبہ آپ کی زیارت کی۔ اور مجھے دربان نے روک دیا۔ میں نے عرض کی کہ میں استاذ محترم کے دربان الحاج محمد کو آپ کے متعلق نصیحت کروں گا اور اسے آپ کا تعارف کرادوں گا تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے راحت مشرقہ ورحت مغربیہ۔ شتان بین مشرق ومغرب۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دربان سے مراد سے کوئی اور ہے۔ پھر مجھے کہنے لگے کہ لوگوں کے لئے آپ کی دہلیز پر کھڑے ہونا ہی کافی ہے۔

اور میں نے مصر کے ملک العلماء الشیخ ابراہیم المامونی کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلسلہ بکریہ کے تمام فضائل شیخ محمد زین العابدین البکری میں سمٹ گئے ہیں۔

اور میں نے کئی دفعہ وسیع دنیا کے عالم ہمارے شیخ عبدالرحمن آفندی مفتی سلطنت کو سنا جب مذاکرہ کے وقت استاذ محترم صاحب ترجمہ کسی مشکل معنی کے فہم کی بات کرتے تو کہتے یہ ہے فہم

اور میں نے استاذ محمد باعلوی کو ۱۰۷۰ھ میں رابع میں سنا جبکہ وہ استاذ صاحب سے

کوئی گفتگو کر رہے تھے جس میں سے مجھے کسی بات کی سمجھ آئی اور کسی کی سمجھ نہ آئی۔ پھر آپ سے حضور سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ اپنے مزار پر انوار میں زندہ ہیں اور آپ کو سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں بڑا مقام حاصل ہے اور کچھ کان میں باتیں کیں۔

پھر ہمارے استاذ محترم رضی اللہ عنہ سید باعلوی حاضرین کا تعارف کرانے لگے۔ پھر میرا تعارف کرایا۔ تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے میں پہنچانتا ہوں یہ متمم الانوار ہے باوجودیکہ میں نے آپ کو صرف اسی مجلس میں دیکھا اس سے مجھے بے نہایت خوشی ہوئی۔ اور میں نے شیخ ابوالموہب البکری کے ساتھی عارف کبیر سیدی محمد المصری السائح کو فرماتے ہوئے سنا کہ الف حروف کا قطب ہے اور محمد بکری مردوں کا قطب ہے۔ پس الف ۱۱۱ ہے اور یہ قطب ہے۔ میں نے ان کا ایک حال کہا۔ فرمایا یہ گردش کے پیچھے ہے۔ پھر میں ۱۰۷۲ھ میں ہمارے شہر کی جامع مسجد میں ان سے ملا تو میں نے پوچھا کہ گردش فارغ ہوگئی یا نہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم وہ اس مقام سے رہ گیا۔

اور جب ہم حرم مکی میں تھے تو استاذ صاحب نماز عصر سے چاشت تک ہم سے غائب رہے ہمیں آپ کی خبر تک نہ ملی۔ ہم سمجھتے تھے کہ آپ اپنے گھر والوں کے پاس ہیں جبکہ گھر والے سمجھتے کہ ہمارے پاس ہیں۔ جب دن کا چاشت کا وقت ہوا تو آپ ہمارے پاس آئے کہ رنگ اڑا ہوا اور عمامہ کھلا ہوا ہے اور کہنے لگے میرے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ پھر آپ نے مجھے ایک نظم لکھائی جس کا مطلع یہ ہے جذبتنی يد العناية جذبة یعنی مجھے عنایت خداوندی کے ہاتھ نے کھینچ لیا اور اپنے جدا مجد کا یہ قول کئی بار پڑھا۔

والله لولا ان يقال صبا و مال

قلت الذی قد قلت لی فی کل حال

اللہ کی قسم! اگر یہ نہ ہوتا کہ مجھے کہا جائے کہ بے دین ہو گیا ہے تو میں وہ کچھ کہتا جو تو نے ہر حال میں مجھ سے کہا ہے۔ تو ہمیں اس سے شیخ مصری کے کشف کا صحیح ہونا معلوم ہوا

کہ استاذ سے مقام قطبانیت فوت ہو گیا۔

اور جب آپ قدس شریف کی زیارت سے خانقاہ واپس لوٹے تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں ایسی تلوار کھینچوں گا کہ قیامت تک نیام میں نہیں آئے گی اور اس کے بعد دلیل ظاہر ہو گئی۔

اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبر برزخ کی کھڑکی کے قائم مقام ہے تو اسے چھوٹا سادہ لکھتا ہے جبکہ اس کے پیچھے برزخ کی فضا ہے۔

اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کی عمر کا حساب اتنی مدت نہیں ہوگا جتنی مدت اپنے دسترخوان پر بیٹھتا ہے اور فرمایا رات اور دن ایک لپٹا ہوا دفتر ہے۔ جس میں ایک سفید صحیفہ ہے جب کھولا جاتا ہے تو دن ہوتا ہے اور اس میں ایک سیاہ صحیفہ ہے جب اسے کھولا جاتا ہے تو رات ہوتی ہے۔ جب دفتر مکمل ہو جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ایک شخص آئے اور میرے کان سے پکڑ کر مجھے خانہ النخیلی لے جائے اور مجھے بیچنے کے لئے آواز لگائے میں مخالفت نہیں کروں گا اور اسے مان لوں گا۔
انتہی

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً وما عملت من سوء (یعنی جس دن ہر جان نے جو اچھا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کیا) اس کا لطف اور وسعت رحمت دیکھو کہ لطف و کرم فرماتے ہوئے اس کے حاضر ہونے کی صراحت نہیں فرمائی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اولہ یروا اننا ناتی الارض ننقصها من اطرافها (یعنی کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم زمین کو اس کی اطراف سے سمیٹ رہے ہیں) کے متعلق فرمایا کہ زمین کی اطراف میں مشرکین ہیں اور وہ اطراف ہیں اور زمین کے وسط میں مسلمان ہیں اور وہ متوسط اور عدل کرنے والے ہیں تو زمین کا مشرکین سے سمیٹنا مسلمانوں میں اضافہ ہے۔ میں نے عرض کی اے استاذ محترم! آیت کے آخری حصے میں اس کی صراحت ہے کہ فرمایا افھم الغالبون تو اس سے خوش ہوئے اور

مجھے دعادی۔

اور میں نے خلیج مصر میں منعقدہ آپ کی محفل سماع میں آپ کو سنا کہ آپ کی آنکھیں بند ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تجلی کے لئے معزز قوم ہے یہ مکہ ہے یہ مدینہ ہے۔

شیخ محمد زین العابدین البکری کی کرامات

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۵۷ھ میں مشہور واقعہ رونما ہوا جس میں صنایق قاسمیہ قتل کئے گئے اور اس میں ان کے تمام متاع و سامان لوٹ لئے گئے۔ ان میں سے امیر محمد المقرقع ہے جو کہ مصر کے سردار تھے اور ان میں سے امیر ابراہیم بن جچی پاشا ہیں پھر بادشاہ نے انہیں مصر کی طرف لوٹنے کا حکم دیا اور اس کے متعلق ایک حکم نامہ مصر کے نائب کو لکھ بھیجا تو لشکر سے ڈرتے ہوئے ان کے بارے میں کسی نے گفتگو کرنے کی جسارت نہ کی تو امیر محمد جو کہ حاکم تھے ان کے حمایتی ابراہیم آغا مستفظان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آغا نے کہا کہ یہ کام سوائے شیخ محمد البکری کے اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کسی غرض و مرض سے منسوب نہیں ہیں اور میں اس وقت جامع ازہر میں مقیم تھا۔ پس میرے پاس ہمارے ساتھی شیخ یوسف آئے اور ان کے ساتھ امیر محمد کا ایک چھوٹا سا بیٹا تھا اور مجھے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ استاذ شیخ محمد البکری کے گھر چلیں تاکہ میرے باپ کے لوٹنے کی سفارش کریں۔ پس میں اس کے ساتھ استاذ محترم کے پاس حاضر ہوا اور اس بارے میں آپ سے بات کی آپ اسی دن سوار ہوئے اور میدان میں پاشا کے ساتھ گفتگو کی۔ پاشا نے سفارش قبول کر لی۔ پھر اس کے بعد لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اور انہوں نے پاشا پر غلبہ حاصل کر لیا اور ان کے نہ لوٹنے پر باہم قسمیں اٹھائیں۔ حضرت استاذ محترم تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ ان کا داخلہ بہر حال ضروری ہے یوں یا یوں تھوڑا وقت گزرا ہوگا کہ وہ مصر میں داخل ہو گئے اور امیر محمد المقرقع کو پھر سے حاکم بنا دیا گیا اور بالکل ظاہر کرامت ہے۔

ایک کرامت آپ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے شیخ علی الصغیر نامی ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ ایک معتبر منصب پر فائز تھے۔ آٹھ ماہ کے بعد انہیں معزول

کر دیا گیا۔ انہوں نے مجھے سوال کیا کہ حضرت استاذ محترم سے بات کروں کہ آپ اس سلسلے میں سفارش فرمائیں اور اس منصب پر دوبارہ فائز ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں۔ جب میں استاذ محترم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ شیخ الغرب محمد الحمادی بھی تھے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فوراً فرمانے لگے کہ مناصب ظاہری میں جس کے لئے چاہو سفارش کروں گا لیکن مناصب باطنی میرے اختیار میں نہیں ہیں تو استاذ محترم کے کشف سے مجھے شیخ علی الصغیر رضی اللہ عنہ کی بات کے درست ہونے کا پتہ چل گیا۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ عید کا دن تھا آپ نے مجھ پر لازم فرمادیا کہ مجلس چھوڑ کہہیں نہ جاؤں اور فرمایا: یہ جمع و تفریق کا دن ہے اور جو بھی داخل ہوتا اور چلا جاتا ہے اس کے بعد مجھے وحشت محسوس ہوتی ہے تو آج کے دن مجھے انس عطا کرو کیونکہ مجھے تمہاری باتوں سے انس محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس شرط پر رہوں گا کہ آپ مجھے بتائیں کہ شیخ جلال الدین کا وارث کون ہے؟ فرمایا: ابوالحسن۔ میں نے کہا ابوالحسن کا وارث کون؟ فرمایا: شیخ محمد البکری۔ میں نے پوچھا شیخ محمد البکری کا وارث کون؟ فرمایا والد محترم زین العابدین۔ میں نے عرض کی زین العابدین کا وارث کون؟ میرا بھائی احمد۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا کہ میں جبکہ آپ رور ہے تھے۔ پس آپ کے صرف میں کہنے سے میں اپنے وجود سے غائب ہو گیا۔ پھر مجھے افاقہ ہوا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے پاس امراء۔ علماء۔ قراء۔ مساکین۔ فقراء اور پیشہ ور حضرات میں سے جو بھی آتا ہے اسے عطا فرما رہے ہیں تو جس کے متعلق دل میں خیال گزرتا ہے اپنا ہاتھ خزانہ مخفی میں ڈالتے اور چاندی سے اس قدر مٹھی بھرتے کہ کچھ گر جاتی اور اسے عطا فرمادیتے۔ میں نے عرض کی یا سیدی! آپ کا خزانہ قدرت کا خزانہ ہے ورنہ اس میں اتنی گنجائش کہاں مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا تیرے سوا کسی کو علم نہیں۔ تو نے پہچان لیا ہے تو اسے لازم رکھنا۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے ایک سپاہی نے اسمیہ نامی بستی ٹھیکے پر لے لی جو کہ

بحیرہ میں ہمارا پڑوسی تھا ہم نے اسے یہ بستی اپنے مرحوم ساتھی عباس آغا سے دلائی اور پڑوسی کے حق کا احترام کرتے ہوئے ہم جو نیکی کر سکتے تھے اس کے لئے پوری کوشش کی اور اس کے باوجود وہ ہمارے لئے ہر غدر۔ عداوت اور اذیت مسلط کرتا دل میں چھپائے رکھتا اور ہماری بے حرمتی میں وہ کچھ کر گزرا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام فرمایا تھا حتیٰ کہ اس نے ہمارے گھروں میں آگ پھینک دی اور ہم پر ظالم مسلط کر دیئے اور حرام کے ارتکاب میں اپنے مددگاروں کی مدد کرنے لگا جبکہ میں کسی چیز کی وجہ سے حرکت میں نہ آیا۔ پھر اس کی مسلسل ایذا رسانی سے میں دل تنگ ہو گیا تو میں نے اپنی والدہ اور بھائیوں سے کہا: آج کے دن سے مجھ پر گواہ رہو کہ میں اپنے استاذ بکری کا ذکر تک نہیں کروں گا اور میں انہیں کیونکر یاد کروں جبکہ ۱۲ سال ہونے کو آئے یہ ظالم ایذا رسانی کے ساتھ ہم پر مسلط ہے۔ شیخ بکری تو صرف اپنے دشمنوں پر ہوشیار ہیں۔ رہے آپ کے پیر و کار تو ان پر تو پردہ ڈالے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں غیرت و حسد کی وجہ سے اس نے استاذ محترم کی شان میں بھی غیر شائستہ زبان استعمال کی۔ مجھے والدہ محترمہ نے ایسی بات سے بارہا منع فرمایا جبکہ میرا پختہ ارادہ یہی تھا۔ میں اس رات سویا تو استاذ محترم رضی اللہ عنہ کا خیمہ اسمیہ کے غربی دروازے کے سامنے لگا ہوا دیکھا جبکہ آپ کے ساتھی میرے پاس گھر میں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ استاذ صاحب کہاں ہیں؟ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جدا مجد سیدی فاضل مغربی کے ہاں انہیں سلام کرنے گئے ہیں۔ میں تیزی سے باہر نکلا۔ راستے میں ہی ملاقات ہو گئی آپ کے پیچھے بے شمار مخلوق ہے۔ جب میں نے آپ کی دست بوسی کی تو آپ نے ایک چھڑی میرے ہاتھ میں تھما دی جبکہ اپنے صاحبزادے شیخ زین العابدین کو دوسری چھڑی عطا فرمائی اور ہمیں دونوں چھڑیوں کے ساتھ اپنے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ہم ان بیڑھیوں تک جا پہنچے جو کہ سمندر کی طرف والے دروازے کو چڑھتی ہیں۔ پس مجھے اور اپنے صاحبزادے کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور فرمایا: اگر ہم ایک چیز کی طرح ملے جلے نہ ہو گئے ہوتے تو میں تمہیں اس گفتگو پر اشارہ نہ کرتا۔ البتہ جس گفتگو کا اشارہ فرمایا میں سمجھ نہ

سکا۔ پھر میں نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ نے مجھے جواب عطا فرمایا اور مجھے اس کا بھی پتہ نہیں کہ کیا فرمایا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ اس ظالم کی بابت صرف میری خاطر تشریف لائے تو نماز عصر کا وقت نہیں ہوا اور ابھی دن پھر نہیں کہ کاشتکار وہاں سے چلے گئے اور اس کا شہرا جڑ گیا اور اس نے اسے بیچ دیا اور وہاں سے نکل گیا۔ تو صرف اس کے وہاں سے نکلتے ہی اسی دن کی تاریخ سے بستی آباد ہو گئی۔ جسے ریاست بحیرہ کے سب لوگوں نے حضرت استاذ محترم البکری رضی اللہ عنہ کی کرامت شمار کیا۔

ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ ۱۰۷۰ھ میں حج سے واپس ہوئے تو ہم دھناء میں آپ کے خیمہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھے اولیاء اللہ کے واقعات بیان کر رہے تھے کہ آپ اچانک کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یاستار یاستار۔ ایسا کئی مرتبہ کہا۔ جیسا کہ کوئی خوفزدہ اور مرعوب شخص ہو۔ میں نے کہا کیا ہوا آپ کا مقصد کیا ہے کہ ایسا کر رہے ہیں؟ جیسا کہ آپ کو خوش کرنے کے لئے میری عادت ہے فرمایا: اے ابراہیم! صناعت اور اکابر کے بے شمار گھر مصر میں اجڑ گئے۔ میں نے آپ سے عرض کی: آپ اپنی ہتھیلی کے ساتھ مارتے ہیں کیا آپ قتل کر رہے ہیں اور سفارش کر رہے ہیں اور آپ نے ایک گروہ کی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کر رکھی تھی اور آپ کی بارگاہ میں ان کے نام بھی پیش کر رکھے تھے اور جس گروہ کی شکایت کی گئی تھی ان میں سے ایسے حضرات بھی تھے جن میں میرا ایک مقصد تھا جو کہ استاذ الشیخ ابوالموہب کے صاحبزادے کے مقصد کے عین موافق تھا۔ پس میں ان کے حق میں دعا کرنے کے لئے آپ سے گفتگو جاری رکھتا نہ ان کیخلاف دعا کرنے کے لئے اور میں استاذ محترم کے صاحبزادے کے ساتھ مل کر ان کی طرف حضرت کے دل کو کھینچنے کی کوشش کرتا کہ ہو سکتا ہے۔ آپ ان کے حق میں دعا فرمادیں تو ظاہر اتو معلوم ہوتا کہ آپ ہمارے ساتھ ہیں جبکہ میں دیکھتا تھا کہ باطن میں آپ ان سے پہلو تہی فرماتے ہیں۔ ان کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ پس ہم استاذ محترم کے صاحبزادے سے تنہائی میں کہتے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں اسم اعظم

کے ساتھ بھی دعا کریں وہ تمہارے باپ سے نہیں بچ سکتے اور ان کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ہمارا راضی ہونا ان کے لئے قطعاً مفید نہیں۔ تو جب ہم مصر میں داخل ہوئے تو ہم نے ذی الفقاریہ کی ہلچل دیکھی تو ان میں کسی کو قتل کیا جا چکا ہے اور کسی کو شہر بدر کیا جا چکا ہے اور دہناء میں فرمایا ہوا استاذ محترم رضی اللہ عنہ کا قول سچا ثابت ہوا کہ بہت سے گھر خراب ہو گئے۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۶۳ھ میں نے شیخ العرب شریف بن حمادہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیت اللہ الحرام کا سفر کیا اور سفر سے پہلے میں استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی توجہ اور دعا حاصل کی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: اے ابراہیم: تیرا جانا اور واپس آنا خیر و عافیت سے ہو۔ راستہ میں اگر کوئی تکلیف درپیش ہو تو مغرب کی سمت تین قدم چلنا اور یوں کہنا کہ اے ابوالعیون میں آپ کی کفایت میں ہوں اور مجھے کچھ دینا عطا فرمائے۔ چنانچہ میں نے سفر کیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اس کی نگہبانی میں رہا حتیٰ کہ میں نے حج کیا اور واپس ہوا اور میں عقبہ میں پہنچا اور عقبہ سے نکلتے مجھے ایک ایسی الجھن درپیش ہوئی کہ میں موت کے کنارے پہنچ گیا۔ میں زمین پر ٹھہر گیا جبکہ نخر کی لگام میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس حد تک پہنچ گیا کہ حرکت تو کیا بول بھی نہیں سکتا ہوں۔ تو میں نے اپنے جی میں کہا اے ابوالعیون! میں آپ کی کفایت میں ہوں کیونکہ میں مغرب کی طرف اپنے استاذ محترم کے حکم کے مطابق تین قدم چلنے سے بھی عاجز آ گیا۔ میرے جی میں ابھی بات پوری نہیں ہوئی کہ میں شیخ محمد البکری کو دیکھتا ہوں کہ خود پہنے کمر بستہ ہیں اور آپ پر قبا سے قدرے کم قمیض ہے اور مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ۔ سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ واللہ مجھ پر کوئی شدت ہے نہ ٹھکاوٹ اور سفر کا اضمحلال اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت فرمائی کہ مصر میرے قدموں کے تلے آ گیا اور یہ ایک ایسا امر ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک سال آپ نے بیت اللہ الحرام اور نبی پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کا قصد فرمایا۔ جب آداب زیارت پورے ہو گئے تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواجہہ اقدس کے عین سامنے واپسی کی اجازت کے لئے کھڑے ہو گئے کہ آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور اور حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے چہرے چمکنے لگے۔ حضرت استاذ محترم آقا علیہ السلام کے حضور ادب سے سر جھکائے خاموش کھڑے رہے۔ جبکہ آپ کے خدام کہہ رہے تھے کہ سواریاں تیار ہیں اور چلنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ استاذ صاحب ان کی جلد بازی پر حیرت زدہ تھے کہ آپ دربار محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات میں کشفاً حاضر تھے۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رخ انور آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا جس طرح کہ چاند بدلی کے نیچے چھپ جاتا ہے حتیٰ کہ غائب ہو گیا پھر آپ کی متابعت میں حضرت ابو بکر اور یونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے بھی غائب ہو گئے اور اس کرامت کو میں صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہوں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا

ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ بیت المقدس اور مزارات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کے لئے چلے تو آپ کو بعض ظالموں کی طرف سے تعصب اور ایذا رسانی کے ارادے کی خبر پہنچی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ اپنی کرسی پر بیٹھے ہیں اور آپ ہاتھ میں حسنی تلواریں برہنہ لئے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں پہلا شیشہ نہیں ہوں جسے کائنات میں توڑا گیا ہے اور آپ پر کیفیت طاری ہو گئی میں نے عرض کی کہ شکستگی انہیں پر ہے تو آپ نے مجھے فرمایا تمہارا منہ نہ بگڑے اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہے۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دربار شریف میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرے کا رنگ خون کی طرح سرخ ہو گیا اور مجھے فرمایا کہ سورۃ طہ پڑھو چنانچہ میں نے ساری سورت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے حضور پڑھی اور ہم نے ملائکہ کے اجسام کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ دعائیں جو اللہ تعالیٰ

نے استاذ محرم رضی اللہ عنہ کی برکت سے میری زبان پر جاری فرمائی جس میں دشمنوں پر
 تباہی تھی۔ پھر استاذ محمد البکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: یا کلیم اللہ! یا رسول
 اللہ! میں سید الرسل علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے وزیر کا بیٹا ہوں۔ قیامت کے دن میں
 حضرت ابوبکر اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا کہ میں نے
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ طلب کی تھی۔ آپ نے میری دستگیری نہ فرمائی۔ اور آپ
 فرعونوں کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ مجرب نسخہ مانگیں کوئی طبیب نہ مانگیں۔ باوجودیکہ کہ آپ
 اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلیم ہیں انہوں نے نکلنے پر مجبور کیا حتیٰ کہ آپ نے دعا کی: اے
 ہمارے پروردگار! ان کے اموال تباہ کر دے اور ان کے دلوں پر شدت فرما۔ جبکہ میں آپ
 کی خدمت میں اس کا شکوہ کرتا ہوں جس نے ایسے ایسے کام کئے۔ پس ملائکہ عظیم حرکت
 میں آ گئے۔ گروہ درگروہ آ رہے ہیں۔ اور ہم واپس ہوئے اور ہم نے حضرت کلیم علیہ السلام
 کی زیارت میں طی ارض یعنی زمین کے سمٹنے کا مشاہدہ کیا۔ ابھی آٹھ دن گزرنے نہیں پائے
 تھے کہ ان میں سے بعض کے مرنے کی خبر پہنچ گئی اور لوگوں نے اس کی موت کے کئی طریقے
 ذکر کئے اور اس کے مطعون ہونے کی صورت ذکر کی۔ میں نے اس کی تحقیق نہیں کی کہ اسے
 ذکر کر سکوں اور بعض پر امیر ناراض ہو گیا اور اسے معزول کر کے شدت کے ساتھ قید و بند میں
 ڈال دیا۔ پس اس نے حضرت استاذ محترم کی خدمت میں دو کاغذ ترکی زبان میں اپنے قلم
 سے لکھ کر بھیجے جس سے آپ کے قلب مقدس کو اپنی طرف مائل کرنا مراد تھا جن کا ہمارے
 ساتھی امیر حسن آفندی نے میرے لئے عربی میں ترجمہ فرمایا اور ان کا معنی یہ تھا کہ میں اللہ
 تعالیٰ۔ نبی کریم علیہ الصلوٰة والسلام اور آپ کے جدا مجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ
 سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادیں کیونکہ ہماری جو رسوائی ہوئی وہ
 آپ کے بارے میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے ہوئی اور مجھے دربار خداوندی سے امید ہے کہ
 آپ کی برکت سے ہم اس سختی سے خلاصی پالیں گے اور اس کے عوض ہم آپ کے متعلق ایسا
 طرز عمل اپنائیں گے جس سے ہمارا پردہ رہ جائے اور ہم آپ کی خدمت کو لازم کریں گے

اور متنبی کے اس شعر کی گواہی پیش کی۔

وللارض من زاد الكرام نصيب

سخیوں کے دسترخوان میں زمین کا ہی حق ہے۔ باوجودیکہ متنبی کا لفظ من کا اس ہے من زاد نہیں۔ لیکن اس نے اپنے فہم و فضیلت کی وجہ معلوم کر لیا کہ حضرت استاذ البکری رضی اللہ عنہ کو اس کے لفظ سے خطاب نہ کیا جائے جو کہ عیاش لوگوں کی علامت ہے۔ پس اس نے اس لفظ سے زاد کی طرف رخ پھیر لیا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ نیز اس میں اپنی طرف سے انکساری ہے جیسا کہ فقیر کو زاد سفر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے ہمیں ابن المعز رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

جب مجھے متنبی کے شعر سے اس کے گواہی لینے کا پتہ چلا اور ابو الطیب کے لفظ سے روگردانی کرنے کی وجہ معلوم ہوئی تو میں نے متاثر ہو کر اس کے لئے دعا مانگی اور استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے پہلی بات جو کی وہ یہ تھی۔

اجادت بوصل حین لاینفع الوصل

یعنی اس نے وصل کی اس وقت سخاوت کی جبکہ وصل کا فائدہ کچھ نہیں۔ پس مجھے پتہ چل گیا کہ اس کا کام تمام ہوا۔ گرچہ استاذ صاحب نے اس کے بعد محفل کی تمنا سے موافقت فرماتے ہوئے اس کے لئے خلاصی کی دعا فرمائی میرے نزدیک وہ بے اثر تھی۔ کیونکہ میں بحمد اللہ تعالیٰ استاذ محترم کے احوال کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل ختم کر دی اور ان میں سے اس کے سوا کوئی باقی نہ رہا جسے استاذ صاحب کے بارے میں حسن عقیدت کا شرف حاصل تھا اور امیر موسیٰ العادل کا خواب اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول درست نکلا کہ جس نے میری بیٹی محمد کو ستایا۔ اگر قریب ہے تو ہم اسے سلب کر لیں گے اور اگر اجنبی ہو تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک شخص بدری نامی مصر میں ستار بجانے والوں کا

سربراہ تھا اور وہ اکثر شیخ احمد الکبریٰ رضی اللہ عنہ کو سنایا کرتا تھا۔ ایک دن انتہائی غمزہ صورت میں آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ بکری نے فرمایا کہ تیرے غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگا یا سیدی! میں آپ کو ستار بجا کر سناتا تھا وہ مجھ سے گم ہو گئی۔ استاذ محترم نے کافی سارے دینار نکالے اور فرمایا اے بدری! ان میں سے جتنی ضرورت ہے لے لو اور ستار خرید لو۔ اس نے کہا یا سیدی! واللہ میں آپ کے پاس اس لئے نہیں آیا۔ خود میرے پاس بے شمار دینار موجود ہیں۔ حضرت شیخ احمد البکری نے فرمایا کہ میں تو یہی کچھ کر سکتا ہوں۔ بدری کہنے لگا کہ جو ستار گم ہوا ہے پوری دنیا میں اس کی مثل نہیں تو اسے حضرت استاذ محترم جن کا تعارف کرایا جا رہا ہے نے فرمایا کہ اس کا پتہ میں تجھے دیتا ہوں۔ وہ حسرت زدہ اٹھا اور استاذ محترم کے قدم چومنے لگا۔ اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

استاذ محترم کے بھائی شیخ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کا پتہ کیسے دیں گے؟ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ تو ہمارے استاذ صاحب ترجمہ نے فرمایا: اے بدری! قرافہ کے قبرستان میں چلے جاؤ اور جد امجد شیخ محمد البکری رضی اللہ عنہ کے مزار شریف میں داخل ہو کر دو رکعت نفل ادا کرو اور قرآن کریم کی دس آیات تلاوت کرو۔ اپنے ساتھ ستار لے جانا اور وہاں جد امجد کے دربار میں اسے عمل میں لانا۔ ازاں بعد عرض کرنا یا شیخ محمد! یا بکری! آپ کی اولاد کو جس ستار کے ساتھ سنایا کرتا تھا گم ہو گئی ہے اور مجھے آپ کی طرف آپ کے بیٹے محمد بن زین العابدین نے بھیجا ہے مجھ پر فضل کریں اور میرا ستار مجھے لونا دیں۔ بدری کہتے ہیں وہاں گیا اور شیخ محمد البکری نے مجھے جو حکم دیا تھا سب کچھ کیا۔ جب میں نے وتر یعنی اس کی تار کو چھینا تو مجھے یوں خیال گزرا کہ مشائخ بکریہ کے تابوت خوشی سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ہیں اور میں نے عرض کی اے استاذ محمد بن زین العابدین! آپ کے بیٹے نے مجھے آپ کی خدمت میں اس کام کے متعلق بھیجا ہے۔ ازاں بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ جب میں لمبی قبر تک پہنچا تو میرے پیچھے ایک خوب رو دراز قد کا شامی آدمی آیا جس نے چھوٹا سا

شامی صندوق اٹھا رکھا تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میں اس کے پیچھے ایک کمرے میں پہنچا۔ اس نے گمشدہ ستار نکالا اور کہا یہ لو اپنا ساز۔ میرے ہوش اڑ گئے۔ وہ شخص غائب ہو گیا اور مجھے نظر نہ آیا۔ اس نے وہ ساز پکڑا اور خوشی سے اسے بجاتا ہوا دروازے سے داخل ہوا اور تینوں مشائخ کی عمارت میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو شیخ محمد البکری کے سلام سے ابتداء کروں گا کیونکہ آپ نے مجھے میری حسرت کی چیز واپس کی ہے اور اس کرامت میں کوئی شک نہیں ہے اور شاید کہ استاذ صاحب ترجمہ نے جد امجد کے اس قول سے دلیل لی ہو۔ ہمارے صحن کی طرف جو کہ عرفان کا قبلہ ہے اور چند لمحے ہمارے آستانے پر خساروں کو خاک آلود کر اور زمانے کی جس گردش کا تجھے کھٹکا اور ڈر ہے اس کے لئے ہمیں پکار۔ ہماری امید کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا۔

اور میں نے آپ کے صاحبزادے شیخ زین العابدین کی ایک کرامت دیکھی (اللہ تعالیٰ انہیں حاسدوں کی آنکھوں سے محفوظ رکھے) اور وہ یہی کہ ہم ان کے والد محترم استاذ محمد البکری کی محفل میں بیٹھے تھے کہ استاذ صاحب اٹھے اور اپنے گھر چلے گئے۔ میں نے بھی واپس ہونا چاہا تو مجھے استاذ صاحب کے صاحبزادے نے روک لیا اور فرمایا کہ آج کی رات ہمارے ساتھ باتیں کرو اور آپ باب قیٹون سے اس چبوترے کی طرف اترے جو کہ ازبکی حوض کے اوپر ہے میں نے آپ کے لئے اس پر مصلیٰ بچھا دیا اور میرے پاس ایک اور مصلا تھا جسے میں نے زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اچانک ایک سائل آیا جس نے استاذ صاحب کے صاحبزادے سے کچھ مانگا۔ (اللہ تعالیٰ دونوں کی مدت عمر میں وسعت فرمائے) آپ نے اپنا ہاتھ اندر کی جیب میں ڈالا لیکن سائل کو عطا کرنے کے لئے کچھ نہ پایا۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھے فرمایا اے ابراہیم! اپنا مصلیٰ اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ ہے فقیر کو دے دو۔ میں نے مصلیٰ اٹھایا تو اس کے نیچے میں نے بالکل نیا نصف دینار پایا گویا ابھی ڈھالا گیا ہے جو کہ چوتھائی دینار سے زیادہ وسیع تھا۔ چنانچہ میں نے وہ فقیر کو تھما دیا اور مجھے ثابت ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے ہے۔ اس امر کا میں نے اپنے سر کی آنکھوں

سے مشاہدہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور صاحب ترجمہ استاذ محترم کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۷۱ھ میں جب آپ نے بیت اللہ الحرام کا قصد فرمایا تو بارشوں کی قلت کی وجہ سے خشک سالی کا دور تھا اور حجاز مقدس میں مہنگائی بہت تھی اور وہاں ٹڈی دل بھی اتر آیا جس سے وہاں کے رہنے والوں کا بہت نقصان ہوا۔ انہوں نے اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے دعائیں مانگنے پر اتفاق کیا اور مکہ معظمہ میں اعلان کر دیا۔ چنانچہ سلطان حجاز مولانا زید بن محسن (اللہ تعالیٰ ان کی امارت کی بنیادیں مضبوط فرمائے) آئے اور کعبہ معظمہ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ کے سامنے سادات بنی حسن۔ عرب کے علماء مشائخ۔ حجاج کے امیروں اور اطراف اکناف عالم کے مسلمانوں کا زبردست ہجوم تھا۔ کعبہ اللہ کا دروازہ کھلا تھا اور نبی شیبہ کے مشائخ دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے۔ پھر قرآن کریم کی تلاوت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام عرض کرنے کے بعد اب صرف دعا باقی رہ گئی حرم کے مشائخ اور علماء کی گردنیں اس مرتبہ عالی کی طرف آگے آنے کے لئے اٹھ رہی تھیں اس پر ہجوم محفل میں ایک اضطراب برپا تھا اور سلطان زید سر جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو صاحب ترجمہ استاذ محترم کو سامنے سے وقار اور حسن کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا۔ سلطان فوراً یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ یہ پرانے حقدار ہیں اور انہیں آگے ہونے کا حق ہے۔ پس سب لوگ کھڑے ہو گئے اور بنو الحسن کے سردار زید بن محسن نے کہا یا شیخ محمد! یا بکری! آپ ہی کا حق ہے پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ پس آپ آگے بڑھے۔ کعبہ شریف کی طرف منہ کیا۔ آنکھیں بند کیں پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ اور شہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف ایسی زبان سے شروع کیا جو کہ بحر بانی اور فیض صمدانی سے معمور تھی اور ایسی دعاؤں میں مستغرق ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے شکار کیا تھا جبکہ لوگ بلند آواز سے آمین کہہ رہے تھے۔ پس آسمان چمکنے اور گرجنے لگا۔ بادل گھر کر آ گئے اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ سب لوگ بھیگ گئے۔ انہوں نے میزاب رحمت سے

اپنی مشکلیں بھریں اور ان میں سے استاذ البکری کے ساتھی کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے چودہ مشکلیں بھریں اور مکہ مشرفہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ استاذ محمد البکری کی برکت ہے اور یہ ایسی کرامت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

اور آپ کی کرامات میں سے اہل اسلام کی کفار کے ساتھ جنگ کے میدانوں میں ان کے دور دراز علاقوں میں آپ کا حاضر ہونا ہے حالانکہ آپ مصر کی میونسپلٹی کی حدود کے اندر تشریف فرما ہوتے۔ عین جنگ کے دوران اکثر آپ کو مشرکین کے ہجوم میں دیکھا گیا اور دیار مصریہ میں واپس آ کر انہوں نے اس کی خبر دی اور ان سے ہم نے اکثر ایسا ہی سنا۔ اور سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے الحسن الوسطی میں ذکر فرمایا کہ ایسی کرامت کا ظہور ولی سے ہوتا رہتا ہے۔ کئی دفعہ اسے خود بھی اس کا پتہ نہیں ہوتا۔

اور آپ کی کرامات میں سے وہ گفتگو بھی ہے جس میں آپ دورہ وجودیہ والوں سے منفرد ہیں اور وہ زبان جس سے آپ کے معاصر علماء آپ کے مقام سے کمتر ہونے کی وجہ سے مانوس نہیں ہیں ان کے علاوہ کسی کی بات ہی کیا ہے اور آپ کی وصیتوں میں سے ایک وصیت وہ ہے جو کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں ایک مکتوب میں مجھے فرمائی اپنے پروردگار کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھو۔ جس نے نشان کی پیروی کی اسے خبر ملی اسے ہی مل بیٹھنا اور شامل ہونا نصیب ہوا اور گھر والے سے واصل اور متصل ہوا۔ جدا نہیں ہوا۔ کیونکہ عارف کا وجود تینوں جہانوں (دنیا۔ برزخ۔ آخرت) کے وجود میں کسی زمان اور مکان سے مقید نہیں ہوتا۔ نہ ہی محو۔ ثبوت اور امکان کے ساتھ موصوف۔ بندہ صالح ایک متلاطم سمندر۔ چمکتی بجلی۔ نغمہ سرا پرندہ۔ بساط قرب اور حجابات قدرت کی طرف اسرار کے ساتھ محو پرواز غریب الوطن۔ کثیر غنموں والا۔ جس کا گھر دور اور مزار قریب۔ اس کا کوئی مقام نہ اعتبار جس کے حال کو ثبوت و قرار نہیں اجنبی مشہور اور وہ ہر حقیقت کے ساتھ اور ہر طریقت میں موصوف ہے یہ اس کا بعض حال ہے اور ہر معلوم حقیقت کہی بھی نہیں جاسکتی۔

مرتبہ صدیقیت

صدیقیت درجات ولایت میں سے ہے اور یہ مخصوص قوم کے لئے مخصوص گنتی کے ساتھ مخصوص مقام ہے لیکن یہ گنتی درجات میں ہے۔ اشخاص کے ساتھ نہیں کیونکہ کئی دفعہ ایک مرتبہ میں دو شخص یا چار یا اس سے بھی زائد ہوتے ہیں جبکہ کئی دفعہ ایک مرتبہ میں ایک ہی ہوتا ہے جیسے قطب اور کئی دفعہ دو آدمی بمنزلہ ایک آدمی کے ہوتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس اور ظاہر میں ولایت کا طلب کے بغیر کوئی راستہ نہیں۔ وہ تو ایک اچک ہے جو کہ بندے کو قابو کر لیتی ہے کسی حالت میں بھی ہو۔ پس اس کے عین کو بدل کر پلک جھپکنے سے پہلے خالص ولی بنا دیتی ہے اور اس میں بندے کا اپنا قصد نہیں ہوتا کیونکہ یہ ہبہ ہے کسب نہیں۔ اور آپ نے اپنے طبقات میں ابوسلیمان دارانی کے مناقب میں نقل فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عارف پر اس کے بستر پر وہ فتوحات نازل فرماتا ہے جو کہ اس کے غیر کے لئے نماز میں کھڑے ہونے کی صورت میں نازل نہیں فرماتا پھر من میں فرمایا: اے میرے بھائی! تجھے معذوم ہو کہ وہ صدیقیت جسے تو اعمال کے ساتھ طلب کرتا ہے وہ تو ہماری اصطلاح میں منہیات کو ترک کرنے کا نام ہے تو جس نے ممنوعات کو ترک کرنا پختہ کر لیا اور اس کا نفس موت۔ مرغوبات سے منقطع ہونے۔ مصروفیات زمانہ اور اپنی منفعت کوشی اور طبیعت کی سختی سے نکلنے اور خواہشات کو ترک کرنے میں پختہ ہونے کی طرف جھک گیا تھوڑی ہوں یا زیادہ تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے جیسوں کے لئے ممکن حد تک استقامت کی سعادت حاصل کر لی اور یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بشر کو حاصل نہیں اور جسے بھی یہ مقام حاصل ہو اوہ اس میں سے اسے بطور وراثت ملا۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقام تسلیم سے اپنا حظ وافر ملا اور حدیث پاک میں آپ پر خلت کا اسم بولا گیا چنانچہ فرمایا: ان اللہ يتجلى للاخلاء الثلاثة محمد و ابراهيم و ابى بكر يعنى اللہ تعالیٰ تین خلیوں حضرت محمد و ابراہیم علیہما السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر تجلی فرمائے گا یعنی

خاص تجلی۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول نے ثابت فرمایا انما مثلک
یا ابا بکر کمثل ابراہیم، یعنی اے ابو بکر تیری مثال تو حضرت ابراہیم کی طرح ہے۔ یہ
اس خلت کے ثبوت کی طرف اشارہ ہے جو کہ نفس۔ مال اور اولاد کو اللہ رب العالمین کے
حضور سونپ دینے کا نام ہے چنانچہ آپ اپنی جان۔ مال اور اولاد کو رسول پاک صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ نچھاور کرنے والے تھے۔ انتھی

اور امام شعرانی نے اپنے طبقات میں ابن عطاء رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہوئے کہا
کہ ابن عطاء فرماتے ہیں کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ مخلوق کے کاموں کی تدبیر نسیم نبوت کی قوت سے بہرہ ور ہو کر تلوار سے
کرتے تھے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت عمر آگے بڑھے اور
حدود الہیہ کو کوڑے کے ساتھ قائم کیا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے امور کی تدبیر
کوڑے کے ساتھ نہ کر سکے چنانچہ آپ نے کوڑا ایک طرف کر دیا آپ کے امر کو وہ
استقامت نہ ملی جو کہ آپ کے دونوں ساتھیوں کو حاصل ہوئی۔ تو جب آپ کو شہید کر دیا گیا
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مخلوق کے کاموں کی تدبیر تلوار کے سوا کسی چیز کے ساتھ نہ کر پائے
کیونکہ آپ نے اسی کو درست جانا۔

اور انہیں سے دوسری حکایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
نسیم رسالت کی۔ حضرت عمر نسیم نبوت کی حضرت عثمان نسیم اصطفاء کی اور حضرت علی نسیم محبت
کی مہک لیتے تھے۔ چنانچہ ان کے اشارات کا بیان وہی مخصوص کرامت تھی جو ان کی اپنی
اپنی پسند تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر لا الہ الا اللہ۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کا پسندیدہ ذکر اللہ اکبر۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر سبحان اللہ جبکہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر الحمد للہ تھا۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دارین میں غیر اللہ کا
مشاہدہ نہیں کرتے تھے اس لئے لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے
سوا ہر چیز کو اس کی عظمت کے سامنے چھوٹا دیکھتے تھے اس لئے آپ اللہ اکبر کہتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سوا کو منزه نہیں دیکھتے تھے کیونکہ سب اسی کے ساتھ قائم اور نقصان کے معترف اور جو قائم بالغیر ہو وہ ناقص۔ اس لئے سبحان اللہ کہتے تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھانے اور روکنے۔ پسندیدہ اور غیر پسندیدہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت دیکھتے تھے اس لئے الحمد للہ کہتے تھے۔ انتہی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ذلیل ہوا جس نے اپنا کام کسی عورت کے سپرد کر دیا۔ احنف کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کی کلام سنی حتیٰ کہ آپ چلے گئے۔ حضرت عمر کی کلام سنی حتیٰ کہ آپ چلے گئے۔ حضرت عثمان کی کلام سنی حتیٰ کہ آپ چلے گئے اور حضرت علی کی کلام سنی حتیٰ کہ آپ چلے گئے۔ رضی اللہ عنہم! جمعین۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان میں سے کسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ نہ پایا اور وار د ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کافر سے فرمایا جس نے غار کو جاتے ہوئے آپ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ یہ ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے اور ابن جوزی سے حکایت کی گئی کہ آپ منبر پر تھے کہ آپ سے سوال کیا گیا جبکہ نیچے خلیفہ وقت کے خدام اور خواص بیٹھے تھے اور وہ دو فریق تھے سنی اور شیعہ تو آپ سے کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل المخلوق کون ہے؟ ابوبکر یا علی؟ فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے بعد دونوں میں سے افضل وہ جس کی صاحبزادی اس کے نکاح میں ہے۔ دونوں فریق خوش ہو گئے اور آپ نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد لئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں جبکہ شیعہ سمجھے کہ اہل بیت کی ضمیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

اور کتاب الحقائق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مجھے روایت کی گئی کہ جس رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا میں خواب میں دیکھتا ہوں گویا قیامت قائم ہے اور لوگ کھڑے ہیں۔ گویا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں

ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامے تیز تیز چل رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: حضور! کدھر کا ارادہ ہے؟ فرمایا: حساب سے پہلے ابو بکر کے متعلق شفاعت کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے عرض کی میں بھی حضور کے ساتھ آ جاؤں؟ تو فرمایا: مجھ سے علیحدہ رہو میں آپ کی ہیبت سے کانپ گیا اور بیدار ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کہ جب ابو بکر جیسی شخصیات یوں ہیں تو دوسرے حکام کا حال کیا ہوگا؟

شیخین کے دشمنوں پر ملائکہ کی لعنت

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ عرشِ رحمن کے تین سو ساٹھ پائے ہیں۔ ہر پایہ دنیا کے ساٹھ ہزار گنا کی طرح ہے ہر دو پایوں کے درمیان ساٹھ ہزار چٹانیں ہیں۔ ہر چٹان دنیا کے ساٹھ ہزار گنا کے برابر ہے ہر چٹان میں ساٹھ ہزار جہان ہے۔ ہر جہان جنوں انسانوں کے ساٹھ ہزار گنا کے برابر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے استغفار کرنے کا حکم دل میں ڈال رکھا ہے جو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے کو قیامت تک لعنت بھیجتے ہیں۔ ابلیس ملعون پر اس کی سات لاکھ سال کی عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بار لعنت فرمائی جس سے اس کی ساری عبادت ضائع ہو گئی تو جنہیں یہ ملائکہ جن کی کثرت ہم نے ابھی بیان کی ہے لعنت بھیجتے ہیں تو اس کے ہوتے ہوئے اور صدیق و فاروق کے بغض کے ہوتے ہوئے ان کی عبادت کیسے باقی رہے گی؟

اور چیزیں اپنی ضدوں سے امتیاز پاتی ہیں تو جن کے لئے یہ ملائکہ استغفار کرتے اور ان کے لئے جنت کی دعا کرتے ہیں تو ملائکہ ابرار کی طرف سے استغفار کے مقابلے میں ان کے گناہ اور بوجھ کیونکر باقی رہ سکتے ہیں اور اس سب سے زیادہ عجیب وہ روایت ہے جسے صاحب تاریخ الخمیس نے نقل فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: یا اللہ! قیامت کے دن ابو بکر کو درجے میں میرے ساتھ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ اسی طرح

منتهی میں اسے حافظ حسین بن بشر نے اور ملانے اپنی سیرت میں میمون بن مهران سے انہوں نے ضبہ بن مھسن سے روایت کیا۔

اور اسی کتاب الحقائق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے۔ آپ کو شدید پیاس لگی جس کا شکوہ آپ نے حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحمیات والتسلیمات سے کیا تو سرکار علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ غار کے اوپر کی طرف جاؤ اور پانی پی لو۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ میں غار کے اوپر کی طرف گیا اور میں نے شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ مہکتا پانی پیا۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی طرف لوٹا تو فرمایا: پانی پی لیا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا: اے ابو بکر! کیا تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے جنتی نہروں کے منتظم فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کی ایک نہر غار کے اوپر کی سمت میں جاری کر دے تاکہ ابو بکر پانی پی لے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا یہ مقام ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور اس سے بھی افضل۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا تیرے ساتھ بغض رکھنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ اس کے پاس ستر انبیاء کے عمل ہوں۔ اسے ملانے اپنی سیرت میں اور اسی طرح الریاض النضرہ میں روایت فرمایا۔

اور کتاب الحقائق سے مروی کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو اس سفید موتی سے بنایا جو کہ دنیا کے ۱۴۰ گنا کے برابر ہے اور اسے ایک ریڑھی پر رکھا جس میں تین سو ساٹھ دستیاں لگائیں اور ہر دستی میں سرخ یا قوت کی زنجیر ہے اور ساٹھ ہزار ملائکہ مقررین کو حکم فرمایا کہ اسے اپنی پوری قوت کے ساتھ جو کہ اللہ تعالیٰ نے خاص انہیں عطا فرمائی ہے ان زنجیروں کے ذریعے کھینچیں جبکہ سورج اس ریڑھی پر ایک کشتی کی طرح ہے اور وہ اس سبز گنبد میں گھوم رہا ہے۔ اہل زمین پر اپنے جمال کی روشنی ڈالتا ہے اور ہر روز خط استواء پر کعبہ شریف کے اوپر کھڑا ہو

جاتا ہے کیونکہ وہ زمین کا مرکز ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب کے فرشتو! جب میں کعبہ کے سامنے جو کہ ایماں والوں کا قبلہ ہے پہنچتا ہوں تو مجھے اس کے اوپر سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے اور فرشتے اسے اپنی پوری قوت سے کھینچتے ہیں کہ کعبہ کو عبور کرے لیکن وہ نہیں مانتا۔ اور فرشتے اس سے عاجز آ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف الہام فرماتا ہے تو وہ ندا دیتے ہیں: اے سورج! تجھے اس شخص کی عزت کا واسطہ جس کا نام تیرے رخ روشن پر نقش ہے اپنی سابقہ سیر کی طرف لوٹ۔ جب وہ یہ سنتا ہے تو مالک کی قدرت کے ساتھ حرکت میں آ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے جس کا نام اس پر نقش ہے؟ فرمایا: وہ ابو بکر صدیق ہے۔

اے عائشہ! جہان کو پیدا کرنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھا کہ وہ ہوا کو پیدا فرمائے گا۔ ہوا پر یہ آسمان بنائے گا۔ اور پانی کا سمندر بنائے گا اور اس پر جیسے چاہے گا عجلہ یعنی ریڑھی کی طرح کی مخلوق بنائے گا اس عجلہ کو دنیا کو روشن کر نیوالے سورج کی سواری بنائے گا اور سورج جب خط استواء کے اوپر پہنچے گا تو فرشتوں پر سرکشی کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک نبی کو تمام نبیوں سے افضل پیدا فرمائے گا اور وہ نبی۔ اے عائشہ! تیرا شوہر ہے۔ دشمنوں کی خواہشات کے بالکل خلاف اور سورج کے چہرے پر اس کے وزیر ابو بکر صدیق مصطفیٰ کا نام نقش فرما دیا۔ تو جب فرشتے اسے اس کی قسم دیتے ہیں تو وہ ڈھل کر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چلنا شروع کر دیتا ہے اور اسی طرح جب میرا گنہگار امتی جہنم کی آگ پر سے گزرے گا اور جہنم کی آگ اس پر ہجوم کرنے کا ارادہ کرے گی تو اس کے دل میں اللہ کی محبت اور اس کی زبان پر اس کے نام کے نقش کی حرمت کی وجہ سے آگ پیچھے کو دوڑے گی اور کسی اور کو ڈھونڈے گی۔ انتھی بلفظ۔

اور اسی کتاب سے ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سنت کیا ہے؟ تو فرمایا: شیخین کی محبت سرکار علیہ السلام کے دونوں داماد (حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما) کی عقیدت۔ جمعہ اور عیدین کی حاضری اور موزوں پر مسح کرنا۔ انتھی اور

اسی سے ہے کہ خبر میں وارد ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ہر شخص اپنے حال کی زبان کے ساتھ بات کر رہا تھا تو اپنی بات کے سچے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں فقراء کو دے دیتا حتیٰ کہ وہ امیر لوگوں کے محتاج نہ ہوتے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں اسے امیر لوگوں کی طرف لوٹا دیتا حتیٰ کہ فقراء کے دل اس میں مشغول نہ ہوتے۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو ایک شخص کو ہی دے دیتا تا کہ صرف ایک ہی کا حساب ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک کا حساب کرے اور اسے مخلوق کے درمیان رسوا فرمائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں اسے کافر کے منہ میں ڈال دیتا تا کہ اس کو پتہ چلے کہ اس کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں نیز دنیا اس کے سوا کسی کے لائق نہیں۔

اور اسی سے منقول ہے کہ خبر میں وارد ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں؟ فرمایا: عقل کے ساتھ۔ پوچھا آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا: عقل کا۔ عرض کی: عقل کیا ہے؟ فرمایا اس کی حد نہیں ہے۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا وہ عقلمند ہے۔ اس کے بعد اگر مجاہدہ کرے تو عابد کہلائے گا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: دین کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا: جس نے عقل کو امیر۔ خواہش کو امیر کیا۔ عرض کی قیامت کے دن کس چیز کی وجہ سے نجات ہوگی؟ فرمایا: دنیا میں عقل کے مطابق کام کرتے کرتے تھک جانے سے۔ عقل ایک گہرا سمندر ہے جس کے کنارے کی حد نہیں اور عقل کے سمندر میں ایسے جواہرات ہیں جن کی قیمت نہیں۔ عقل تجھے جو حکم دے اسے اختیار کر اور جس سے روک دے اس سے رک جا۔ جب تو نے ایسا کیا تو تو درجہ

اجتہاد تک پہنچ گیا۔ پھر تو دنیا میں بے رغبت ہوگا اور یہ دار فنا ہے اور جب تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو تو کریم ہے۔

اے ابوبکر! جسے عقل نہیں اس کی لوگوں کے ہاں کوئی عزت نہیں اور جس کا دین نہیں اس کے لئے کوئی شرف نہیں۔ جس کا تقویٰ نہیں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ جسے پرہیزگاری حاصل نہیں اس کی کوئی عزت نہیں۔

اور اسی کتاب سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے تھے اور جبریل علیہ السلام آپ سے گفتگو کر رہے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے تو جبریل نے کہا کہ یہ ابوبکر ہیں اسے آسمان والے زمین والوں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ پھر کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ کہا یہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ بارہ سال سے ان کی داڑھ میں درد ہے لیکن آپ سے صرف اس لئے نہیں کہا کہ اس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوگی اور یہ ان کی عظیم محبت پر دلیل ہے۔ انہیں میری طرف سے سلام کہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے ابوبکر! جسے تو نے مجھ سے چھپایا وہ صورت حال ظاہر ہوگئی تجھے خوشخبری ہو جبریل تم پر سلام کہہ رہا ہے اور مزاج پرسی کر رہا ہے۔ تو نے اپنے درد دنداں کی بات مجھ سے کیوں نہ کہی؟ عرض کی: مجھے علم ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور جادوگروں نے جب عصا دیکھا تو ایمان لے آئے اور میں نے قضا دیکھی تو صبر کیا۔ انتھی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے ابوبکر! آگے بڑھیں اور سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا: آپ کی موجودگی میں؟ فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ آپ کے سوا کوئی نہیں پڑھائے گا۔ پس حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیق نے امام بن کر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقتدی بن کر پڑھا۔ میں نے اسے تاریخ خمیس سے بالمعنی نقل کیا۔

آیت ثانی اثنین کے چار نکات

اور کتاب العقائد میں یوں فرمایا کہ الاتنصروه فقد نصره الله اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذہما فی الفار“ یہ آیت چار چیزوں پر مشتمل ہے۔ (۱) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غیر کو عتاب ہے۔ (۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کرنے کا وعدہ ہے۔ (۳) کفار کی شکایت ہے۔ (۴) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے۔ چنانچہ الاتنصروه عتاب۔ فقد نصر اللہ وعدہ۔ اذا خرجہ الذین کفروا شکوہ اور ثانی اثنین اذہما فی الفار تعریف ہے۔

باپ کا حق

اور اسی کتاب سے منقول کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو بکر! اپنے باپ کی زیارت کر آؤ۔ عرض کی: یا رسول اللہ! وہ بوڑھا اندھا ہے اور غیر مسلم ہے۔ میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتا۔ فرمایا: اس کے پاس جاؤ۔ عرض کی: طواف کعبہ کر لوں پھر جاتا ہوں۔ فرمایا: اس کے پاس جاؤ۔ تیرے باپ کا حق کعبہ کے حق سے زیادہ عظیم ہے گرچہ کافر ہے۔

تنبیہ: جب تو اللہ تعالیٰ کے قول والذین آمنوا واتبعتمہم ذریتہم بایمان یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی اور اپنی دعا میں حضور علیہ السلام کے اس قول کو ساتھ ملا کر کہ یا اللہ! ابو بکر کو قیامت کے دن درجے میں میرے ساتھ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے اسے منگنی میں حافظ حسین بن بشر نے۔ اور ملانے اپنی سیرت میں اسی طرح روایت کیا ہے “غور کرے تو تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلفاء کے اپنی بڑائی بیان کرنے کو عجیب و غریب نہ سمجھے جیسا کہ ابوالمکارم سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا قول ہے درجات عزت نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے سوا دیکھے نہ جائیں اور اس پر ہمارے پاس عہد و پیمان آئے ہیں اور ہمارا فخر پہلوں کی وجہ سے نہیں۔ وہ تو ہمارے اور ان کی وجہ سے ہے زبانیں

ہم پر گردش کر رہی ہیں یعنی تمام عالم کی زبانوں پر ہمارا تذکرہ ہے۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: کہ نانویں فلک سے تحت اثری تک کوئی ایسا مقام باقی نہیں جہاں ہمارا لشکر جلوہ گر نہ ہو۔ اور اگر کوئی قوم اپنے معبود کے قرب کی تمنا کرے اور ہمارے آستانہ کی خدمت نہ کرے تو قرب نہیں پاسکتی۔

نیز جیسا کہ آپ نے فرمایا: اگر متقدمین کا فخر صحیفے ہیں تو ہم کتاب کی پہلی آیات ہیں۔ جو شخص ہماری خوشنودی چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو عزت والا سمجھے کیونکہ جب تک پرندے درختوں پر نغمہ سرا ہیں۔ عزت ہمارے لئے ہی ہے۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: پہلے اور بعد میں زمانہ اس سے بانجھ ہو گیا ہے کہ آفاق میرے جیسے کا احاطہ کریں یعنی میرے جیسا کوئی پائیں نیز جیسا کہ آپ نے فرمایا: کہ سر بلند ائمہ میرے قدم چومتے ہیں اور میرے دروازے میں خدام کی طرح حاضر ہیں اور میرا ہاتھ تو چومنے والے سے درجوں اونچا ہے گرچہ بادلوں کا سا فیض لائے اور جیسا کہ فرمایا: ان کے مرید کے لئے مراد سے فائق مراد ہے اور میں ضامن ہوں اور جو کہتا ہوں حقیقت پر مبنی ہے پس ان کی عطاء کثیر اور وسیع ہے اور اس کے سوا پائی جائے تو بہت کم اور محدود۔

اور جیسا کہ ہمارے استاذ سیدی محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں وسعت فرمائے) کا قول ہے کہ جو شخص ہماری طرف محبت اور دوستی کے ساتھ منسوب ہے وہ اس سے پاک ہے کہ برائی دیکھے اور اس کا نگہبان ولی ہے اور ہماری خلافت کے دلائل ترتیل سے پڑھے گئے ذکر کی نص قطعی سے حق و صداقت کے ساتھ آئے ہیں۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: تو ہمارے احوال سے بچے یا ملے یہ شدید عذاب والے کی طرف سے شدت کے تیر ہیں۔ ہمارے حال سے حال میں ایسے تیر ہیں جو کہ دشمنوں کو تیز بھالے کے ساتھ ہلاک کر دیتے ہیں۔

اور جیسا کہ آپ کے بھائی استاذ عبدالرحمن البکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر میدان میں ان سے گھوڑ سوار ڈرتے ہیں اور ان سے بڑے بڑے بہادر بھی لرزہ بر اندام ہیں۔ تمام

شیر اور عرب و عجم کے سارے بہادران کے دبدبے کو تسلیم کرتے ہیں۔
 اور اس جیسے بے شمار اقوال ہیں جن کا کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتا اور جسے ان
 کے دیوانوں پر اطلاع ہے وہ عجیب و غریب اقوال دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکات
 لوٹائے اور ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے۔

اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ یہ حضرات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں جیسا کہ
 قرآن مجید نے بیان فرمایا جبکہ حضرت صدیق دونوں جہانوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اس پر غور کر۔ اسے خالص دودھ پائے گا جو کہ پینے والوں کے لئے
 انتہائی خوشگوار ہے اور قرآن و سنت اور اجماع اہل سنت سے تجھ پر وہ حقیقت واضح ہو چکی
 جس سے تجھے آل صدیق کے مقام اور مرتبہ کا پتہ چلتا ہے اور اس کے بعد سوائے صاف
 چمکتے حق کے انکار کے کچھ باقی نہیں رہ جاتا تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد کس
 چیز پر ایمان لائیں گے اور آیات اور ڈرانے والے بے ایمان قوم کے کچھ کام نہیں آتے۔
 اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کوڑھ دور ہونا

مجھے عرب الجمادات کے شیخ محمد الحمادی نے ۱۰۷۲ھ میں بیان کیا کہ شباس الغریبہ بستی
 کے ایک شخص کو کوڑھ کی بیماری لاحق ہو گئی اور وہ کئی سال تک اس میں مبتلا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے
 اسے ذکر صدیق کا الہام فرمایا۔ چنانچہ اس کا پسندیدہ ذکر ابو بکر ابو بکر ہو گیا دن رات یہی کہتا
 اس سے زائد کچھ نہیں کہتا تھا۔ تو ابو بکر ابو بکر کے ورد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے کوڑھ
 سے شفاء عطا فرمادی اور راوی کی قابل اعتماد گروہ نے تصدیق کی۔

اور مجھے عالم امت ہمارے شیخ یوسف الفیشی نے بیان فرمایا کہ امام جلال الدین
 السیوطی سے آل صدیق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں ان حضرات کے
 متعلق کیا کہوں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف فرمائی ہے۔ انتھی۔

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جسے حسد نے اندھا کر دیا اور جس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا وہ

ان حضرات کی شان میں بکواس صرف اس لئے کرتا ہے کہ ان کے لباس۔ سواریاں اور رہائش گاہوں کی نعمتیں ظاہر دیکھتا ہے اے کاش وہ سوچتا کہ اس بندہ خدا پر کیا قباحت لازم آتی ہے جو کہ ظاہری باطنی اور سری جہری طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت میں پلتا ہے اور اس سے اس پر جو کچھ واجب ہے اس کا اہتمام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام سنتا ہے۔ قل من حرم زینة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق یعنی آپ فرمادیجئے یا رسول اللہ! کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی آرائش کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور پاکیزہ رزق؟ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد سنتا ہے کہ پاکیزہ کھاؤ۔ نرم پہنو اور اچھے عمل کرو اور ہمیں ہمارے شیخ الاستاذ محمد البکری کی طرف سے روایت پہنچی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تین سو ساٹھ کرسیاں تھیں اور ہر کرسی پر ہزار دینار کا حلہ تھا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ امیر صحابہ کرام میں سے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی کے ساتھ آٹھویں حصے کے چوتھائی حصہ پر اسی ہزار دینار کے ساتھ صلح کی گئی۔

مجھے خاتمہ اہل ادب۔ حجة لسان العرب ہمارے شیخ ایش الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے ازہر میں لکھوایا کہ امام فخر الدین رازی بکری کے ہزار غلام تھے اور آپ کے دائیں جانب بادشاہ بیٹھا جس کے ہزار غلام تھے اور آپ کے بائیں طرف بادشاہ بیٹھا تھا اس کے ہزار غلام تھے اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک محفل میں تین ہزار غلاموں نے آپ کی خدمت کی۔ اور امام الائمہ ناصر السنہ ہمارے امام حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی تین سو ساٹھ لونڈیاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس سال بھر میں ایک رات بسر فرماتے تھے اور اسی کی مثل آپ کے پاس حلے تھے۔ ہر روز ایک حلہ زیب تن فرماتے۔ اور امام عبداللہ بن مبارک جن کے تعارف میں امام شعرانی نے فرمایا کہ ان کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے کہ ہزار غلام تھے اور آپ کا دسترخوان دو ریڑھیوں پر کھینچ کر لایا جاتا تھا اس میں کئی دفعہ اونٹوں کا بھنا ہوا گوشت ہوتا۔ اور جب آپ ہارون رشید سے ملنے بغداد

میں داخل ہوتے تو ہارون رشید کی ماں نے لگاموں کی جھنکار۔ گھوڑوں کی ہنھناہٹ۔ پاؤں کی دھمک اور شور سنا جو پورے بغداد میں سنائی دے رہا تھا تو اس نے طاق کا پردہ اٹھا کر دیکھا اور کہا یہ کون بادشاہ آ رہا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ یہ صوفیہ کے امام حضرت عبداللہ بن المبارک آ رہے ہیں۔ کہنے لگی یہ ہے بادشاہ۔ میرا بیٹا بادشاہ نہیں۔ اور امام مالک کے شاگرد امام اشہب کے ہزار غلام تھے اور ان کی گزر بسر بادشاہوں کی سی تھی اور ہمیں لیث بن سعد سے خبر پہنچی کہ اس نے وادی کو اس کا خراج مہنگا کرنے کے لئے کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ تھی۔ اسے ایک عورت نے سورطل شہد کا سوال کیا تو اس نے اس کے لئے وصولی کی رسید لکھی تو سبقت قلم کی وجہ سے سومطر لکھ دیا۔ اس کے بارے میں اس سے رجوع کیا گیا تو اس نے کہا کہ علم ہم سے زیادہ معزز نہیں اور اسے سومطر عطا کر دیئے۔ اور ہمیں خبر پہنچی کہ سیدی علی و فارضی اللہ عنہ کے تین سو غلام تھے اور وہ آپ کے سامنے سونے کے جڑاؤ کے ساز و سامان کے ساتھ چلتے اور ایسا اتفاق ہوا کہ آپ باب زویلہ سے نکلے تو سامنے سے ابن زنبور نامی وزیر آ گیا۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا حتیٰ کہ استاذ صاحب گزر گئے۔ وزیر نے اپنے دل میں کہا: انہوں نے ہمارے لئے دنیا کا کوئی حصہ چھوڑا ہی نہیں۔ تو استاذ صاحب نے اسے پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہارے لئے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب چھوڑ دیا ہے اور امام محمد بن الحسن کے ہزار غلام تھے اور آپ سونے سے جڑاؤ کی گئی زین کے ساتھ خچر پر سوار ہوتے اور آپ کے دروازے عراقی تھے اور دہلیزوں پر سونے اور چاندی کا جڑاؤ تھا۔ اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر نامے میں ذکر کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک کی معیشت کی تنگی یاد آ گئی جس پر میں نے انہیں چھوڑا تھا اور میں رونے لگا۔ تو مجھے محمد بن الحسن نے فرمایا: اے ابو عبداللہ! جو کچھ تو دیکھ رہا ہے تجھے پریشان نہ کرے۔ یہ سب کچھ حقیقتاً حلال اور جائز کمائی سے ہے۔ ہر سال زکوٰۃ نکالتا ہوں اور مجھے گمان نہیں کہ اس میں جو کچھ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مجھ سے مطالبہ فرمائے آدمی کا وہ مال اچھا ہے جو دوست کو خوش کرے اور دشمن کو جلانے۔ امام شافعی

فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے ایک ہزار دینار قیمتی خلعت پہنائی اور تین ہزار درہم زادراہ عطا فرمایا۔ اور آپ نے اپنے سارے مال کے متعلق مجھے پیشکش فرمائی کہ نصف حصہ لے لو لیکن میں نے معذرت کر دی۔

اور امام شاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عالم کے لئے مال اور مرتبہ ضروری ہے تاکہ مخلوق میں کسی کے سامنے عاجزی نہ کرے اور اس کا محتاج نہ ہو۔ انتھی۔

تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اجماع امت تو معترض کس وجہ سے اعتراض کرتا ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض سے بچو

امام شعرانی نے منن میں فرمایا ہے کہ اے بھائی! اپنے زمانے کے علماء میں سے کسی پر بھی اعتراض کرنے سے پرہیز کرو گرچہ دل سے ہی ہو۔ جب وہ دنیا کی وسعت اور لباس اور سواریوں کی کثرت میں امام مالک اور آپ کے علاوہ دیگر علماء سابقین کی طرح ہوں کیونکہ یہ تیرے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اولیاء اور علماء رسل علیہم السلام کے نقش قدم پر ہیں۔ ان میں سے کسی کے پاس مال تھا اور کسی کے پاس نہیں تھا جیسے حضرت سلیمان اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام اور سیدی عبدالقادر الجیلی۔ سیدی مدین۔ ابراہیم بن ادہم اور سیدی احمد الزاہد رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے ہر ایک ایسے مقام پر کھڑا ہے جس میں وہ کامل ہے وہاں اسے دنیا کی وسعت نقصان دیتی ہے نہ تنگی۔ تو اے بھائی سیدی محمد البکری یا سیدی محمد الرطلی پر جب وہ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری کریں۔ نفیس کپڑے پہنیں تو اعتراض نہ کر کیونکہ یہ اعتراض جہالت اور حسد کی وجہ سے ہے اور تیرے متعلق میرا گمان ہے کہ ان کے پاس دنیا کا جو ساز و سامان ہے اگر تجھے مل جائے تو اسے تو کبھی نہ لوٹائے اور اکابر نے اپنے شاگردوں کو دنیا میں بے رغبتی پر اس خطرے کے پیش نظر ابھارا ہے کہ کہیں طمع کی ذلت میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر دنیا ان کے پاس کسی طمع اور میلان کے بغیر آئے تو اللہ تعالیٰ کے دربار کا ادب یہ ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور میں نے سیدی محمد البکری کو اور نہ ہی ان کے والد

بزرگوار کو کبھی طلب دنیا میں عاجزی کرتے دیکھا۔ وہ تو ان کے پاس طلب اور مانگنے کے بغیر آتی ہے۔ اپنے بچپنے سے اب تک ان کے پاس رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں محمد نامی شخصیتوں کی عمر میں اسلام اور اہل اسلام کے لئے وسعت فرمائے اور ان پر دنیا اور طالبین کی کثرت فرمائے اور ہمیں ان کے زمرے میں جمع فرمائے۔ انتھی۔

اور اسی من سے آپ کا یہ فرمان ہے: اسرار الہیہ جو کہ قلوب عارفین کے سپرد کئے گئے ان کے پاس خدا کی امانت ہے اور یہ ایک عہد و پیمان ہے اور ان سے عہد و پیمان کو پورا کرنے اور مالک کو امانتیں واپس کرنے کا مطالبہ ہوگا کسی دوسرے سے نہیں چنانچہ ان رازداروں کو اگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی راز ظاہر نہیں کرتے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو تصریح کی بجائے اشارہ کرنے کی قوت بخشے جیسے سیدی محمد البکری۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حاسدوں کی نظروں سے محفوظ رکھے۔ تو اس کا کوئی حرج نہیں کیونکہ اشارہ کرنے والوں کی حالت پر علماء یقین نہیں کر سکتے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز المنوفی نے حضرت ابو عبد اللہ القرشی رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ قرشی سے کہا گیا یا سیدی! آپ ہمارے سامنے کچھ حقائق کیوں بیان نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا آج میرے کتنے شاگرد ہیں؟ کہا گیا چھ سو آدمی۔ فرمایا: ان میں سے چار چن لو۔ تو انہوں نے الشیخ قطب الدین القسطلانی شیخ عماد الدین۔ ابن صابونی اور قرطبی کو چن لیا۔ جو کہ مکاشفات اور کرامات والے تھے تو شیخ نے فرمایا: واللہ اگر میں تم سے اسرار و حقائق کی ایک بات کہہ دوں تو سب سے پہلے میرے قتل کا فتویٰ دینے والے یہی چار حضرات ہوں گے۔ انتھی۔

اور من میں آپ کی کلام میں سے یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعام میں سے میرے درس کے لئے ملائکہ اور جنات کا کثرت سے حاضر ہونا ہے اور اسی لئے میں ہمیشہ حاضرین کی سمجھ میں آنے کی پابندی کے بغیر مسلسل کلام کئے جاتا ہوں اور بہت کم فقراء ایسے ہیں جو اسے سمجھیں اور میں نے اپنے زمانے میں کسی کو اس قدم پر سوائے سیدی محمد البکری کے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات سے نفع بخشے۔ قریب نہیں کہ آپ کی محفل میں حاضرین

میں سے کوئی شخص اس غالب کرم میں سے کچھ سمجھ سکے جو کہ ان ملائکہ اور جنات اور ان جیسے بلند مرتبت حضرات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جو کہ وہاں حاضر ہوتے ہیں کیونکہ آپ کی محفل میں ملائکہ اور جن وانس کے اکابر علماء کی کثرت سے حاضری ہوتی ہے جسے اس حقیقت کا علم نہیں جو ہم نے بیان کی ہے کئی دفعہ کہہ دیتا ہے کہ اس کلام سے کیا حاصل؟ کیونکہ اسے حاضرین تو سمجھ نہیں سکتے اور اگر اس پر وہ راز کھل جاتا جو ہم نے ذکر کیا تو وہ سیدی محمد البری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادب سے پیش آتا کیونکہ آپ اقطاب۔ اوتاد اور ابدال کی گردشوں اور اسرار شریعت پر اطلاع میں زمانے کے نوادرات میں سے ہیں۔ انتہی۔

نیز امام شعرانی نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مجھے اس سے بچایا کہ اکابر علماء میں سے کسی کو ختنہ کی محفل کی طرف چلنے کی دعوت دوں اور یہ صرف علماء کے احترام کی عظمت کے لئے ہے اور ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ میرے شاگردوں میں سے ایک شخص نے میری اجازت کے بغیر اپنے بیٹے کے ختنہ کے موقع پر میرے حوالے سے سیدی الشیخ العالم العادل الراخ سیدی محمد البری بن الشیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کو دعوت دے دی۔ جب میں نے آپ کو اس محفل میں دیکھا تو تمنا کی کہ زمین مجھے نکل گئی اور میں آپ کو اس میں چلتا ہوا نہ دیکھتا باوجودیکہ اس سے پہلے آپ کی عادت نہیں کہ آپ کبھی کسی کے ہاں گئے ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی طبیعت ایسی چیزوں کو ناپسند کرتی ہے۔ آپ نے دعوت صرف اس لئے قبول فرمائی کہ آپ پر حیا کا غلبہ ہے تو کسی کو نہیں چاہئے کہ ایسی شخصیت کو ایسے پروگرام کی دعوت دے کیونکہ اس میں علماء کی توہین ہے کیونکہ زفاف تو صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص لفظ ہے۔ (جبکہ جس ختنے کے پروگرام میں حضرت شیخ کو دعوت دی گئی اس پر بھی اس کے مشابہہ نام لینے زلفہ بولا جاتا تھا) الخ۔

نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام ہے کہ علماء صالحین میں سے جب کسی کو دنیا داروں کا سا قیمتی لباس پہنے۔ نفیس گھوڑوں اور چڑیوں پر سواری کرتے اور لوٹڈیوں اور امیر زادیوں سے نکاح کرتے دیکھتا ہوں تو ان پر اعتراض و انکار کرنے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ یہ شرع

شریف میں جائز ہے تو جو اس کا انکار کرتا ہے جاہل خطا کار ہے یا حسد کرنے والا دشمن۔ تو ایسے لباس پہننے والا اپنے مالک کے مال سے اس کی اجازت سے فائدہ لیتا ہے جبکہ اس سے حسد کرنے والا بد بخت محروم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے کسی بندے اغنیاء اور متکبرین کی صورت میں عاجزی اور انکساری کرنیوالے ہوتے ہیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی جمع فرمادی۔ ان میں سے حضرت الشیخ عبدالقادر الجیلانی۔ سیدی ابوفاء و سیدی مدین۔ سیدی ابوالحسن البکری اور آپ کے صاحبزادے سیدی محمد ہیں رضی اللہ عنہم۔ تو ایسے حضرات خورد و نوش فرماتے ہیں اور سامان برتتے ہیں جبکہ انشاء اللہ ان کا اس المال کم نہیں ہوتا اور اس کی دلیل ان کے علوم و معارف کا ہمیشہ ترقی و عروج پر ہونا ہے حالانکہ وہ علمی دفاتر کا مسلسل مطالعہ نہیں کرتے ان میں سے ایک بندہ خدا اپنی زوجہ کے ہمراہ نرم بستر پر صبح تک آرام کرتا ہے پھر اٹھتا ہے تو اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور ان کے حال کی زبان حاسدوں سے کہتی ہے کہ قل موتوا بغيظکم یعنی اپنے غصے میں گھٹ کر مر جاؤ تو اگر ان حضرات کی کرامات عمل کی طرح ہوتیں تو جب سو جائیں اور عمل میں کمی کریں تو باطل ہو جاتیں۔ اسے خوب سمجھو۔ باوجودیکہ انکے پاس جو کچھ ہے انہیں طلب اور طریقت میں ذلیل ہوئے بغیر ملا ہے بخلاف ان کے غیر کے۔ انتہی۔

اور فہنی نے شرح الاربعین میں روایت کی کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منگنی کی بات کی تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ بچی ہے آپ کے لائق نہیں لیکن میں اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیتا ہوں اگر حضور کے آستان کرم کے لائق ہو تو میرے لئے سعادت کاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین جنتی ورتے پر اس کی صورت لے کر حاضر آیا اور کہا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی زوجیت میں داخل فرمایا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے گھر گئے اور کھجوروں کا ایک طباق اوپر سے ڈھک کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور ان سے عرض کرنا: یا رسول

اللہ! یہ ہے وہ جس کا آپ نے ابو بکر سے ذکر فرمایا ہے۔ اگر آپ کے لائق ہو تو آپ کو مبارک ہو اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں۔ جب عائشہ چلی گئیں اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پہنچا دیا تو فرمایا اے عائشہ! ہم نے قبول فرمایا۔ ہم نے قبول فرمایا۔ پھر سرکار علیہ السلام نے ان کے کپڑے کا پلہ کھینچا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ کام اجنبی سا لگا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا: بیٹی! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بدگمانی مت کرنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں سے وراء تیرا نکاح ان سے کر دیا جبکہ میں نے زمین میں تجھے ان کے نکاح میں دے دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کبھی اس قدر خوش نہ ہوئی جس قدر مجھے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے خوشی ہوئی کہ میں نے تجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں دے دیا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ پہلی محبت جو اسلام میں واقع ہوئی وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو سب سے زیادہ محبت تھی اور آپ کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کے بستر میں نبی پاک علیہ السلام پر وحی نہیں آئی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ دوسری ازواج کی جائے صرف آپ کو جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا۔

(اقول وباللہ التوفیق۔ یہ تخصیص حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد کی ہے کیونکہ ان پر بھی جبریل علیہ السلام نے رب کریم کی طرف سے حضور علیہ السلام کے ذریعے سلام پہنچایا جیسا کہ سیرت کی کتاب میں ہے۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ) اور آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں سے افضل ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہزار دو سو احادیث روایت کیں۔ انتہی۔

ہم اللہ تعالیٰ کے قول ”ووصینا الانسان بوالدیہ“ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ تعظیم اور آپ پر ایسی توجہ ہے کہ مخفی نہیں کیونکہ لازم کرنے یا واجب کرنے کی بجائے وصیت کے ساتھ تعبیر کی گئی اور یہ علماء کرام کے اس قول سے مستثنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کا ذکر مذمت کے انداز میں فرمایا ہے کیونکہ یہاں تعریف کے طور پر بیان فرمایا گیا اور ہر عام سے بعض کو خاص کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قتل الانسان ما اکفرہ۔ انسان ہلاک ہو جائے اسے کس چیز نے کافر بنا دیا؟ وحملہا الانسان انه کان ظلوما جھولا اسے انسان نے اٹھالیا بیشک وہ ظالم جاہل ہے۔ یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم۔ اے انسان تجھے تیرے رب کریم کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا۔ یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ۔ اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف کوشش کرتا ہے بس اس سے ملاقات ہوگی۔ ان الانسان لفی خسر۔ بیشک انسان خسارے میں ہے ان الانسان ظلوم کفار۔ بیشک انسان البتہ ظالم ناشکر ہے۔ بل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ بیشک زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت آیا کہ یہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

حاصلتہ امہ کرہا یعنی اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اٹھایا۔ اس میں باپ کے مقابلہ میں ماں پر زیادہ توجہ ہونے کی تاکید ہے اور حدیث میں ہے تیری ماں پھر تیری ماں (کی خدمت کر) پھر تیرا باپ۔

اور وان اعمل صالحاً ترضاه یعنی میں ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی حتیٰ کہ آپ نے ایسے اعمال کئے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی جنس سے جزاء عطا فرمائی اور آپ کے حق میں فرمایا: ولسوف یرضی۔ ہمارے شیخ الفیشی فرماتے ہیں کہ بکری گھرانے کی خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی موت کے وقت فتنے میں مبتلا نہیں کیا جاتا اور اس

سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راضی ہوتے ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کے افعال جزا کے طور پر ہیں اگر کوئی کار خیر کر لے تو جزائے خیر اور اگر برا کام کر لے تو اسی قسم کا بدلہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ ولئن شکرتم لازدنکم۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور ضرور زیادہ عطا کروں گا۔ ومکروا ومکر اللہ انہوں نے مکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بعاہد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا۔ جس نے اسے توڑا تو اس کا وبال اسی پر ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو وہ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح اگر تم فتح طلب کرتے ہو تو تمہارے پاس فتح آگئی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میرے بیٹے سلیمان کے لئے اسی طرح ہو جا جس طرح تو میرے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اپنے بیٹے سلیمان سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے اسی طرح رہے جس طرح تو میرے لئے رہا میں اس کے لئے اسی طرح رہوں گا جس طرح تیرے لئے رہا۔

اور جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے جواب کے بارے میں غور کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد کہ انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریعتی (یعنی میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ عرض کی اور میری اولاد سے؟) انہیں کہا کہ لاینال عہدی الظالمین یعنی میرا وعدہ ظالموں کو شامل نہیں ہوگا اور جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کے درمیان غور کیا کہ واصلح لی فی ذریعتی یعنی میری خاطر میری اولاد میں صالحیت قائم فرما پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اولئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیئاتہم یعنی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے اعمال قبول فرماتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر فرماتے ہیں تو اس کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پورے

لطف و کرم کا اظہار ہوگا اور خصوصیت، افضلیت کے منافی نہیں۔ دیکھو اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر انعام اور قرب ہے کہ حضرت خلیل و کلیم علی نبینا وعلیہما السلام دونوں نے آرزو کی کہ اس امت میں سے ہوں۔ اور سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کا اپنی عاجزی کے مقام میں یہ قول دیکھو۔

وإذا سئلتك ان اراك - حقيقة

فاسمع ولا تجعل جوابی لن تری

جب میں تجھ سے سوال کروں کہ تجھے حقیقتاً دیکھ لوں تو کرم فرما اور مجھے لن ترانی کا جواب نہ دے۔ یہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت میں اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت فرماتے ہوئے یہ قول انعمت علی وعلی والدی یعنی جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا یعنی اسلام اور ہدایت کے ساتھ۔ اور اسے نعمت کے ساتھ تعبیر فرمایا کیونکہ اس کا انجام قابل تعریف ہوتا ہے اور جو اصل کے لئے ثابت ہے۔ فرع کے لئے بھی ثابت ہے مگر جسے نص جدا کر دے اور ہم نے کوئی نص نہیں دیکھی جو اس نعمت سے آپ کی اولاد کو آپ سے علیحدہ کر دے بلکہ ہم نے وہ نص دیکھی ہے جو کہ اس نعمت کو ان میں پختہ کرتی ہے اولئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سيئاتهم فی اصحاب الجنة وعد الصدق الذی کانوا یوعدون۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے شکر نعمت اور عمل صالح کی دعا کے بعد جس کی وجہ سے آپ اپنے پروردگار کو راضی کرتے ہیں۔ اپنی اولاد کی اصلاح سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں سمجھی لہذا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کیونکہ انسان پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس سے زیادہ باعظمت ہو سوائے اپنے بیٹے کے۔ اسی لئے ابوالکارم سید محمد البکری فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر فخر نہیں کرتا بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھ پر فخر کرتے ہیں۔ اسے عبدالقادر محلی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا

اپنے باپ کی نیکیوں سے ایک نیکی ہے اس کا عکس نہیں۔ تو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ اپنی میزان میں محمد البکری جیسوں کو دیکھتے ہیں جو کہ حاملین عرش میں سے شمار کئے جاتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان پر فخر کرتے ہیں۔

اور عالم امت ہمارے شیخ الفیشی نے روایت فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن البکری نے بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کے قول و یحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیۃ (یعنی اس دن تیرے پروردگار کا عرش آٹھ حضرات اپنے اوپر اٹھائیں گے) کی تفسیر میں درس دیا تو فرمایا اور ان میں سے ایک یہ فقیر ہے۔

تنبیہ: بیٹے کی دو قسمیں ہیں۔ صلیبی بیٹا اور قلبی بیٹا اور عارفین کے نزدیک قلبی بیٹا صلیبی بیٹے سے پہلے ہے اور کبھی بیٹے میں دونوں امور جمع ہوتے ہیں جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد جن کی صالحیت کی گواہی دی گئی ہے جن کی خطاؤں سے درگزر کیا گیا اور ان سے اچھے اعمال قبول کئے گئے اور قلبی بیٹا اور صلیبی بیٹا اس کی نیکیاں ہیں جس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور شاید اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا کی یہی حکمت ہے تاکہ انہیں اپنی میزان میں حسنات کی صورت میں پائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر کار خیر کا احاطہ کیا ہے جو آپ کو قرب خداوندی عطا کرے۔ اب صرف اولاد باقی رہ گئی اور وہ اطاعت یا معصیت کی وجہ سے حسنات ہیں یا سیئات۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوف لاحق ہوا کہ آپ کی اولاد کے ذریعے کہیں یہ امر آپ سے ضائع ہو جائے چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے متعلق دعا مانگی جسے رب کریم نے ان کے مقصد کے مطابق قبول فرمایا اور آپ کی حسنات میں سے زین العابدین۔ ابوالموہب۔ تاج العارفین۔ ابوالسرور۔ عبدالرحیم۔ احمد زین العابدین اور ہمارے استاذ محمد زین العابدین جیسی شخصیات کو کیا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ کی زندگی میں وسعت فرمائے اور آپ کے وجود کی برکت سے آپ کے جد امجد کے موسم لوٹائے۔ پس آپ سے زین العابدین اور ابوالموہب ظاہر ہوئے اور آپ کی نیکیوں میں

شمس الدین الحنفی فخر الدین رازی۔ ملاحتکار۔ ابن الوردی۔ الغمری اور عبدالقادر
 البغدادی الحسلبلی بھی ہیں..... بلکہ تمام صحابہ کرام آپ کے تلامذہ اور قلبی اولاد ہیں اور جس
 نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر غور
 کیا کہ وہ تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے تو وہ اس بارے میں اہل سنت کے اجماع کا
 اشارہ معلوم کر لیتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے شیخ۔ ان کے سردار اور
 بزرگ ہیں۔ آپ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن۔ آپ کی وراثت اور
 مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق وہ علم عطا فرمایا جو کہ ان پر مشتبہ تھا اور یہ بات معلوم
 و مشہور ہے اور ان سے عالی مقام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان اسرار کی ذمہ
 داری سونپی جو آپ کے علاوہ کسی کو نہیں سونپی۔

امام سیدی عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ نے الدرر المشورہ فی بیان زبد العلوم
 المشورہ میں فرمایا: رہا علم تفسیر القرآن کا خلاصہ تو اے بھائی! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ
 تعالیٰ نے کسی کو اس کی ہمت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب
 عزیز ایسی وسیع لغت میں اتاری ہے جس کی مخلوق کے فہموں میں گنجائش ہے۔ تو صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی کہ وہ اس پر عمل کریں جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے سمجھا جو کہ مقام رسالت کے ساتھ خاص ہے اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان
 میں سے کسی کو مکلف نہیں کیا گیا کہ وہ اس پر عمل کریں جسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا
 جو کہ مرتبہ صدیقیت کے ساتھ خاص ہے۔ اور عالم دین کو مکلف نہیں کیا جاتا کہ وہ اس پر عمل
 کرے جو اکابر اولیاء نے سمجھا جو کہ دائرہ ولایت کبریٰ کے ساتھ خاص ہے اور عام اہل
 ایمان اس امر کے مکلف نہیں ہیں کہ اس پر عمل کریں جو اکابر علماء کے فہم میں آیا اور تسلسل
 اسی طرح ہے تو کسی نے کسی کے فہم کو نادرست قرار نہیں دیا مگر اپنی کوتاہی کی وجہ سے اور آپ
 نے اس مسئلہ میں طویل کلام فرمائی پس اس طرف رجوع کر۔ پس اس سے تجھے روشن ہو گیا
 کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے باپ ہیں اور آپ کے بعد ان میں سے

افضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی شمار فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت مخفی نہیں۔ وہ ایسا سمندر ہیں جس کا ساحل نہیں۔ تو جس سمت سے آئے گا انہیں سمندر پائے گا۔

مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے سوچا کہ یہاں آپ کی احادیث کو اچھے سیاق کے ساتھ مختصر طریقے سے بیان کر دوں اور ہر حدیث کے بعد بیان کرتا جاؤں کہ اس کی تخریج کس نے فرمائی اور انشاء اللہ تعالیٰ میں مسند میں ان کے طرق کے ساتھ علیحدہ بھی بیان کروں گا۔

- ۱- حدیث ہجرت جسے بخاری مسلم اور دیگر حضرات نے روایت فرمایا۔
- ۲- سمندر کی حدیث ہو الطهور ماء ہ الحل میتہ یعنی اس کا پانی پاک اور مردار یعنی مچھلی حلال۔ دارقطنی۔
- ۳- السواک مطہرة للفسم مرضاة للرب۔ سواک سے منہ پاک اور رب کریم راضی ہوتا ہے۔ احمد۔
- ۴- ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکل کتفائم صلی ولم يتوضاء۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے بازو کا گوشت کھایا پھر بغیر کلی کے نماز ادا فرمائی۔ البزار۔ ابو یعلیٰ۔
- ۵- کھانا کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔ بزار۔
- ۶- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے بجانے سے منع فرمایا۔ ابو یعلیٰ۔ بزار۔
- ۷- آخری نماز جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پیچھے ادا فرمائی آپ ایک کپڑا زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔
- ۸- جسے اچھا لگے کہ قرآن کریم کو تروتازہ پڑھے جیسا کہ اتارا گیا تو وہ ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ احمد۔

۹- آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے ایسی دعا سکھائیں جو میں اپنی نماز میں پڑھوں۔ فرمایا: یوں کہو: اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (بخاری- مسلم) یا اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا جبکہ تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا پس میرے لئے مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ بیشک تو ہی غفور رحیم ہے۔

۱۰- جس نے نماز فجر پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے عہد میں مداخلت نہ کرو تو جس نے اسے دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس فرمائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس کے منہ کے بل الٹا پھینکے گا۔

۱۱- کسی نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی گئی یہاں تک کہ اس کا کوئی امتی اس کی امامت کرے۔ (بزار)

۱۲- اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (ابو یعلیٰ)

(اقول وباللہ التوفیق قبر پر یا اس کی طرف سجدہ کرنا حرام ہے البتہ تعظیم کرنا جائز ہے۔ اہل اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا علماء امت کے نزدیک جائز ہے اسے سجدہ قرار دینا جہالت ہے۔ چنانچہ ابن حجر نے شرح بخاری میں فرمایا: استنبط بعضهم من مشروعیتہ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یتحقق العظمتہ من آدمی وغیرہ نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبیل منبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقبیل قبرہ فلم یربہ باسا ونقل عن ابن الصنف یمانی احد علماء مکة من الشافعیہ جواز تقبیل البصحف واجزاء الحدیث وقبور الصالحین۔ یعنی ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی

نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ معظمہ کے شافعی علماء میں سے ہیں منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق اور بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔ نیز شیخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصالحين۔ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبر کا چومنا ثابت کیا ہے۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولادہ

۱۳- میت پر زندوں کے رونے سے گرم پانی کا چھڑکا جاتا ہے۔ (ابو یعلیٰ)

(اقول وباللہ التوفیق۔ اس سے مراد کافر میت مراد ہے یا وہ میت جس نے ورثاء کو اس پر رونے کی وصیت کی ہو۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولادہ)

۱۴- اللہ تعالیٰ کے فرائض صدقات ہیں (بخاری وغیرہ)

۱۵- آگ سے بچو گرچہ کھجور کے ایک حصہ کے خیرات کے ساتھ ہی ہو کیونکہ اس سے ٹیڑھا سیدھا ہو جاتا ہے۔ بری موت دور ہو جاتی ہے اور بھوکے کے ہاں یہ صدقہ وہاں پہنچا ہے جہاں شیطان کی جگہ ہے۔ (ابو یعلیٰ)

۱۶- ابن ابی ملیکہ سے ہے آپ نے فرمایا کہ کئی دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نکیل چھوٹ جاتی تو آپ اپنا بازو مار کر سواری کو بٹھاتے۔ خدام نے کہا: آپ ہمیں حکم کیوں نہیں دیتے کہ ہم آپ کو پکڑا دیں تو فرمایا کہ میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگوں (احمد)

۱۷- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو جبکہ ان کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے حکم دیا کہ غسل کر لے اور دعائیں مانگے۔

(بزار۔ طبرانی)

۱۸- رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ فرمایا: الحج

وانج۔ بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور قربانی کرنا (ترمذی اور ابن ماجہ)

۱۹۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اہل مکہ کی براءت کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔

(احمد)

۲۰۔ کہ اس نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا: اگر میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا (دارقطنی)

۲۱۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنتی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ (ابویعلیٰ)

۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوالہیشم بن التیہان کے گھر جانے کی حدیث طوالت کے ساتھ (ابویعلیٰ)

۲۳۔ حدیث سونا سونے کے بدلے برابر برابر۔ چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر۔ زاید دینے والا اور زاید طلب کرنے والا آگ میں ہے۔ (ابویعلیٰ اور بزار)

۲۴۔ وہ ملعون ہے جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اس کے ساتھ مکر کیا (ترمذی)

۲۵۔ بخیل۔ دھوکہ دینے والا۔ خیانت کرنے والا اور برائی میں راسخ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور سب سے پہلے وہ غلام جنت میں داخل ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اپنے مالک کا حکم مانتا ہے۔ (احمد)

۲۶۔ حدیث ولاء اس کے لئے جو آزاد کرے۔ (الفضیاء المقدسی)

۲۷۔ حدیث۔ ہمارا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ (بخاری)

۲۸۔ حدیث۔ اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو لقمہ کھلائے پھر اسے قبض کر لے تو اسے اس کے لئے کر دیتا ہے جو اس کے بعد قائم ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

۲۹۔ حدیث۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی جو کہ برا بھلا کہتا ہے۔ الخ (بزار)

۳۰۔ حدیث۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اس کا

مقصد نان و نفقہ ہے (بیہقی)

۳۱- حدیث۔ جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ (بزار)

۳۲- حدیث۔ مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ الخ (بخاری و مسلم وغیرہم)

۳۳- حدیث۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قبیلے کا بھائی خالد بن ولید کیا ہی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

تکواریوں میں سے ایک تکواری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر بے نیام فرمایا ہے۔ (احمد)

۳۴- حدیث۔ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو کہ عمر سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

۳۵- حدیث۔ جسے مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان پر عدل و انصاف کے خلاف کسی کو

مسلط کر دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس سے کوئی بدل یا معاوضہ قبول نہیں

فرماتا حتیٰ کہ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے اور جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیز

دی اس نے بے حرمتی کی اور جسے استحقاق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیز دی گئی اس پر

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (احمد)

۳۶- معاذ اور ان کے رجم کے واقعہ پر مبنی حدیث (احمد)

۳۷- حدیث۔ اس نے اصرار نہیں کیا جس نے استغفار کیا گرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ اعادہ

کرے۔ (ترمذی)

۳۸- حدیث۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے متعلق مشورہ فرمایا۔

(طبرانی)

۳۹- حدیث۔ من یعمل سوء یجذبہ نزول والی حدیث (ترمذی) (ابن حبان وغیرہما)

۴۰- حدیث۔ تم یہ آیت پڑھتے ہو یا یہاں الذین آمنوا علیکم انفسکم

(احمد۔ ابن حبان)

۴۱- حدیث۔ ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

۴۲- حدیث۔ الہی طعن اور طاعون سے بچا (ابو یعلیٰ)

۴۳- حدیث مجھے سورت ہود نے بوڑھا کر دیا (دارقطنی نے علل میں تخریج فرمائی)

۴۴- حدیث۔ میری امت میں شرک چوٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے الخ

(ابو یعلیٰ وغیرہ)

۴۵- حدیث۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے وہ دعا سکھائیں جو صبح اور شام کے وقت

پڑھوں الخ (الہیثم بن کلیب نے اپنی مسند میں تخریج فرمائی جبکہ ترمذی وغیرہ کے

نزدیک یہ مسند ابی ہریرہ سے ہے۔

۴۶- حدیث۔ لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کا ورد اور استغفار لازم کرو۔ کیونکہ ابلیس کہتا

ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ساتھ ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ

اور استغفار کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے انہیں خواہشات

کے ساتھ ہلاک کر دیا اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (ابو یعلیٰ)

۴۷- حدیث۔ جب آیت لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ اتری تو میں نے

عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کروں گا۔ (بزار)

۴۸- حدیث۔ ہر ایک کے لئے وہ عمل آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔

(احمد)

۴۹- حدیث۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ گھڑایا اس نے اس چیز کو مجھ پر لوٹایا جس کا

میں نے حکم نہیں دیا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہئے (ابو یعلیٰ)

۵۰- حدیث۔ نجات کس میں ہے؟ فرمایا لا الہ الا اللہ میں (احمد وغیرہ)

۵۱- حدیث۔ باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی اس

کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی

الخ (ابو یعلیٰ) اور یہ حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

حدیث سے محفوظ ہونے کے اعتبار سے زیادہ غریب ہے۔

۵۲- حدیث۔ میری امت کی دو قسمیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی مرجہ اور

قدریہ۔ (دارقطنی نے غلطی میں تخریج فرمائی)

۵۳- حدیث۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو (احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور یہ آپ سے کئی طرق سے مروی ہے)

۵۴- حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو دعائے مانگتے یا اللہ میرے لئے خیر فرما اور اختیار فرما (ترمذی)

۵۵- حدیث۔ قرضے کی دعا اللھم فرج لھم الخ (بخاری۔ حاکم)

۵۶- حدیث۔ ہر وہ جسم جس کی حرام سے نشوونما ہوئی تو وہ آگ کے زیادہ لائق ہے اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جسے حرام غذا دی گئی۔

(ابویعلیٰ)

۵۷- حدیث۔ جسم کی ہر چیز زبان کی تیزی کا شکوہ کرتی ہے۔ (ابویعلیٰ)

۵۸- حدیث۔ اللہ تعالیٰ شعبان کے درمیان کی رات میں نزول اجلال فرماتا ہے پس کافر اور دل میں کینہ رکھنے والوں کے سوا سب کی بخشش فرماتا ہے۔ (دارقطنی)

۵۹- حدیث۔ دجال مشرق کی خراساں نامی سرزمین سے نکلے گا جس کی پیروی ایسی اقوام کریں گی جن کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۶۰- حدیث۔ مجھے ۷۰ ہزار ایسے افراد عطا کئے گئے جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے الخ (احمد)

۶۱- حدیث شفاعت پوری طوالت کے ساتھ کہ لوگ ایک نبی سے دوسرے نبی علیہ السلام کے پاس جائیں گے (احمد)

۶۲- حدیث۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا (احمد)

۶۳- حدیث۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت انصار کے متعلق وصیت فرمائی کہ ان کے نیک کو قبول کرنا اور ان کے خطا کار سے درگزر کرنا۔ (بخاری)

(طبرانی)

۶۳- حدیث۔ قریش اس امر کے والی ہیں۔ ان کا نیک ان کے نیکوں کے تابع اور ان کا گنہگار ان کے گنہگار کے تابع ہے (احمد)

۶۵- حدیث۔ میں ایسی سرزمین کو جانتا ہوں جس کا نام عمان ہے اس کی وادی پر سمندر ترشح کرتا ہے وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے اگر ان کے پاس میرا قاصد آئے تو اس پر کوئی تیر یا پتھر نہیں چلائیں گے۔ (احمد۔ ابو یعلیٰ)

۶۶- حدیث۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا گزر امام حسن کے پاس سے ہوا جبکہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھالیا اور فرمایا میں قربان۔ نبی علیہ السلام کے مشابہہ ہے نہ کہ علی کے رضی اللہ عنہ۔ (بخاری) ابن کثیر کہتے ہیں کہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ آپ کے اس قول کی قوت رکھتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن کے مشابہہ تھے۔

۶۷- حدیث۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ایمن کی زیارت کو جایا کرتے (مسلم)

۶۸- حدیث۔ پانچویں دفعہ چور کو قتل فرمایا۔ (ابو یعلیٰ)

۶۹- حدیث۔ واقعہ غزوہ احد (طیاسی طبرانی)

۷۰- حدیث۔ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سے کسی چیز کو روک رہے ہیں جبکہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کس چیز کو روک رہے ہیں؟ فرمایا کہ دنیا میرے لئے پھیل رہی تھی تو میں نے اسے کہا کہ مجھ سے دور ہو جا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے پانے والے نہیں۔ (بزار) یہ وہ روایات ہیں جنہیں حافظ ابن کثیر نے مسند الصدیق میں مرفوع احادیث کے زمرے میں ذکر کیا ہے اور ان سے کئی احادیث رہ گئیں جن کا میں نے نووی کے شمار کو پورا کرنے کے لئے تجسس کیا۔

۷۱- حدیث۔ فرد کو قتل کر دو۔ وہ لوگوں میں سے کوئی بھی ہو۔

(اقول وباللہ التوفیق۔ اس فرد سے مراد وہ شخص ہے جو کہ اجماع امت کی مخالفت کرے اور اپنی خواہش سے علیحدہ راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار سواد اعظم کی پیروی کرو۔ یعنی عقائد و اعمال میں اہل اسلام کی کثرت والی جماعت کی پیروی کرو۔ کیونکہ جس نے علیحدگی اختیار کی وہ تنہا کر کے آگ میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں اسے من انفراد عن الجماعة باعتقاد اقول و فعل لم یکنوا علیہ۔ یعنی جو شخص اعتقاد۔ قول اور فعل میں جماعت سے علیحدگی اختیار کرے یعنی عقیدہ اور عمل ایسا اپنائے جو کہ اسلاف کا نہیں۔ تو اسے اہل جنت سے جدا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ)

۷۲۔ حدیث۔ غور کرو تم کن کے گھر بسا رہے ہو اور کن کی زمین آباد کر رہے ہو اور کن کی راہ میں چل رہے ہو۔ (دیلمی)

۷۳۔ حدیث۔ مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگائی ہے تو جب میری امت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔ (دیلمی)

۷۴۔ حدیث۔ جمعہ سے جمعہ تک درمیان کی مدت کا کفارہ ہے اور جمعہ کے دن کا غسل کفارہ ہے (عقیلی نے ضعفاء میں تخریج فرمائی)

۷۵۔ حدیث۔ میری امت پر جہنم کی گرمی حمام کی طرح ہوگی۔ (طبرانی)

۷۶۔ حدیث۔ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان کی خلاف ہے (ابن لال نے مکارم الاخلاق میں تخریج کی)

۷۷۔ حدیث۔ جس نے بدر میں حاضری دی اسے جنت کی بشارت دو (دارقطنی نے افراد میں تخریج فرمائی)

۷۸- حدیث۔ دین یعنی قرض اللہ تعالیٰ کا وزنی جھنڈا ہے وہ کون ہے جو اسے اٹھانے کی ہمت رکھتا ہے؟ (دیلمی)

۷۹- حدیث۔ سورت یس کو معمر کہا جاتا ہے۔ ارنح۔ (دیلمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

۸۰- حدیث۔ بادشاہ عادل جو کہ عاجزی اختیار کرنے والا ہو زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے ہر دن رات میں اس کے لئے ساٹھ صدیقین کے اعمال اوپر پہنچائے جاتے ہیں (ابوالشیخ۔ ابن حبان نے کتاب الثواب میں تخریج فرمائی)

۸۱- حدیث۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! جو شخص فوت شدہ بیٹے کی ماں سے تعزیت کرے اس کے لئے کیا اجر ہے؟ فرمایا: میں اسے اپنے (عرش کے) سایہ میں بٹھاؤں گا۔ (دیلمی)

۸۲- حدیث۔ یا اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب کے ساتھ پختگی عطا فرما۔ (طبرانی نے اوسط میں تخریج فرمائی)

۸۳- حدیث۔ جو شکار کیا جاتا ہے اور جو خاردار درخت یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو تسبیح کی قلت کی وجہ سے (ابن راہویہ نے اپنی مسند میں تخریج فرمائی)

۸۴- حدیث۔ اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو عمر مبعوث کیا جاتا لیکن (دیلمی)

۸۵- حدیث۔ اگر اہل جنت تجارت کرتے تو گندم کی تجارت کرتے لیکن (ابویعلیٰ)

۸۶- حدیث۔ جو شخص اپنے یا کسی دوسرے کی طرف بلاتا ہو اخروج یعنی بغاوت کرے جبکہ لوگوں پر حاکم عادل موجود ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اسے قتل کر دو۔ (دیلمی)

۸۷- حدیث۔ جس نے مجھ سے کوئی علم کی بات یا حدیث لکھی تو جب تک وہ علم یا حدیث باقی ہے اس کے لئے اجر لکھا جاتا رہے گا (حاکم نے تاریخ میں تخریج کی)

۸۸- حدیث۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ننگے پاؤں چلا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

اس کے فرائض کے متعلق سوال نہیں فرمائے گا۔ طبرانی نے اوسط میں تخریج فرمائی (کیونکہ جس نے اطاعت خداوندی میں اس قدر مشقت برداشت کی کہ اپنی طبعی سہولیات کا بھی اہتمام نہیں کیا وہ فرائض خداوندی سے لاپرواہی کیونکر کرے گا۔

(محمد محفوظ الحق غفرلہ)

۸۹- حدیث۔ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے سایہ عطا فرمائے اور

اسے اپنے سایہ میں رکھے تو ایمان والوں پر سخت نہ ہو۔ ان پر مہربان ہو۔ (ابن لال

نے مکارم الاخلاق میں اور ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں تخریج فرمائی)

۹۰- حدیث۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی نیت سے صبح کی اس کے لئے اللہ تعالیٰ اس

دن کا اجر لکھ دیتا ہے گرچہ خطا ہوئی (دیلمی)

۹۱- حدیث۔ جو قوم جہاد ترک کر دے اللہ تعالیٰ انہیں عام عذاب میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

(طبرانی اوسط)

۹۲- حدیث۔ بہتان باندھنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (دیلمی)

۹۳- حدیث۔ کسی مسلمان کو حقیر مت جانو کیونکہ چھوٹا مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہے

(دیلمی)

۹۴- حدیث۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو

(ابو شیخ نے ثواب میں اور دیلمی نے تخریج فرمائی)۔

۹۵- حدیث۔ میں نے رسول کریم علیہ السلام سے چادر کے متعلق پوچھا تو آپ نے پنڈلی

کے موٹے حصے کو پکڑا۔ میں نے عرض کی: میرے لئے زیادہ فرمائیں تو آپ نے اس

موٹے حصے کے ابتدائی حصے کو پکڑا۔ میں نے عرض کی اور زیادہ فرمائیں۔ تو فرمایا اس

سے نیچے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم ہلاک ہو گئے۔

فرمایا: اے ابوبکر! درست رہو۔ قرب حاصل کرو نجات پاؤ گے۔ (ابو نعیم نے علیہ

میں)

۹۶- حدیث۔ عدل میں میری ہتھیلی اور علی کی ہتھیلی برابر ہے (دیلیمی عسا کر)
 ۹۷- حدیث۔ شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو کیونکہ گرچہ تم اسے نہیں دیکھتے
 ہو لیکن وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ (دیلیمی۔ مگر اسے مسند نہیں کیا)

۹۸- حدیث۔ جس نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔
 (طبرانی نے اوسط میں)

۹۹- حدیث۔ جس نے یہ سبزی کھائی (لہسن) ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔
 (طبرانی اوسط)

۱۰۰- حدیث۔ نماز کے آغاز میں اور رکوع و سجدہ میں ہاتھ اٹھائے (بیہتی نے سنن)
 یہ اس وقت کی بات ہے جب تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع کرنے کے وقت اور رکوع سے
 اٹھنے کے وقت رفع یدین ہوتا تھا۔ ازاں بعد منسوخ ہو گیا جس پر بے شمار احادیث شاہد عدل
 ہیں۔ چنانچہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ابی خیمہ نے حضرت علقمہ سے روایت کی۔ قال
 قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرة واحدة مع تکبیرة الافتتاح۔ وقال
 الترمذی حدیث بن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اهل
 العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتابعین۔ ایک دفعہ ہم
 سے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ
 پڑھوں؟ پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے امام
 ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے۔ اس سے رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے
 علماء صحابہ کرام اور تابعین کا عمل ہے۔

نیز حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے
 روایت فرمائی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترفع الایدی فی
 سبع مواطن عند افتتاح الصلوة والاستقبال والصفاء والمرورة والموقفین

والجمرتین۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت۔ کعبہ شریف کے سامنے منہ کرتے وقت۔ صفا و مروہ پہاڑیوں پر دو موقف۔ یعنی منیٰ اور مزدلفہ میں اور دونوں جہروں کے سامنے۔ اس حدیث کو بزار نے حضرت ابن عمر سے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے۔ بیہقی نے ابن عباس سے طبرانی نے اور بخاری نے کتاب المفرد میں عبداللہ بن عباس سے کچھ فرق کے ساتھ بیان کیا۔

۱۰۱- حدیث۔ حضور علیہ السلام نے ابو جہل کا اونٹ ہدیٰ بنایا۔ اسماعیلی نے اپنی معجم

میں۔

۱۰۲- حدیث۔ میری طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ابن عساکر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ

ہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر فرمایا: انی تبت الیک وانی من المسلمین۔ یعنی میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ توبہ میں دو خطاب آئے ہیں۔ ایک عموم کے لئے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون ایمان والو! سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو اور دوسرا خصوص کے لئے یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی توبہ کرو کہ آئندہ کو نصیحت ہو جائے۔ نصوح ہے نصح سے۔ یہ فعل کے وزن پر نصیحت میں مبالغہ کے لئے ہے۔ اسے نون کے ضمہ کے ساتھ نصوحاً بھی پڑھا گیا ہے اس وقت یہ مصدر ہوگا اور اس کا معنی ہے خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے توبہ کرو۔ بعض نے کہا کہ اس کا اشتقاق نصح سے ہے اور یہ بمعنی خط ہے یعنی بالکل خالص۔ کسی چیز کے ساتھ متعلق ہونہ اس کے ساتھ کوئی چیز متعلق ہو اور یہ طاعت پر کسی معصیت کی طرف سے بغیر قائم رہنا ہے جیسا کہ لومڑی سمٹی۔ اور اس کا نفس قدرت پانے پر معصیت کی طرف لوٹنے کی بات نہ کرے اور گنا صرف اور

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ترک کر دے جس طرح کہ اپنے قلب اور شہوت کے اجتماع کے ساتھ اپنی خواہش کی خاطر اس گناہ کا ارتکاب کیا تھا تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور خواہش سے پاک دل کے ساتھ حاضر ہوا اور اس نے سنت پر قائم رہتے ہوئے عمل صالح کو اپنایا تو اس کے لئے اچھے خاتمہ کی مہر لگ گئی۔ پس اس وقت اسے گزشتہ اچھائی پہنچ جاتی ہے اور یہ ہے توبہ نصوح اور یہی بندہ بہت توبہ کرنے والا پاک صاف محبوب ہے اور یہ ان کے متعلق خبر دی گئی ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنیوالا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ ابوطالب مکی نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

اور ابو محمد نے فرمایا: تائب پر کوئی شے برتری حاصل نہیں کرتی۔ اس کا دل عرش کے ساتھ متعلق ہے حتیٰ کہ نفس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس کی خوراک صرف اسی قدر ہے کہ زندگی باقی رہے۔ اپنی گزشتہ عمر پر غمگین ہوتا ہے اور مستقبل میں تعمیل امر اور خواہش سے جدا رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے اور یہ سب کچھ ہر چیز میں علم الیقین استعمال کیے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ پھر اعمال صالحہ میں مبالغہ چاہئے تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ویدرءون بالحسنة السيئة اولئك لهم عقبي الدار۔ یعنی وہ نیکی کے ساتھ برائی کو روکتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے ہی دار آخرت کا اچھا انجام ہے یعنی گزشتہ برائیوں کو عملی اچھائیوں کے ساتھ دفع کرتے ہیں۔ اسی لئے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھ سے برائی صادر ہو تو اس کے بعد نیکی کر۔ مخفی، مخفی کے ساتھ اور اعلانیہ، اعلانیہ کے ساتھ۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ کی وصیت میں فرمایا برائی کے پیچھے نیکی اختیار کرو اسے مٹا دے گی۔ ابو محمد فرماتے ہیں کہ اس مخلوق پر توبہ سے زیادہ کوئی چیز واجب نہیں اور ان پر توبہ گم کرنے سے زیادہ شدید عذاب اور کوئی نہیں۔ انتہی۔

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقام توحید کی اس حد تک پہنچے ہیں

کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا ساری مخلوق میں آپ کے سوا کوئی نہیں پہنچا اور ماسوا حق کا ترک کرنا ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کرنا اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر شناسی کرنا اس کے لوازمات میں سے ہے کیونکہ آپ کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کا سردار بنایا گیا ہے اور اس سے ساری امتوں پر آپ کی سرداری لازم آتی ہے اور آپ کو سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر اعظم بنایا گیا ہے۔ آپ کے تمام اموال حسنات۔ تمام اقوال حسنات اور تمام اعمال حسنات قرار دیئے گئے۔ اور آپ کو اس سے اس قدر حصہ ملا ہے کہ ریت کے ذروں۔ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہے اور حضرت باری تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ تو آپ کو حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب غیرت نے پکڑ لیا تو آپ نے غیر مولیٰ سے آنکھ بند کر لی اور کہا: میں ان سب سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ پس کوئی حسنات ہیں نہ درجات جن پر میں بھروسہ کروں یا جن کی طرف مائل ہوں۔ میں ان کی طرف دیکھنے اور ان کے ساتھ ٹھہرنے سے تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں ان مسلمانوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور تیرے حکم کی لجام کی وجہ سے تیرے ارادے کے سلطان کے سامنے جھک گئے تو تجھ میں ان کی امید تیری معصیت کے وقت کم نہیں ہوتی اور تیری طرف ان کی طاعت سے ان کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے پس اپنے مجھے سوا کسی قول یا عمل کے سپرد نہ فرما۔ ابن عطاء اللہ السکندری نے حکم کے آغاز میں کہا ہے کہ عمل پر اعتماد کی علامت یہ ہے کہ لغزش پائے جانے پر امید کم ہو جائے۔

ابن عباد نے ذکر فرمایا: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پاس نماز عشاء کے بعد حاضر ہوئے اور آپ کو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدہ گاہ پر نظر ہے اور سر جھکا ہوا ہے اور آدمی رات تک اسی طرح رہے۔ پھر رکوع سجدہ کیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ فجر کی روشنی کا وقت ہو گیا۔ آپ نے رکوع و سجدہ کیا۔ حضرت جنید نے سنا کہ سجدے میں دعا کر رہے ہیں: اے میرے اللہ! لوگوں نے تجھ سے پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا مانگا تو نے انہیں عطا فرمایا اور وہ اس پر تجھ سے راضی ہو

گئے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ایک قوم نے تجھ سے کائنات میں تصرف کرنا مانگا۔ تو نے انہیں عطا فرمایا۔ پس وہ اس پر تجھ سے راضی ہو گئے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے میں سے کچھ اوپر مقامات اولیاء شمار کئے۔ پھر سلام پھیرا۔ اور توجہ فرمائی تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: یہاں کب سے بیٹھا ہے؟ میں نے عرض کی یا سیدی! نماز عشاء کے بعد سے۔ فرمانے لگے: اے جنید! میں تیرے لئے ایک چیز بیان کرتا ہوں جو تیرے لائق ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں۔ عرش اور جنت و ما فیہا کی طرف بلند فرمایا پھر مجھے ساتویں زمین کے نیچے یعنی تحت الثریٰ تک نیچے اتارا۔ پھر مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے فرمایا: جو چیز تجھے پسند آئی ہو مجھ سے طلب کر میں تجھے عطا کروں گا۔ میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! کیا میں نے کوئی چیز دیکھی ہے کہ اسے پسند کرتا؟ فرمایا تو ہے میرا سچا بندہ۔ تو سچائی کے ساتھ میری خاطر میری عبادت کرتا ہے۔ جنید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی! اے استاذ محترم! آپ نے اس سے اس کی معرفت کیوں نہ مانگی؟ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے ایسی چیخ ماری قریب تھا کہ آپ کی روح پرواز کر جاتی اور فرمایا: تجھ پر افسوس میں نے اس پر اپنے سے غیرت کی کیونکہ مجھے پسند نہیں کہ اسے اس کے سوا کوئی جانے۔ انتھی۔

پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ ماسوی اللہ کو دیکھنے سے ہے۔ پس آپ کا اس کے غیر کو دیکھنا آپ کے نزدیک گناہ ہے جس سے آپ استغفار کرتے ہیں۔ آپ کے بیٹے ابوالحسن الہکری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے ماسوا سے استغفار کرتا ہوں۔ یعنی اس کی طرف مائل ہونے اور اعتماد کرنے سے نہ کہ دیکھنے سے۔ کیونکہ شے کو دیکھنے سے اس کے متعلق مکمل غور و فکر اور اس کا اعتبار کرنا لازم نہیں۔ ”ینظرون الیک وہم لا یبصرون“ اور سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وان خطرت لی فی سواک ارادة

علی خاطر ی سہوا قضیت بردتی

اگر تیرے سوا کے بارے میں میرے دل میں بھول کر بھی ارادہ کھٹک جائے تو میں اپنے ارتداد کا فتویٰ دوں گا۔ یعنی اپنے مقام سے واپس لوٹنے۔ وہ لوٹنا مراد نہیں جو کفر ہے یعنی مرتد ہونا۔

عارف محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن العربی نے فرمایا: جس بندے کو مخلوق میں سے کسی صاحب حق پر متوجہ ہونے کی وجہ سے غفلت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی عبودیت اسی مقدار کے مطابق کم ہوگئی۔ کیونکہ یہ مخلوق اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہے جبکہ اسے اس پر غلبہ ہے تو وہ خالص بندہ خدا نہیں ہوگا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہونے والوں کے نزدیک ان کا مخلوق سے منقطع ہونا سیر و سیاحت اور جنگلوں کو لازم کرنا، لوگوں سے بھاگنا اور جاندار کی ملک سے جدا ہونا ترجیح پاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی بدولت پوری کائنات سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ انتھی

چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندہ آزاد تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ماسوا سے آزاد فرما دیا۔ اور غیر کے ہر شائبہ سے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی۔ اور اپنی نازل فرمودہ کتاب میں ان کے حق میں یوں گواہی دی ”وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ ولسوف یرضی“ یعنی کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا صلہ دیا جائے سوائے اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضا طلب کرنے کے اور وہ عنقریب راضی ہوگا غیر سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کی وجہ سے۔ پس وہ عبد خالص کہہ رہا ہے کہ جیسے تو نے مجھ پر اپنے غیر سے توبہ کا انعام فرمایا حتیٰ کہ میں نے تیری خاص توحید کے ساتھ تجھے ایک جانا پس میں نے کسی کو تیرا شریک نہیں ٹھہرایا میری خاطر اولاد میں اصلاح مقرر فرما کہ وہ ذات کے اعتبار مجھ سے ہیں اور روح کے اعتبار سے تجھ سے ہیں پس ان میں اپنے اوصاف کی بقاء کے ساتھ ان کے اوصاف کو فنا کر کے ان کی اصلاح فرما۔ پس ظاہر میں ان کے ناسوت کو چمکائے اور باطن میں ان کے لاہوت کو عام ہو۔ اور استاذ محترم ابوالکارم نے فرمایا ہے۔

وقام يرقص ناسوت الوجودنا

كشفا فنظهدوا لاهوت يخفيا

یعنی ظاہر میں ناسوت وجود ہمارے ساتھ رقص کرنے لگا پس ہم ظاہر ہیں جبکہ لاهوت

ہمیں چھپاتا ہے۔

عالم الامت ہمارے شیخ الفیشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن پاک کے بعد میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے عظیم معجزہ سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کی زیارت ہے اور ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مصداق استاذ محترم بکری کا یہ قول ہے

فان شئت ان تلقى المحبين كلهم

فحسبك من كل الوری ان ترانیا

یعنی اگر تم تمام محبین کو ملنا چاہتا ہے تو ساری مخلوق سے تجھے یہی کافی ہے کہ ہمیں دیکھ

لے۔

اور اے بھائی! حضرت نوح علیہ السلام کا قول دیکھ ”رب ان ابنی من اہلی وان وعدك الحق“ اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل خانہ سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ برحق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا۔ ارشاد ہے ”انا منجوك واهلك“ کہ ہم تجھے اور تیرے اہل خانہ کو بچالیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو انہیں جواب دیا ”انہ لیس من اہلك انہ عمل غیر صالح“ کہ وہ تیرا بیٹا نہیں اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو صدیق اکبر کا قول حکایت فرمایا ”اصلح لی فی ذریعتی“ اور ان کی اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھ ”اولئك الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیئاتہم“ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو ان کے اہل خانہ سے صرف اس کے برے عمل کی وجہ سے نکالا اور اس کا کوئی اچھا عمل نہیں ہے البتہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا عمل اگر اچھا ہوا تو قبول کیا جائے گا کیونکہ افعل التفضیل! جو کہ احسن ما عملوا میں ہے وہ اپنے دستور پر نہیں ہے۔ اور ان کا عمل برا ہوا تو اس سے درگزر ہوگی۔

وإذا الحبيب اتى بذنب واحد
جاءت محاسنه بالف شفيع

یعنی جب محبوب سے ایک خطا ہوتی ہے تو اس کی خوبیاں ہزار سفارشی لے کر آ جاتی ہیں۔ اور یہ ازلی سعادت اور ابدی سیادت ہے جو کہ کسی سبب پر موقوف نہیں جسے آل ابو بکر نے کسی آگے بھیجے ہوئے عمل یا کسی کار خیر کو عمل میں لانے کی وجہ سے نہیں پایا بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی سابقہ عنایت ہے۔

”ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم“ اور امام مجتہد مطلق ابو الحسن البکری رضی اللہ عنہ کا اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمانا کہ آپ کی دعا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی پہلی اولاد کے متعلق قبول فرمائی مجھے امید ہے کہ پچھلوں کے حق میں بھی قبول فرمائے گا یا اسی کے ہم معنی گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اولئك الذين نتقبل عنهم الخ“ اسے مضارع سے تعبیر کرنا جو کہ اول و آخر۔ حال اور مستقبل کو عام ہے آپ کی امید کو ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ اس بارے میں صریح ہے۔

تنبیہ:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کے والدین کے بارے میں نصیحت فرمائی اور آپ نے وصیت کو لازم کیا اور اس پر عمل کیا اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جیسا کہ آپ کے مقام کے لائق ہے۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ”عفوا تعف نسا نکم وبردوا آباء کم تبرکم ابناء کم“ یعنی پاک دامن رہو تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور آپ کی اولاد کی صلاح آپ کی نیکی ہے تاکہ انہیں اپنی نیکیوں میں سے پائیں جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ تو گویا آپ عرض کر رہے ہیں: جیسے تو نے مجھے میرے والدین کے بارے میں نصیحت فرمائی میں تیری طرف رغبت کرتا ہوں اور اپنی اولاد کی اصلاح کی تجھ سے پوری جزا مانگتا ہوں تو آپ نے وہی کچھ مانگا جو کہ جائز الوقوع

ہے۔ اور آپ کا سوال اللہ تعالیٰ کی نصیحت کے عین مطابق ہے اور قبولیت کا مقام حاصل کیا۔
پس وہ کچھ ہوا جو ہوا۔

فوائد:

تسخیر کے فرشتے چار ہیں۔ حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، اور ان میں سے ہر ایک کے معاون فرشتے ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ان چاروں فرشتوں میں سے ہر ایک کی مخصوص وقت کی مخصوص دعا ہے تو جس نے اس کی خاص دعا خاص وقت میں مانگی اسی وقت قبول ہوگی اور جو اس دعا اور وقت کو پہچاننا چاہے تو کتاب شمس المعارف الہکری کی طرف رجوع کرے۔

(دوسرا فائدہ) جو شخص کسی مرض، یا ظالم یا جسمانی یا مالی یا اولاد کی مصیبت میں مبتلا ہوا اسے اللہ کی طرف پیش کر دے اس سے پہلے کہ اسے اس کے غیر کی طرف پیش کرے جیسے بیٹا، بیوی، بھائی یا ساتھی وغیرہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس پر نازل ہونے والی مصیبت فوراً دور فرما دیتا ہے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ یہ کبریت احمر اور عجیب و غریب راز ہے۔ اسے اپنے طبقات میں ذکر فرمایا۔

(فائدہ) جب تو چاہے کہ قبولیت تیرے ہاتھ میں ہو تو دو رکعت نماز ادا کر سلام پھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ ازاں بعد یہ دعا مانگ۔

يا قوی من للضعیف غیرك

يا قادر من للعاجز غیرك

يا عزیز من للذلیل غیرك

يا غنی من للفقیر غیرك

یعنی اے قوی! کمزور کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے قادر! عاجز کے لئے

تیرے سوا کون ہے؟ اے عزیز! ذلیل کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے

غنی! محتاج کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ تو قبولیت پالے گا، اسے ابن عباد نے شرح الحکم میں ذکر فرمایا ہے۔
(فائدہ) جب تو چاہے کہے۔

”اللهم انى اسالك بالف احمد وحاء محمد وميم احمد ودال محمد ان تصلى وتسلم على سيدنا محمد وان تفعل لى كذا وكذا“ مجرب اور نفع بخش ہے۔ ہمارے استاد محترم شیخ محمد زین العابدین سے مروی ہے۔ اور یہ افضل دعا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حمد کی جامع ہے۔ انتھی اگرچہ قبولیت میں تاخیر ہو تو اپنے آپ کو ناامیدی سے بچا۔ صاحب الحکم نے فرمایا: دُعا میں زاری کے باوجود عطا میں تاخیر تیرے ناامید ہونے کا موجب نہ ہو کیونکہ وہ اس چیز میں جو تیرے لئے وہ پسند فرمائے قبول فرمانے کا ضامن ہے نہ کہ اس میں جو تو خود اپنے لئے پسند کرے اور اس وقت میں ضامن ہوں جو وہ چاہتا ہے نہ اس وقت میں جو تو چاہتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا جبکہ آپ نے کہا ”ربنا اطس على اموالهم واشدد على قلوبهم الخ“ اور فرعون کے غرق ہونے میں چالیس سال کا عرصہ ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”قد اجيبت دعوتكما فاستقيما“ یعنی تمہاری دونوں کی دعا قبول کی جا چکی ہے پس ہمارے طریقے پر ثابت قدم رہو۔ ”ولا تتبعان سبيل الذين لا يعلمون“ اور ان لوگوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا جو نہیں جانتے اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہ قبولیت دعا جلد طلب کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مصر سے فرعونوں کی جڑ کاٹ دی۔

(اسطراد) تجھے معلوم ہو کہ اہل مصر بدوی ہوں یا شہری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کا نسب معلوم ہے اور ایک قسم کا نسب مجہول ہے۔ تو جو معلوم النسب ہیں وہ عربی قبائل ہیں جیسے بنی ہاشم۔ آل صدیق بنو عدی بنو حرام، بنو محارب بنو قطاب، بنو سعد، بنو جہینہ، بنو ہوازن، بنو لوانہ، بنو مزینہ، اولاد بقر، عزالہ، خراملہ، جواشنہ وغیرہم۔ میں نے مقریزی کی ایک کتاب دیکھی ہے جس کا نام ”الاعراب فى سائر من دخل مصر من الاعراب“ ہے اس

میں آپ نے تمام مشرقی قبائل جمع کئے ہیں تو ان لوگوں کے نسب میں کوئی طعن نہیں بلکہ انہیں نسب کی بزرگی اور حسب پر فخر حاصل ہے۔ اور جس قسم کا نسب مجہول ہے تین احوال سے خالی نہیں۔

مجہول النسب مصریوں کے تین احوال

یا تو ان صحابہ کرام اور عربوں کی اولاد سے ہوں گے جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معیت میں اور آپ کے بعد مصر میں داخل ہوئے کیونکہ ولید بن عبد الملک کے دور میں قیس کا ایک خاندان مصر میں آیا جن کی نسل چلی۔ اور جنگل سے ان کے ہاں جو لوگ بھی آئے ان کی تعداد محمد بن سعید کی حکومت میں چھوٹے بڑے ملا کر پانچ ہزار دو سو تک شمار کی گئی اور یہ خمیر سے جدا ہیں۔ اور ان کی تعداد بڑھتی رہی اور وہ پھلتے پھٹتے رہے عرصہ دراز ہو گیا نسب ضائع ہو گئے۔ تو یہ قسم قابل احترام نسب والی ہے اور ان کی محبت واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرب کی محبت ایمان سے ہے اور ان سے بغض منافقت ہے۔

مجہول النسب مصریوں کی دوسری قسم۔ یا تو یہ حضرات ان قبٹیوں کی اولاد سے ہوں گے جنہوں نے فتح مصر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی معاونت کی اور قوت کے ساتھ ان کی مدد کی اور تین انبیاء علیہم السلام ان کے داماد ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا ام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شرف بخشا۔ یوسف علیہ السلام نے عین الشمس کے مالک کی بیٹی کو بطور کنیز شرف بخشا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماریہ قبٹیہ ام ابراہیم کو شرف فرمایا۔ تو اس قسم والے لوگ تکریم و تعظیم کے لائق ہیں۔ کہ ان کے اصول کو تین انبیاء علیہم السلام کے سسرال ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر اسلام میں ان کی نسل چلی اور مدت گزر گئی ان کے متقدمین مسلمان آباء و اجداد ہیں تو اس وجہ سے ان کی بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر مصر فتح ہوگا تو اس کے قبٹیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرنا کیونکہ

تمہارے لئے ان سے دامادی اور ذمہ داری ہے۔ اسے طبرانی سے کبیر میں اور ابن رافع نے دلائل النبوة میں روایت فرمایا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ قبضہ مصر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیونکہ تم ان پر غالب آؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہاری قوت اور مددگار ہوں گے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے ان کے ساتھ خیر کی تاکید کرنا کیونکہ وہ تمہارے لئے تمہارے دشمن کے خلاف طاقت اور مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قبضہ مصر کے ساتھ خیر کی تاکید کرنا کیونکہ تم انہیں اپنے دشمن کے خلاف جنگ میں بہتر مددگار پاؤ گے۔ علاوہ ازیں اور احادیث صحیحہ بھی ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے وہ نصرانی تھے تو ان کی مسلمان اولاد کے ساتھ تیرا سلوک کیا ہوگا؟ ان کے لئے ناقابل انکار فضیلت حاصل ہے۔

مجبورین کی تیسری قسم کے لوگ یا تو ہرقل کے اہل کار رومیوں کی اولاد ہوں گے جو کہ مصر میں اس کا لشکر ہے۔ کیونکہ وہاں ہرقلی رومیوں کے لشکر کے اتنے گروہ تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مصر میں ان کی اولادیں ہوئیں اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اور شہروں میں ان کی نسل جاری رہی۔ تو ان کے لئے ایک تو ان کے آباء اجداد کی حکومت کا فخر ہے اور خود ان کے لئے اسلام کا فخر ہے۔ کیونکہ ان کے آباء مصر کے بادشاہ اور حکام تھے۔ تو انصاف سے غور کرو تو مصر کی ساری رعایا کو با عظمت پائے گا اور اہل کی بات پر کان نہ دھر جو کہتا ہے کہ کاشتکار بلکہ غیر کاشتکار فرعون کی جنس سے ہیں کیونکہ اس کلام کی کوئی اصل نہیں۔ اور یہ بات وہ شخص کہتا ہے کہ جسے تاریخ کا علم نہیں۔ اس سے اس کا مقصد مسلمان کی توہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مصر سے فرعونوں کی جڑ کاٹ دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقناهم اجمعین"۔ (الزخرف آیت ۵۵) تو جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ اور فرمایا "واترك البحر رهوا انهم جند مفرقون"۔ (الدخان آیت ۲۴) اور

سمندر کو تھما ہوا رہنے دو بیشک وہ ایسا لشکر ہے جسے غرق کیا جائے گا۔ نیز فرمایا ”وہقرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا یعرشون“۔ (الاعراف آیت ۱۳۷) اور ہم نے برباد کر دیا وہ جو کچھ فرعون کیا کرتا تھا اور اس کی قوم اور جو وہ بلند مکان تعمیر کیا کرتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ جو تو دیکھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف ہی شکوہ ہے۔ اسے خوب سمجھ لے کیونکہ یہ مسئلہ اس کتاب کے سوا اور میری کتاب ”ادلة التسلیم فی فضل البحیرة علی سائر الاقلیم“ کے سوا تو کہیں نہیں پائے گا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے پہلے علماء تاریخ میں سے کسی نے یہ کام کیا ہو۔

تنبیہ:

اللہ تعالیٰ کے قول ”ونتجاوز عن سیئاتہم“ میں ایک لطیف حکمت ہے جو کہ آل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور لطف و کرم پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نتجاوز فرمایا نہ کرنکفر گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے جو برائی رونما ہوتی ہے ہم ان پر اس کا شمار ہی نہیں کرتے گویا وہ ان سے بالکل صادر ہی نہیں ہوئی اور ملائکہ نے اسے لکھا ہی نہیں۔ یا تو حق سبحانہ و تعالیٰ کا تب پر نسیان طاری کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے یا اس سے پہلے کہ فرشتہ اسے برائی کی صورت میں لکھے اللہ تعالیٰ ان کے دل میں تو بہ ڈال دیتا ہے پس وہ اسے نیکی کی صورت میں لکھتا ہے یا یہ کسی وجہ سے نہیں صرف ان کی خصوصیت ہے کیونکہ نص صریح تاویل قبول نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کی برائیوں سے درگزر کرنے کی صراحت کرتی ہے تو اسے اس کے ظاہر کے خلاف پر محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے مقام میں واقع ہے جبکہ آپ نے اپنی اولاد میں اصلاح کا سوال کیا تو گویا حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابو بکر! تیرے ہم سے سوال کرنے کی وجہ سے ہم نے تیری خاطر تیری آل کی اصلاح فرمادی اگر وہ اچھا عمل کریں تو ہم ان سے قبول فرمائیں گے اور اگر ان سے برائی سرزد ہوئی تو ہم ان سے درگزر فرمائیں گے۔ اور درگزر کی حقیقت یہ

ہے کہ شمار ہی نہ ہو۔ کیونکہ جو کسی شے سے درگزر کرتا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کے کرنے والے پر اسے شمار نہیں کرتا۔ اور سا صورت میں فاعل کی تعظیم و تکریم میں وہ مبالغہ ہے جو کہ اس کے لئے حاصل نہیں جس کی رائیوں کا شمار ہوتا ہے پھر اسے لاحق ہونے والی ندامت اور رسوائی کی وجہ سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تخصیص فرماتے ہوئے اپنے فضل و کرم سے ان سے درگزر فرمایا۔ ”نالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم“۔

پھر تجھ پر مخفی نہ رہے کہ ان کے گھر کا ستون۔ ان کا ممدوح گھر اور شمول و استغراق کے ساتھ ان کے قطب دائرہ استاذ ابوالکارم البکری ہیں۔ کیونکہ استاذ سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے اکابر اولیاء میں سے ہر ایک کا تعارف اس حد کے ساتھ کرایا جو ان کے ذہن میں حاضر ہو اس علامت کے ساتھ جو اسے واضح کرے اور اس تعریف کے ساتھ جو کہ اس کی ذات کی حقیقت کھول دے سوائے سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کے۔ کیونکہ امام شعرانی نے ان کا تعارف کرانے سے عاجزی کا اعتراف کیا اور ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا معاملہ صرف آخرت میں ہی ظاہر ہوگا۔

حضرت سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا تعارف

اسی لئے میں نے چاہا کہ حصول برکت کے لئے آپ کا کچھ تعارف بیان کروں۔ آپ نے خود اپنے تعارف میں یوں ارشاد فرمایا: فقیر کی ولادت بدھ کی رات ۱۳ ذوالحجہ ۹۳۰ھ کی خاتے پر ہوئی۔ شیخ ابوالسرور البکری نے فرمایا کہ آپ کا وصال شب جمعۃ المبارک ۱۴ صفر المظفر ۹۹۴ھ کو ہوا پھر حضرت استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد بزرگوار استاذ اعظم۔ مجتہد مطلق عالم ربانی ابوالحسن، تاج العارفین البکری الصدیقی کی گود میں نشوونما پائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی جنت الفردوس میں انہیں تمام نعمتوں سے نوازے اور حظائر قدس سے ان کو تقدس کے ساتھ مشرف فرمائے اور میں نے اپنی عمر کے ساتویں سال کے اواخر میں قرآن کریم حفظ مکمل کیا۔ اور آٹھویں سال کعبۃ اللہ کے قریب

مالکی مصلیٰ میں رمضان پاک میں تراویح کی امامت میں قرآن پاک سنایا۔ اور اسی سال میں نے ابن مالک کا الفیہ حفظ کیا اور مکہ معظمہ کے جلیل القدر علماء کرام پر پیش کیا۔ ان کے شافعی علامہ اسماعیل القیر وانی۔ ان کے مالکی عالم کامل محمد الخطاب الکبیر۔ اور ان کے حنفی مفتی دیار حلبیہ علامہ برکتہ المسلمین ابن بلاد ہیں جو کہ اس سال مکہ شریف میں مجاور تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے مجھے ان سب کی مشہور اجازت لکھ دی جس کی روایت اسے اور اس سے جائز ہے اور میں نے امام الحجۃ الجہد ولی اللہ شیخ ابواسحاق الشیرازی کی تنبیہ کا حفظ جو کہ ہمارا امام اعظم محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ کی فقہ میں ہے اپنی عمر کے دسویں سال کے مکمل ہونے سے پہلے مکمل کیا۔ اور اسے اپنے شہر مصر کے اس وقت کے سربراہ آوردہ علمائے کرام پر پیش کیا۔ تو ان کے شافعی شیخ الاسلام ابوالعباس احمد الرملی۔ ان کے مالکی محقق العصر ناصر الدین اللقانی اور ان کے حنبلی قاضی القضاة شیخ الاسلام ابوالحسن طرابلسی ہیں اللہ تعالیٰ سب کے لئے اپنی رحمت عام فرمائے۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار کے درسوں میں بحث و استفادہ اور آپ پر مختلف علوم کی قراءت کے لئے حاضر ہونا شروع کیا جو کہ اس وقت سے لے کر آپ کی وفات تک جاری رہا اور یہ حاضری میری قرأت سماعت اور فہم واخذ میں میرے حال کے اختلاف کے حوالے سے مختلف رہی۔ اور میں نے قرآن عظیم کی تفسیر کے درسوں میں اپنی قراءت اور دوسروں کی قراءت کے ساتھ کئی بار مکمل حاضری کا شرف پایا۔ نیز امام بخاری کی صحیح کے زیادہ حصے کی درایت اور اس کی باقی اس کے باقی حصے کی روایت۔ صحیح مسلم اور اس کے علاوہ دوسری کتب سنت۔ حدیث کے مجموعے اور کتب فقہ کے درس میں حاضری دی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بحث اور خاص شاگردی کے سلیقوں کے طریقے سے میرے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کے سوا میرا کوئی شیخ نہیں۔

اور میں نے سولہویں سال کی حدود میں کار تصنیف کا آغاز کیا پس اس وقت میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی الاختصار کی شرح کی۔ اور اس کے بعد مولفات فہمیہ کے اجزاء اور صوفیہ کے رسائل کاملہ کی شروح لکھیں۔ اور مجھے میرے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ

نے قوم کے طریقے پر کہ حق سے فیض پا کر روایت کے بغیر خلق پر پیش کرتے ہیں لوگوں کے سامنے گفتگو کرنے کی اجازت عطا فرمائی گرچہ یہ فیض الہی کے گھاٹ سے سیر ہونے کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ اجازت ۹۲۸ھ میں شوال کے آخر میں لوگوں کے سامنے اپنی گفتگو کی مجلس میں عطا فرمائی۔

سیدنا محمد البکری کا بارگاہ نبوی سے فیض

اور میں نے قرآن کریم۔ حدیث شریف اور فقہ کی قراءت کا آغاز ۹۵۱ھ میں جامع ابیض کے نام سے مشہور مسجد میں کیا جو کہ میرے جد امجد اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہما کے نام سے پہچانی جاتی تھی اور اسی سال میرے والد بزرگوار نے لوگوں کی ایک محفل میں فرمایا جبکہ آپ مکہ معظمہ میں اور میں مصر میں تھا کہ میرے بیٹے محمد کو اس سال جو فیض ہوا اگر میری جماعت کے بعض حضرات اور ان کے نامی گرامی فضلا: ساٹھ سال تک مشغول رہیں تو وہاں تک نہیں پہنچیں۔ اور آپ نے آخری حج میں مجھے فرمایا کہ اگر اس دفعہ میری حاضری ہوئی تو تربیت کرنے والا شیخ ہوگا۔ تو جب آپ آئے تو میں آپ سے ملا اور عرض کی: والد بزرگوار! کیا آپ نے میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا؟ فرمایا: ہاں بلکہ زیادہ میں نے تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی: میرے بیٹے محمد کے لئے کیا کچھ ہے؟ تو فرمایا: اگر میں قریش کو بتا دوں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا کچھ ہے تو غرور میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور ۱۳ ربیع الاول شریف کی نماز ظہر کے بعد۔ پیر کے دن ۹۵۳ھ ۵۳ سال ۵۸ دن کی عمر میں میرے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی اور دار آخرت کی طرف آپ کے منتقل ہونے سے پہلے آپ کی اجازت سے میں جامع ازہر میں آپ کی تدریس کے مقام پر علوم شرعیہ تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھانے کے لئے اور حقائق و تعارف کی زبان میں گفتگو کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر اس قدر احسانات فرماتا رہا کہ ستاروں سے بھی زیادہ بلکہ جب تک گردش فلک قائم ہے انہیں پورے طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا اور میں نے

طریقت میں ترجمان الاسرار کے نام سے ایک منظوم دیوان لکھا کہ اسلوب شعری کے اعتبار سے کئی دفعہ اس کا بعض حصہ قبولیت کے نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اور وہ درحقیقت قسم قسم کے مقاصد اور مشارع کا جامع خلاصہ ہے اس کی ظاہری عبارات نورانی اور مفاہیم رحمانی ہیں اس میں گفتگو ایسی صورت کی طرف نکل جاتی ہے جنہیں کند ذہن ایک پست کلام سمجھتا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ یہ اوج معنوی ہے اور بیان کا طویل و عریض تقاخر ہے اس کا قصد کرنے والا اس کے ساتھ اس کے باطنی درجات تک بلندی حاصل کرتا ہے جو کہ رفعت کے اعتبار سے ثریا کو ایک طرف کر دیتے ہیں بلکہ بلندی میں اس سے کہیں اوپر ہیں۔ اور وہ سمجھ نہیں سکا کہ کوائف غیب چننا ایک ایسا امر ہے جس کے سامنے ہمتیں حیران اور افکار پریشان ہیں اور اس کے تحت عقلیں دگرگوں۔

بسم اللہ کی ب کا نقطہ

پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ مجھے جامع ازہر میں بسم اللہ شریف کے نقطے کے متعلق گفتگو کرنے کا انعام فرمایا جسے دو ہزار دو سو مجلسوں میں پورا کیا اور آیۃ الکرسی کے اسم جامع کے آغاز میں الف کے بارے میں اس سے بھی زیادہ گفتگو کی۔ اور الہام ربانی کے القاء سے دل سمجھا ہے۔ کہ یہ عمر کا وظیفہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ فقیر کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کوئی ایسا پیدا کر دے جو کہ میرے بعد اسے جاری رکھے۔

پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام یہ ہے کہ میرا نسب خلیفہ اعظم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متصل ہے۔ فقیر کا نام ابو الکارم محمد ابو بکر ہے اور میرے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے میری کنیت ابو بکر رکھی۔

دوسری نعمت کی اصل یہ ہے کہ میری جدہ مادری حضرت خدیجہ بنت الحافظ جمال الدین البکری ہیں۔ آپ ایک صالحہ خاتون تھیں۔ حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں تیس سال کے قریب اقامت پذیر رہیں حتیٰ کہ مدینہ شریف میں وفات پائی۔ مدینہ والے محبوب علیہ السلام پر درود و سلام ہو۔ جس رات مصر میں میری ولادت ہوئی آپ نے

مکہ معظمہ میں خواب میں دیکھا کہ مجھے اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے جایا گیا آپ نے مجھے اٹھایا اور کعبہ شریف کے سات چکر یہ دعا کرتے ہوئے لگائے سیدی! میں اسے تجھ سے عالم صالح مانگتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ کعبہ اللہ کی طرف سے ندا دینے والا کہہ رہا تھا اس کی کنیت ابوالمکارم رکھو۔ میرا لقب زین العابدین ہے۔ اور میرے والد بزرگوار محمد ابو الحسن تاج العارفین ہیں اور پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنا نسب حسب سابق تحریر فرمایا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اپنی نسبت بھی ذکر فرمائی۔ پھر فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ میری جدہ مادری بنی مخزوم سے ہیں۔ مجھے قریش کے تین گھروں نے جنم دیا۔ بنو تمیم بنو مخزوم اور بنو ہاشم۔ ذالک فضل اللہ تعالیٰ۔

پھر اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑا اور عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے میرا اس کے سوا کسی پر اعتماد ہے نہ اس کے سوا کسی پر بھروسہ۔ اور اس نے دھوکہ کھایا جس کے دل میں گمان گزرا کہ میں اپنے حسب و نسب پر فخر کرتا ہوں پس اس نے گمان کیا کہ یہ کثرت سے فخر کرنا اور علم بلند کرنا ہے۔ ہرگز نہیں۔ میرے رب کی قسم یہ تو عطایائے الہیہ اور احسانات صدانیہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مقصد و ارادہ کو جاننے والا ہے ”ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ استاذ محترم کی گفتگو ختم ہوئی۔

اور جب استاذ محترم اپنی عمر کے اٹھارہویں سال میں تھے تو حق تعالیٰ نے آپ کے والد گرامی الشیخ محمد ابو الحسن رضی اللہ عنہ کی زبان پر جامع ابیض میں معاصر علماء کرام کے جم غفیر کی موجودگی میں درس تصوف کے دوران یہ الفاظ جاری فرمائے کہ میں اپنے اس بیٹے محمد کو جو کہ اس قوت حاضر تھے اجازت دیتا ہوں کہ کسی تیاری اور استعداد کے بغیر قوم کی زبان پھٹک کرے اور جس نے خیانت کی نہ رہا۔ پھر استاذ محترم نے اپنے شاگردوں میں سے بعض کو فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ جس نے خیانت کی نہ رہا؟ عرض کی: نہیں فرمایا یہ صاحب درس شیخ کی طرف لوٹتا ہے شیخ جب درس تصوف کے طرف جانے کا ارادہ کرے پس اس کی عقل میں کوئی بات کھٹکے جسے اچھا جانے پس اس کا نفس اس سے مطالبہ کرے کہ اسے درس

میں لائے تو اگر یہ بات حاصل ہوتی تو اس کی طرف سے خیانت ہوگی۔ اور یہ ایسا مقام ہے کہ اسے صرف اس کے اہل حضرات ہی پہچانتے ہیں۔

اور صاحب ترجمہ استاذ محترم کے والد گرامی استاذ شیخ ابوالحسن کی والدہ عبادت گزار، شب زندہ دار اور صائمہ الدہر خواتین میں سے تھیں۔ اور ان کا ایک دستور تھا کہ آپ نے اٹھارہ سال جامع ابیض کی چھت کے اوپر خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لیکن ازراہ ادب کبھی جامع کی چھت پر تھوکا تک نہیں۔ اور عجیب اتفاق کہ آپ اپنے بیٹے ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے کچا دے کے مشابہہ تخت رواں پر جسے لوگ اٹھا کر چلتے ہیں بیٹھ کر حج و زیارت کا سفر کرنے اور اچھے ملبوسات زیب تن کرنے پر سخت اعتراض کرتی تھیں۔ اور ہمیشہ سخت کلامی فرماتیں حتیٰ کہ ایک مدت گزر گئی۔ جبکہ آپ ان کے احترام میں از حد مبالغہ فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ نے ایک دن ان سے عرض کی: اے بنت شیخ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان حاکم عادل رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا: تو کون ہے جو ایسی بات کرے؟ آپ نے کہا کہ عنقریب آپ دیکھ لیں گی جس سے آپ کا انکار زائل ہو جائے گا۔ اور مجھے آپ کی ملامت سے چھٹکارا ملے گا۔ حضرت استاذ فرماتے ہیں کہ اس رات آپ نے اپنی خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی کے اندر موجود ہیں۔ اور روضہ انور میں بے شمار بڑی بڑی قندیلیں ہیں اور ان میں ایک قندیل بہت ہی بڑی ہے جو کہ حسن، روشنی اور صورت میں سب سے زیادہ عظیم ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کس کے لئے ہے؟ آپ سے کہا گیا کہ یہ آپ کے بیٹے ابوالحسن کے لئے ہے۔ پھر وہ حجرہ شریفہ کی طرف متوجہ ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور مجھے بھی دیکھا کہ میں اس لباس فاخرہ میں ملبوس ہوں۔ جسے پہن کر سرکار علیہ السلام کے دربار عالی میں حاضر ہونے پر اعتراض فرماتی تھیں۔ فرماتی ہیں: کہ میں نے اپنے جی میں کہا اس مقام عالی میں ایسے کپڑے پہنتا ہے۔ فرماتی ہیں: کہ دربار عالیہ سے اس انکار پر مجھے جھڑکی ملی تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں تو بہ کرتی ہوں۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب سے اب تک انہیں مجھ پر اعتراض کا شائبہ تک نہیں کھٹکا۔ نہ ہی کسی طرح مجھے ملامت فرمائی الکوکب الدرہی کا اقتباس ختم ہوا۔

کرامت شیخ ابوالحسن الصدیقی رضی اللہ عنہ

یہ آپ کی کرامت مجھ سے عالم امت ہمارے شیخ الفیشی نے بیان فرمائی کہ جب ابوالحسن البکری نے وقوف عرفات فرمایا تو ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ پر قرض ہیں اور صاحب عیال ہوں اور ہم آپ کی غنا کے فضل کے محتاج ہیں آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور لکھا کہ ہم قدرت کے صراف کو حکم دیتے ہیں کہ اسے ہر روز ایک دینار سونے کا دیا کرے۔ ابوالحسن البکری آپ کا بحوالہ الکوکب الدرہی ایسا اتفاق ہوا کہ شیخ محمد البکری کی ولادت آپ کے والد گرامی کے حج کے سال ہوئی۔ تو جب آپ مکہ معظمہ پہنچے آپ کی والدہ محترمہ حسب دستور سابق لوٹا پکڑے ہوئے آپ سے ملیں۔ آپ نے اس سے پانی پیا اور والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ فرمانے لگیں: اے ابوالحسن: لمتہ القادر کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی: محمد۔ فرمایا اس کی کنیت کیا رکھی ہے؟ عرض کی: ابوبکر نے فرمایا: اے ابوالحسن! کیا فلاں رات میں بچے کی ولادت ہوئی ہے؟ عرض کی: جی ہاں فرمانے لگیں واللہ جب تیرا یہ بیٹا پیدا ہوا تو ملائکہ اسے اٹھا کر مکہ معظمہ لائے۔ اور مجھ سے کہا یہ آپ کے بیٹے ابوالحسن کا بیٹا ہے۔ ابھی اس کی والدہ نے اسے کپڑے نہیں پہنائے تھے میں نے اسے لے لیا اور اپنی اس چادر میں لپیٹا اور چشمہ زمزم کے پاس لے گئی اور اس کے پانی سے اسے غسل دیا۔ اور اسے زمزم پلایا۔ اور اسے لے کر کعبۃ اللہ کے ساتھ چکر لگائے اور اسے ملتزم کے پاس لائی اور اسے کعبۃ اللہ تعالیٰ کے پردوں کے نیچے رکھ دیا۔ تو میں نے ندا سنی کہ اس کی کنیت ابوالمکارم رکھو۔ پھر فرشتوں نے اسے مجھ سے لے لیا اور اس کی والدہ کی طرف لے گئے اور آپ نے سب علوم شرعیہ اور تمام حکم ربانیہ اپنے والد ابوالحسن رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے اور انہیں نہ چھوڑا کہ سنت، حقیقت فقہ، حدیث، تفسیر، نحو، صرف، معانی، بیان، قرأت، تصوف وغیرہ

کے لئے علماء اور عارفین کے طفیلی بنیں۔

آپ کا تعارف از شیخ امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کا تعارف الشیخ العارف القطب الفرد۔ الجامع بالا جماع اور گھوڑ سوار قافلوں کے ذریعے اطراف و اکناف عالم میں جتنکے محامد پنچے سیدی عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ نے اپنے طبقات میں یوں لکھا ہے۔ کہ آپ شیخ کامل علوم دینیہ اور عطایا حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں راسخ۔ کامل بن کامل سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ آپ کی شہرت آپ کا تعارف کرانے سے بے نیاز ہے اور کہنے والا ان کے حق میں کیا کہے جن پر اللہ تعالیٰ نے علوم، معارف اور اسرار اس انداز میں بہائے ہوں کہ ہماری معلومات کے مطابق ان کے معاصرین میں سے کسی کے متعلق یہ ثابت نہیں ہیں۔ جیسا کہ آپ کے لئے ثابت ہیں کیونکہ اس امر پر اجماع ہے کہ روئے زمین پر کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مصر سے زیادہ علماء ہوں۔ جبکہ مصر میں ان کا ثانی کوئی نہ تھا۔ تو ان کی فضیلت کا انکار صرف وہی کرے گا جسے حسد اور بغض نے گھیر رکھا ہے اور میں نے آپ کی معیت میں دوج کئے ہیں میں نے کسی کو خلق میں آپ سے زیادہ عظیم۔ ذات میں آپ سے زیادہ کریم، آداب معاشرت میں آپ سے زیادہ باجمال اور گفتگو میں آپ سے زیادہ شیریں بیاں نہیں دیکھا۔ آپ نے ظاہری و باطنی دونوں علوم پڑھائے اور ان میں فتویٰ دیا۔ اور سب شہر والوں نے آپ کی جلالت پر اجماع کیا ہے۔ اور اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی نشوونما تقویٰ، پرہیزگاری، زہد اور عزت نفس پر ہوئی۔ یہاں تک کہ دنیا آپ کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آئی۔ اور میں آپ کے ان مناقب سے متعارف ہوں جنہیں حضرات سننے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اور یہ سب کچھ تجھ پر دار آخرت میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ آپ یقیناً بکری ہیں۔ اوسا ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہیں اور جو اس مرتبہ پر فائز ہو اس کے مناقب گنے نہیں جاسکتے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف آپ کے

نسب کے صحیح ہونے پر وہ واقعہ دلیل ہے جو کہ میں نے مکہ شریف میں دیکھا۔ اور وہ یہ کہ حاسدوں میں سے بعض نے سیدی محمد کا ذکر غیبت کے ساتھ کیا پس میں نے ڈانٹا مگر وہ باز نہ آیا۔ پھر میں نے امام ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے میرے بیٹے محمد کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس سے مجھے آپ کے نسب کی صحت معلوم ہوئی اور اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کی محفل میں مجھے برے لفظوں سے یاد کیا جبکہ آپ خاموش ہیں۔ مجھے یہ خبر پہنچی تو میں نے اپنے جی میں اس کا برا منایا۔ تو میں نے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی کہ آپ مجھے فرما رہے ہیں میں اپنے بیٹے حسن کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی چاہتا ہوں۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدہ آمین۔ یہ تعارف کی انتہاء ہے جسے طبقات میں ذکر فرمایا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے من میں فرمایا: ہمارے اس دور میں صوفیہ اور علماء عالمین کی ایک جماعت ہے کہ کئی دفعہ ان کا انکار کرنے والا اس قابل نہیں ہوتا کہ ان کا شاگرد ہو جیسے سیدی محمد ابن الشیخ ابوالحسن البکری اور ان کے علاوہ آپ نے دیگر علماء اور صوفیہ کا ذکر فرمایا۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں بعض منکروں پر پیش کیا۔ تو اس نے کہا کہ میں ان سے کسی کا معتقد نہیں ہوں مگر اس وقت جبکہ ان سے کرامت دیکھ لوں۔ میں نے اس سے کہا کہ علم و عمل سے زیادہ باعظمت کونسی کرامت ہے۔ وہ میری بات کی طرف نہ آیا۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور میری عمر کی قسم جو شخص اپنی ساری زندگی سیدی محمد البکری جیسی شخصیت کو دیکھے اور انہیں علوم و سرار میں ایسی گفتگو کرتا ہوا سنے کہ عقلیں حیران رہ جائیں حالانکہ ان کی عمر ابھی تھوڑی سی ہے اور پھر معتقد نہ ہو تو ایسا شخص اس دور کے تمام اکابر کی مدد سے محروم ہے۔ کیونکہ یہ سیدی محمد مرتبہ کی ترجمانی میں گفتگو کے اعتبار سے اپنے دور میں حضور سیدی عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں۔

اور الاخلاق المقبولیہ میں فرمایا: اور ہمارے اس دور میں ایک جماعت وسعت رزق

میں اس قدم پر ہے۔ ان میں سے سیدی محمد البکری ہیں۔ کیونکہ آپ کا کھانے۔ پہننے، سواری کرنے اور نکاح کرنے کا انداز شاہانہ ہے باوجودیکہ اس کی راہ میں آپ کو کوئی پستی لاحق نہیں ہوتی آپ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار ہیں۔ اس سلسلے میں اگر آپ کے معاصر فقراء میں سے کوئی ارادہ کرے کہ آپ کی پیروی کرے تو ہلاک و مضحک ہو جائے۔ اور سوائے پڑمردگی اور رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہمیں آپ کی برکات سے نفع بخشے۔

اور بعض نے فرمایا: شیخ عبدالوہاب نے جو شیخ محمد البکری کا تعارف لکھا اور انہیں ان پاکیزہ اوصاف اور قابل تحسین و آفرین مناقب کے ساتھ یاد کیا یہ سب کچھ آپ کی قطبیت غوثیت کے مقام تک پہنچنے سے پہلے ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ آپ اس جہان میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہ کرم میں ہیں اور اپنے اس قول کا مصداق ہیں کہ تو وجود کا شرق و غرب گھوم پھر کر دیکھ میری مثل اور میرا ہم شکل نہیں پائے گا۔ اور فرمایا: میری مثل کون؟ جبکہ میرا باطن کعبۃ الفیض ہے تجھے معمور میں عتیق دکھاتا ہے۔ غور کر تو معمور میں عتیق دیکھ لے گا۔ کیونکہ عتیق پہلے خلیفہ حضرت صدیق ہیں۔ اور محمد البکری سے جو خلیفہ ظاہر ہوتا ہے اس میں تو عتیق دیکھے گا اور وہ صدیق ہے۔ تو آپ کے کلام میں معمور سے مراد وہ ہر زمانے میں صاحب رتبہ عالیہ ہے۔ اسی لیے اسے ال کے ساتھ معرفہ لایا گیا۔ جو کہ حال پر دلالت کرتا ہے جیسے کے اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

اليوم اكملت لكم دينكم

اور ان معنوں پر محمول کرنے کا صحیح ہونا اس قول سے واضح ہے جو کہ اس سے پہلے نصف آخر میں آپ نے فرمایا کیونکہ ظہور میں حق کا جمال روشن ہوگا۔ پھر فرمایا: میرا ہم مثل کون ہے؟ جو کہ سابق شعر میں ہے۔ تو آپ نے بتایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جمال اس سے روزن ہوگا جو آپ سے ظہور پذیر ہو اور وہ آپ کی اولاد اور ان کی اولاد ہے۔ ختم اکبر تک۔ اور ہم نے جو کہا ہے حسن کا صاف طور پر مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ انوار حق کی تجلیات

ہمارے استاذ محمد زین العابدین میں اور آپ کی اولاد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض عطا فرمائے اور آپ ہی اس زمانے میں صاحب رتبہ معمور و منظور ہیں۔ آپ کے جد امجد نے فرمایا پس میرا دروازہ پکڑ اور اسے لازم کر کیونکہ یہی دروازہ اللہ کا دروازہ ہے۔ اور گھر بہت عجیب ہے کیونکہ ابوالحسن کا نام محمد ابوالحسن ہے۔ اور ان سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے اور محمد زین العابدین سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے۔ نیز محمد زین العابدین سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے اور ہمارے استاذ محمد زین العابدین ظاہر ہوئے پس اب محمد ابوالحسن کے دروازوں محمد بن محمد بن محمد بن محمد پانچوں کو پکڑ لے۔ یہ حضرات مظاہر حق ہیں۔ اور نظائر میں ابن مالک کا قول کس قدر اچھا ہے:

الو، عالمون علمونا وارضون شذوالسنونا

بعض عارفین نے فرمایا: سب سے پہلے یہ مرتبہ جنہیں عطا فرمایا گیا سیدی عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے بعد ابوالعز المغربی۔ ان کے بعد سیدی ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ۔ پھر ان کے بعد سیدی علی وفارضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا گیا۔ اور سیدی علی وفارضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسا کہ شعرانی نے اخلاق مقبولہ میں سیدی محمد المغربی الانصاری سے ان کی سیدی علی وفاتک سند کے ساتھ روایت فرمائی کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کے سامنے فرمایا کہ آل صدیق سے محمد البکری نامی ایک شخص ظاہر ہوگا جو کہ اجوال میں ہمارے مقام کا وارث ہوگا۔ اور جمع اور فضیل ذوقی کی زبان پائے گا۔ اور ہمارا مرتبہ ناطقہ پائے گا۔ انتھی۔ پھر ان کے بعد سیدی شمس الدین الحنفی رضی اللہ عنہ۔ پھر ان کے بعد سیدی محمد البکری، انتھی پھر آپ کے بعد صاحب زمان اور ختام دوراں پر اجماع فرمایا۔ جو کہ جب چاہے وہ کچھ کہہ دے جو کہ ابن الفارض نے فرمایا: ساری مخلوق اولاد آدم ہے۔ صرف مجھے صحواً جمع کا فخر حاصل ہے۔ میرے بھائیوں کو نہیں۔

وہ استاذ محمد زین العابدین البکری ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حیات میں وسعت فرمائے۔ تو ان حضرات میں سے ہر ایک اپنی ذات میں تجھے عتیق دکھاتا ہے۔ اور یہ بھی صحیح

ہے کہ آپ کے خلفاء میں سے ہر ایک حقیقت میں شریعت کی علامات اور شریعت میں حقیقت کے نشانات ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس توجیہ پر عتیق سے مراد البیت الحرام ہے اور وہ معمولات شریعت کا مقام ہے۔ اور معمور وہ گھر ہے جو کہ چوتھے آسمان میں ہے اور وہ اسرار حقیقت کا محل ہے۔ پس آل ابوبکر سے ظاہر ہونے والا خلیفہ قول، فعل، لباس اور کھانے پینے میں ایسے مظاہر حقیقیہ کو ظاہر کرتا ہے جنہیں سمجھنے میں علماء کو دقت ہوتی ہے۔ یہاں دوسروں کا کیا مقام۔ اور حقیقت میں وہ شرعیہ ہیں۔ پس ان کی حقیقت سے ناواقف کہہ دیتا ہے کیا تو نے اسے توڑ دیا کہ اس کے حاضرین کو غرق کر دیا۔ اور یہ امر سیدی محمد البکری کی اولاد کے ساتھ خاص ہے۔

کرامات سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ

الکوکب الدرہ میں فرمایا: آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک سال آپ نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔ جب روضہ شریف اور منبر کے درمیان بیٹھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے مشافہتہ خطاب فرمایا اور آپ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تیری اولاد میں برکت فرمائے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے والوں کو کثیر آسانیاں اور علم عظیم عطا فرمایا ہے اور زمانے کے خاتمے تک احاطہ برکات کا شرف بخشا ہے۔ اور ضروری ہے کہ گھر میں ایک ایسا فرد ہو جو کہ ان پر خلیفہ ہو اور اس امر کا مشاہدہ ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور استاذ محترم نے اس کی طرف اپنے قصیدہ بائیسہ میں یوں اشارہ فرمایا ہے کہ۔

ہر دور میں ان میں سے ایک سردار ہوتا ہے جو کہ حق کی تائید فرماتا ہے اور شک کو مٹاتا ہے اور یہ ایسی کرامت ہے جو کہ میرے نزدیک آپ کے عظیم مناقب میں سے ہے۔ کیونکہ سیدی عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ کے کشف نے ملک و ملکوت کے حجابات کھول دیئے اور آپ نے جنت، دوزخ اور حشر کے بارے میں گفتگو فرمائی اور کہا کہ یہ نقل سے نہیں بلکہ کشف سے بیان کر رہا ہوں۔ اور اس کے باوجود آپ کا کشف سیدی محمد البکری کے

اشارات سے ان کے عالی مقام ہونے کی وجہ سے عاجز رہا۔

کرامت

امام شعرانی نے اپنی کتاب عقود العہود میں فرمایا ہے: کہ حسین پاشا امیر عمر بن عیسیٰ پر ناراض ہو گیا جو کہ بحیرہ کے حاکم تھے۔ اور انہیں حاضر کرنے کے لئے سپاہی بھیجے اور ارادہ کیا کہ جیسے ہی حاضر ہوا سے قتل کر دوں گا۔ سپاہیوں نے انہیں حاضر کیا قلیوب کے نزدیک پہنچے تو امیر عمر نے انہیں کہا کہ میں تمہارے احسان کی وجہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے شیخ محمد البکری کے دروازے پر سے گزارو تا کہ ان سے حسین پاشا کے پاس، سفارش کرنے کو عرض کر سکوں، سپاہی مان گئے، جب استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچے۔ ظہر کا وقت تھا استاذ محترم کے متعلق پتہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ اس وقت اندرون خانہ ہیں ملاقات ممکن نہیں۔ پس وہ چلے گئے اور استاذ صاحب کی ملاقات نہ ہوئی۔ لیکن سپاہیوں سے فرمایا کہ میں تم سے اتنی درخواست کرتا ہوں کہ مجھے شیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ ان کے بارے میں حسین پاشا سے بات کروں میں نے کہا کہ اس شخص سے میری ملاقات نہیں لیکن میں شیخ محمد البکری کے پاس جاتا ہوں اور آپ کے متعلق ان سے سفارش طلب کرتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ کے بارے میں جلد اقدام نمائی فرمائیں اور میں نے ان کے لئے دعا کی۔ سپاہی انہیں لے کر چلے گئے۔ میں نے مدرسہ سے نکل کر شیخ محمد بکری رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور ان کے بارے میں گفتگو کی۔ تو آپ نے فرمایا: مولانا! میں اس کے متعلق اس کے ماموں کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ فرمایا اور آپ پر ایک شدید کیفیت طاری ہو گئی میں وہاں سے دلگرفتہ ہو کر چلا آیا کہ میں نے وہاں جانے کے متعلق کہا تھا مگر آپ نے مجھے ایسا جواب دیا کہ جس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ ادھر تو یہ صورت حال پیش آئی۔

امیر عمر کی والدہ نے جو کہ سفید رنگ کی لوٹڈی تھی جب اپنے بیٹے کے متعلق ایسی صورت میں آنے کا سنا تو پاشا کے حرم میں آئیں۔ اس وقت پاشا اپنے حرم میں موجود تھا۔ اسے خبر ملی کہ امیر عمر پہنچ گئے ہیں۔ وہ لباس پہننے لگا کہ دیوان قصر پہنچے۔ امیر عمر کی والدہ نے آکر حسین پاشا کے ساتھ اپنے بیٹے کے بارے میں گفتگو کی۔ پاشا نے پوچھا کہ تو کس علاقہ سے ہے کہنے لگی فلاں بستی اور فلاں خاندان سے ہوں۔ پاشا نے پوچھا تمہارا کوئی بھائی بھی ہے؟ کہنے لگی ہاں۔ اس کا یہ نام ہے اور اس کی ایک علامت مجھے معلوم ہے اور اس کے کندھے میں ایک داغ ہے۔ تو اس سے پاشا نے کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور معانقہ کیا۔ اور استاذ محترم کی کرامت ظاہر ہو گئی اور ان کا مجھے یہ کہنا کہ میں اس کے متعلق اس کے ماموں کو نصیحت کرتا ہوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ پس پاشا امیر عمر کے پاس آئے اور انہیں واقعہ بیان کیا۔ اور انہیں خلعت پہنائی اور انہیں ان کے منصب پر لوٹا دیا۔ شیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی خلعت کے ساتھ سیدھے میرے پاس آئے اور مجھے سارا واقعہ سنایا اور میرا شکر یہ ادا کیا میں نے کہا کہ یہ سیدی محمد البکری کی برکت ہے اور ان کی خدمت میں اپنی حاضری کا واقعہ بیان کیا اور میں نے کہا کہ ان کی خدمت میں جائیں اور شکر یہ ادا کریں پس وہ استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی توجہ حاصل کی۔

تو اس کشف کے مشمولات پر غور کرو جن کا غیب ایسے شخص پر واضح نہیں جس نے کشف سے حجابات کھول دیئے۔

شیخ محمد مغربی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ۹۳۷ھ کے اواخر میں ہوا فرماتے ہیں کہ وہ ایک سال بیت اللہ الحرام کے حج کے لئے گئے۔ اور حج شریف میں شیخ محمد البکری موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ عالیہ چلا گیا علی ساکنہا افضل الصلوٰۃ والسلام ایک دن مزار پرنوار کی زیارت کے لئے داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ شیخ محمد البکری حرم نبوی میں موجود ہیں اور درس دے رہے ہیں جس کے دوران آپ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کہوں کہ

اب میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ فرمایا: مجھے پتہ چل گیا کہ آپ کو قطبانہیت کبریٰ عطا کی گئی ہے اور یہ اس کی زبان حال ہے میں جلد آپ کی خدمت میں پہنچا اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا۔ اور شرف بیعت حاصل کیا اور میں نے اولیاء کو دیکھا کہ پروانوں کی طرح گر رہے ہیں۔ جو حیات ظاہری میں تھے وہ جسموں کے ساتھ اور جو وفات پا گئے وہ روحوں کے ساتھ اور میں نے فوراً ابن الفارض کا بیت پڑھا کہ شش جہات سب کی سب میری طرف عبادات، حج اور عمرہ کے ساتھ متوجہ ہو گئیں۔

کرامت

ایک دن آپ سیر کے لئے نکلے اور اپنے خدام میں سے ایک شخص سے فرمایا: جاؤ ہمارے لئے کھانا خرید کر لاؤ۔ اس نے عرض کی: یا سیدی! جس کے پاس پیسے ہیں وہ ابھی نہیں آیا۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا خرچ سوائے واحد احد کے کسی پر موقوف نہیں۔ اور ایک درخت کے پتے کی طرف ہاتھ بڑھایا اسے توڑا اور اس شخص کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے دیکھا تو دینار ہے۔ فرمایا جاؤ اور ہمارے لئے کھانا خرید کر لاؤ۔ حاضرین سب کچھ دیکھ رہے تھے میں نے اسے اللوکب الدرہ سے نقل کیا ہے۔

اس میں فرمایا کہ تکالیف برداشت کرنا آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ یہاں تک کہ یہ آپ کی جبلت بن چکی تھی خصوصاً منکر اور دشمن سے۔ کیونکہ صاحب فضیلت انسان گو کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں حاسد یا دشمن کے وجود سے خالی نہیں۔ حضرت سیدی ابوالفضل الاحمدی رضی اللہ عنہ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی جبلت میں تمام قابل تحسین اور پسندیدہ اخلاق پھیلا دیئے تھے۔ اور آپ کے دور میں آپ کے ابنائے جنس میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ وسیع الصدر اور تکالیف برداشت کرنے والا نہ تھا۔ اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جبکہ آپ درس سے باہر تشریف لا رہے تھے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ کے ساتھ صاف کر دیا اور فرمایا پاک چیز پاک پر ہے اسی طرح ایک شخص نے آپ کے لئے اپنی آستین میں

گندگی چھپا رکھی تھی۔ جبکہ آپ کسی دوسرے وقت میں درس سے باہر آ رہے تھے۔ آپ نے اسے اس کی آستین میں ہی تپا بو کر لیا حتیٰ کہ باہر نکل کر اسے پھینک دیا۔ پھر اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ اور ایسی بے شمار چیزیں ہیں۔ انتہی۔ اور جس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وراثت پائی ہو اور اپنے دور کا سید الصدیقین ہو اسے یہ حوصلہ کوئی عجیب بات نہیں ایک شخص نے آپ کے جد اعلیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں واللہ تجھے وہ گالی دوں گا کہ قبر تک تیرے ساتھ جائے۔ فرمایا: اے میرے بیٹے! تیرے ساتھ جائے گی نہ کہ میرے ساتھ۔

کرامت متعلقہ اسم اعظم حضرت محمد البکری کے وسیلہ سے دعا

الکوکب الدرّی میں فرمایا کہ آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے شیخ محمد بن ابوالقاسم المالکی نے ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے استاذ محترم رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔ آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا۔ وعدہ لمبا ہو گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میرے ساتھ حضرت کا وعدہ طویل ہو گیا جانے کب تک؟ اچانک دیکھتا ہوں کہ استاذ صاحب رضی اللہ عنہ میرے پیچھے کھڑے ہیں۔ آپ نے مجھ دھکیلا تو اپنے آپ کو جبل قاف کے پیچھے پاتا ہوں۔ میں نے وہاں تین اشخاص کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف پایا۔ میں نے ان پر سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے زپو چھا آپ اس جگہ کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اسے وحدہ شریک مانتے ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہیں ٹھہراتے اور جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے لے کر آج کے دن تک اس پہاڑ میں اسی حالت پر ہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک پر ایک دن ذمہ داری ہے پس وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل ہوتا ہے اور ہم وہ حلال پاک رزق کھاتے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا میں تین دن تک آپ لوگوں کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا

کرتے تو ان پر دسترخوان نازل ہو جاتا۔ جب چوتھا دن آیا تو کہنے لگے کہ آج کا دن تمہارا ہے اگر ہمارے پاس رہنے کا ارادہ ہے تو تم دعا کرو۔ ورنہ نہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سچی نیت کے ساتھ ہاتھ پھیلائے اور یہ دعا مانگی: یا اللہ! میں تیری جناب میں وہی دعا کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے یہ بندے مانگتے ہیں کہ تو ہم پر وہی دسترخوان نازل فرما۔ فرماتے ہیں کہ ابھی کلام پوری نہیں ہوئی کہ دسترخوان اتر آیا نہیں اس سے تعجب ہوا۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا۔ جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے پوچھتے ہیں تو نے اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگی ہے۔ کہ اس نے تجھے اس کرامت سے نوازا؟ میں نے کہا اگر تم بتا دو تو میں بھی بتا دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو یہ دعا کرتے ہیں۔ ”اللھم انت ربنا ورب کل شئی نسألك ببرکات سیدی محمد البکری الامانزلت علینا مائدة من السماء“ یا اللہ! تو ہمارا رب ہے اور ہر چیز کا رب ہے ہم تجھ سے سیدی محمد البکری کی برکات کے وسیلے سے مانگتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما۔ تو ہم پر شیخ کے نام کی برکت سے آسمان سے دسترخوان نازل ہو جاتا ہے۔ اور آج تک ہمارا یہی معمول ہے۔ فرمایا کہ میں نے یوں عرض کی: یا اللہ! میں تجھ سے وہی دعا کرتا ہوں جو یہ تیرے بندے تجھ سے کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ ابھی ان کے ساتھ میری گفتگو پوری ہو ہی چاہتی ہے کہ میری چھلی سمت سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سید محمد البکری رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔ جس نے مجھے کھینچ لیا تو اپنے آپ کو حضرت کی مجلس میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے توبہ کی جو کچھ مجھ سے صادر ہوا۔ انتھی تجھے اس کی طرف سے اشارہ ہی کافی رہے گا اور اسے جمال کے ساتھ محفوظ محبوب رہنا ہے۔

خلاصہ الکلام یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے لے کر ہمارے دور کے قطب ہمارے شیخ محمد بن زین العابدین تک (اللہ تعالیٰ ان کی توجہات کے ساتھ ہماری مدد فرمائے) ان میں سے جو ستارہ بھی غروب ہو اس کے بعد ”اصلح لی فی

ذریعتی “ کا چاند طلوع ہوا۔ اور ان کی اصلاح ہے کہ ان میں سے ہر خلیفہ اپنے ما قبل سے اعظم ہوتا ہے اور یہ وہ دعا ہے کہ قبول فرمائی گئی

بشارت متعلقہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

یمن کے بوڑھے سے ملاقات اور بات چیت

ہم اللہ تعالیٰ کے قول ”انی تبت الیک وانی من المسلمین“ کی طرف لوٹتے ہیں ”کتاب المختار فی مناقب الاخیار“ سے علامہ ابوالسعادات بن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ سے پہلے میں نے یمن کی طرف سفر کیا اور ازد کے ایک شیخ کے پاس ٹھہرا جس نے بے شمار کتابیں پڑھی تھیں اور علم کثیر رکھتا تھا۔ تین سو نوے سال کی عمر تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا میرے خیال سے تو حرم کارہنے والا ہے۔؟ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہاں میں اہل حرم سے ہوں۔ کہا میرے خیال میں تو تیمی ہے؟ میں نے کہا: ہاں میں بنو بن مرہ سے ہوں بن عبد اللہ بن عثمان بن عامر ہوں۔ کہنے لگا تجھ میں ایک چیز باقی رہ گئی۔ میں نے کہا: وہ کیا؟ کہنے لگا میرے سامنے اپنا پیٹ کھولو۔ میں نے کہا یہ کام نہیں کروں گا یا پھر مجھے اصل صورت حال بیان کرو۔

کہنے لگا میں صحیح۔ پاک اور سچے علم میں لکھا پاتا ہوں۔ کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کے کام پر ایک نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر آدمی تعاون کرے گا۔ رہا نوجوان وہ تو وہ سختیوں میں بلا تکلف داخل ہونے والا اور مشکلات کو دور کرنے والا ہوگا۔ رہا ادھیڑ عمر کا انسان تو سفید رنگ کمزور جسم والا۔ اس کے پیٹ پر ایک ہوگا اس کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔ اور کوئی حرج نہیں اگر تو مجھے اس کا مشاہدہ کرادے جو میں چاہتا ہوں۔ بیشک باقی صفات تجھ میں پوری ہیں سوائے ایک مخفی چیز کے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے اپنا پیٹ کھولا۔ اس نے میری ناف سے اوپر ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہہ اٹھا کہ کعبہ کے رب کریم کی قسم تو ہی وہ ہے۔ میں پیشگی تجھے اس کام کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس سے بچنا۔

میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ کہنے لگا: اپنے آپ کو ہدایت سے گریز کرنے سے بچانا اور طریقہ وسطیٰ کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال و دولت عطا فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا مقصد پورا کیا پھر شیخ کو الوداع کرنے کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تو میرے وہ چند اشعار لے جائے گا جو کہ میں نے اس نبی علیہ السلام کی شان میں کہے ہیں؟ میں نے کہا: بالکل لے جاؤں گا۔ تو وہ اشعار پڑھنے لگا۔

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال اور اپنی جان ہبہ کر چکا اور میں قبیلے میں ضعیف ہو چکا۔ میں نے ۳۹۰ سال امن کے ساتھ زندگی بسر کی اور آدمی کے لئے گزشتہ ایام میں عبرت ہے۔

اور اس نے کئی ایک اشعار کہے ان میں سے یہ قول بھی ہے۔

مجھ سے میری قوت کا شعلہ بجھ چکا اب بوڑھا ہو چکا ہوں مزدوری نہیں کر سکتا۔ جس شہر میں بھی فروکش ہوا ہوں اللہ تعالیٰ سے آہستہ بھی اور علی الاعلان بھی دعا کرتا رہا ہوں۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کرنا کیونکہ میں انہیں کے دین پر زندہ ہوں اور قائم ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور شعر یاد کر لئے اور مکہ معظمہ آ گیا جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت فرما چکے تھے۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور دیگر سرداران قریش آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا تم میں کوئی خاص معاملہ رونما ہوا ہے کہنے لگے: اے ابو بکر! ایک زبردست معاملہ اور بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا۔ یتیم ابوطالب گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو ہم انتظار نہ کرتے اب جبکہ تو آ گیا ہے تو اس سلسلے تو ہی کافی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں حیلے کے

ساتھ واپس کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے قبیلے کے مکانات میں نہیں ملتے انہوں نے آپ پر فتنے کی تہمت لگائی ہے اور آپ نے اپنے آباء و اجداد کا دین ترک کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تیری طرف اور سب لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ میں نے کہا: اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا: وہ بوڑھا جس سے یمن میں تمہاری ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا: یمن میں کئی بوڑھوں سے ملاقات ہوئی اور ان سے خرید و فروخت اور لین دین کیا۔ فرمایا: وہ بوڑھا جس نے تجھے اشعار عطا کئے۔ میں نے عرض کی: یا جیبی! آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ فرمایا: اس عظیم فرشتے نے جو کہ مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر آتا رہا۔ میں نے عرض کی: اپنا دست کرم بڑھائیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں واپس ہو اور ان خالیکہ دونوں پہاڑوں کے درمیان رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مجھ سے زیادہ کوئی خوش نہ تھا۔ انتھی

”انی تبت الیک“ میں تیری بارگاہ میں تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال جواب کرنے اور اس کے بعد ان سے دلیل طلب کرنے سے توبہ کرتا ہوں ”وانی من المسلمین“ اور میں قولاً عملاً اور اعتقاداً تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ مقام کے لائق یہی ہے غور کرو۔

مسئلہ توبہ

اور صاحب القوت نے یوں فرمایا کہ توبہ سے توبہ علیہ السلام اپنے کو بڑا نہیں جانتے تو اور کون ہے؟ اور ہر مقام کی ایک توبہ ہے۔ اور ہر مشاہدہ و مکاشفہ کے لئے توبہ ہے۔ توبہ اس توبہ کرنے والے اور رجوع کرنے والے کا حال ہے جو کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہے اور اس

کے ہاں محبوب ہے۔ انتہی

توبہ النصوح کی حقیقت

اور قرآن کریم میں ہے ”واتبع سبیل من اناب الی“ اس کی راہ کی پیروی کرو جو کہ میری طرف رجوع کرتا ہے۔ تفسیر میں فرمایا کہ وہ ابو بکر ہے۔ پھر قوت میں نیب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مقام ہے اس کا جو کہ کئی اشیاء کی آزمائش میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے تاکہ اپنے مولا کو دیکھے یعنی اپنے قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف یا اشیاء کی طرف دیکھے یا اپنی ہمت کے ساتھ اس کی طرف اور ان کی طرف پابندی کرتا ہے۔ یا اپنے قلب کے ساتھ اس کے حضور یا ان چیزوں کے سامنے اعتکاف کرتا ہے۔ یا اپنے وجد کے ساتھ اس کی طرف یا ان کی طرف مطمئن ہوتا ہے یا اسے اس کی طرف بھاگتے ہوئے طلب کرتا ہے۔ پس اس پر ہر ماسوئی کے مشاہدہ کی وجہ سے گناہ ہے۔ اور اس پر ہر ماسوئی کی طرف سکون پانے میں عتاب ہے جیسا کہ اس کے لئے ہر گواہی میں علم ہے اور سکون میں ہر اظہار سے متعلق ایک حکم ہے۔ تو اس کے گناہ لا تعداد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی بھی کوئی حد نہیں یہ ہے توبہ نصوح کی حقیقت۔ اور ایسا تائب اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے والا اپنی طرف سے احسان کرنے والا راحت پانے والا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا گناہ سیدھا اور اس کے ہاں اس کا مقام اور حال سلیم ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے آزمائش میں پڑے ہوئے کو پسند فرماتا ہے۔ انتہی۔

توبہ کے حوالے سے لوگوں کی اقسام

بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ توبہ میں لوگوں کی چار اقسام ہیں۔ ہر قسم میں ایک جماعت ہے۔ ان میں سے ہر جماعت کا ایک مقام ہے ان میں کوئی گناہ سے تائب اور رجوع پر قائم ہے۔ اپنی مدت حیات تک نافرمانی کی طرف لوٹنے کے متعلق دل میں کھٹکا تک نہیں لاتا۔ اپنے برے اعمال کے بدلے میں صالح حسنت اختیار کرتا ہے۔ یہ ہے خیرات کے ساتھ

سبقت کرنے والا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والا اور یہی توبہ نصوح ہے۔ اور اسی کا نفس مطمئنہ مرضیہ ہے۔ اور اس سے جو قریب ہے وہ ایسا بندہ خدا ہے جس نے توبہ کا پختہ عہد باندھا اور اس کی نیت قائم رہنے کی ہے معصیت کی کوشش کرتا ہے نہ اہتمام۔ البتہ اس کے قصد کے بغیر کبھی اس پر گناہ داخل ہو جاتے ہیں اور ارادہ یا گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایمان والوں کی صفات میں سے ہے اس کی استقامت کی امید ہے کیونکہ وہ اس کے راستے میں ہے۔ اور یہ انہیں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللہ ان ربک واسع المغفرة“ (سورۃ النجم آیت ۳۲) جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں مگر شاذ و نادر بے شک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔ اور ایمان والوں کی وصف میں داخل ہے جن کے بارے میں ارشاد فرمایا ”والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ومن یغفر الذنوب الا اللہ لم یصروا علی ما فعلوا وهم یعلمون“ (آل عمران آیت ۱۳۵) اور وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کر بیٹھیں یا اپنے آپ پر ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون بخشتا ہے اور وہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے دریاں حال کہ وہ جانتے ہیں۔ اور اس کا نفس لوامہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم فرمائی ہے کہ وہ متوسط لوگوں میں سے ہے۔ اور یہ اس لئے کہ گناہ نفوس پر ان کی صفات کے مقاصد اور ان کی جبلتوں کی طبائع اور زمین کی نباتات اور رحموں میں ایک سے دوسری تخلیق میں اطوار کی ترکیب کی نشوونما اور فتنوں کے ایک دوسرے میں ملنے سے داخل ہوتے ہیں اسی لئے اس کے بعد ارشاد فرمایا ”هو اعلم بکم اذا انشاکم من الارض واذ انتم اجنة فی بطون امهتکم“ (النجم آیت ۳۲) وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب کہ تم حمل کی صورت میں اپنی ماؤں کے شکموں میں تھے۔ اسی لئے کبھی کی وجہ سے اس نفس کو پاک سمجھنے سے منع فرما دیا جسے زمین سے پیدا کیا گیا اور

اسے ارحام میں مخلوط نطفوں سے مرکب کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”فلا تزکوا
 انفسکم ہو اعلم لمن اتقی“ پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو وہ خوب جانتا ہے کہ کون
 پرہیز گار ہے اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار ہیں چنانچہ
 فرمایا ”وسیبجنبھا الاتقی“ (اللیل آیت ۱۷) اور اس سے دور رکھا جائے گا نہایت پرہیز
 گار تو اس کی یہ وصف اس کی ابتدائی حالت میں ہے اسی لئے اس کی تخلیق کو ابتلاء کے ساتھ
 موصوف فرمایا کہ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سبعا بصیرا تا کہ ہم اسے آزما میں اس
 لئے ہم نے اسے سننے و لادیکھنے والا بنا دیا۔ اور اس کی شرح طوالت چاہتی ہے اور بات
 ترکیبات نفوس اور اس کی جبلی فطرتوں کی طرف نکل جائے گی۔ اور اس دور میں یہ ایک اجنبی
 علم ہے۔ اور اس کی علامت ہمارے شیخ الصوفیۃ والعارفین الشیخ محمد الدمیاطی تھے۔ اور
 مجھے گمان نہیں کہ اس وقت ہمارے استاذ شیخ محمد البکری کے سوا کوئی اسے جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ
 ان کی مدد کے ساتھ ہماری امداد فرمائے۔ اور ایسے عبد کے معنی میں یہ حدیث ہے جو کہ وارد
 ہوئی کہ مومن آزما یا ہو تو بہ کرنے والا ہے مومن خوشے کی طرح ہے کبھی جھک جاتا ہے
 اور کبھی لوٹ آتا ہے تو اس بندے کا اپنے نفس کو حقیر سمجھنا اور دنیا میں اس کی طرف نہ دیکھنا
 اسے پہچاننے کے لئے اس پر مقرر ہے۔

تیسرا بندہ وہ ہے جو کہ اپنے حال میں اس دوسرے شخص کے قریب ہے۔ ایک بندہ
 ہے جس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے پھر گناہ کی طرف لوٹتا ہے۔ پھر قصد اور
 کوشش کے ساتھ اور طاعت پر ترجیح دے کر اس پر حرص کرتا ہے مگر توبہ کے لئے سوچتا ہے کہ
 کر لوں گا اور اپنے نفس سے اس پر استقامت کی بات کرتا ہے اور توکل کے مقامات کو پسند
 کرتا ہے۔ اور اس کا دل مقامات صدیقین کی طرف راحت پاتا ہے۔ اور ابھی اس کا وقت
 نہیں آیا نہ ہی اس کا مقام ظاہر ہوا کیونکہ خواہش اسے تحریک دیتی ہے۔ عادت اسے کھینچتی
 ہے اور غفلت اسے پردے میں ڈال دیتی ہے۔ مگر وہ گناہوں کے دوران توبہ کر لیتا ہے اور
 آگے بڑھنے کی عادت کو لوٹاتا ہے۔ تو اس کی توبہ ایک وقت سے ایک وقت تک ہے۔ اور

اس جیسے کے لئے اس کے اچھے اعمال اور گزشتہ کوتاہیوں اور برائیوں کا کفارہ دینے کی وجہ سے استقامت کی امید کی جاتی ہے اور کبھی اس پر اپنی غلطی پر ہیبت کی طرف پلٹنے کا خطرہ بھی رہتا ہے اور اس کا نفس مسولہ ہے یعنی اسے دھوکے سے گمراہ کرتا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہ اچھے اعمال کو مخلوط کر لیتا ہے، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت سے توجہ فرمائے پس وہ استقامت اختیار کر کے سابقین کے ساتھ لاحق ہو جائے۔ یہ شخص دو حالات کے درمیان ہے۔ اس پر وصف نفس غالب آجائے تو اس کے متعلق جو عذاب کا قول گزر چکا ثابت ہو جائے۔ یا اس کی طرف اس کا مولانا گناہ کرم فرمائے اور اس کی ہر کسر پوری فرمادے اور اس کی ہر حاجت عطا فرمائے تو سابقہ احسان کے ساتھ اس کی دستگیری فرمائے اور اسے مقربین کی منزلوں تک پہنچا دے۔ کیونکہ وہ ان کی راہ چلا تو ہے اور اس کی نیت آخرت کی ہے۔

اور چوتھا بندہ تمام بندوں سے بری حالت والا ہے اور اس کے نفس پر وبال سب سے عظیم ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت کم کرم کرتا ہے۔ ایسا بندہ کہ گناہ کرتا ہے اور اس کے پیچھے اسی جیسا بلکہ اس سے زیادہ بڑا گناہ کرتا ہے۔ اصرار پر قائم رہتا ہے۔ اور جب تک محبت ہے اپنے نفس کے ساتھ اسی اصرار کی باتیں کرتا ہے۔ کوئی توبہ نہیں کرتا استقامت کا معتقد نہیں۔ اچھے گمان کی وجہ سے کسی وعدہ رحمت کی امید نہیں کرتا اور بے خوفی کی پختگی کی وجہ سے عذاب کی وارنگ سے ڈرتا نہیں۔ یہ ہے حقیقت اصرار اور سرکشی اور تکبر کا ایک خطرناک مقام۔ اور اس جیسے کے لئے حدیث پاک آئی ہے کہ قدیمی طور پر آگ کی طرف اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ اور اس کا نفس امارہ بالسوء ہے اس کی روح خیر سے ہمیشہ فرار اختیار کرتی ہے اور اس کے برے خاتمہ کا ڈر ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مقامات میں ہے اور اس کی راہ پر چل رہا ہے اور بری قضا اور شقاوت سے دور نہیں۔ اور اس جیسے کے لئے کہا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے توبہ کرنے میں مستقبل کا وقت مقرر کرتا ہے وہ اسے جھوٹا کر دیتا ہے اور لعنت کا مفہوم ایک گناہ سے اس سے بڑے گناہ کی طرف چلنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَ الْاٰخِرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِنَّمَا يُعَذِّبُهُمْ وَاِنَّمَا يَتُوْبُ

عَلَيْهِمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝“ (التوبہ آیت ۱۰۶) اور دوسرے لوگ جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم تک ملتوی کر دیا گیا چاہے وہ انہیں عذاب دے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور یہ عام مسلمانوں کا گروہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے چاہے ان کے اصرار کی وجہ سے عذاب دے یا احسان فرماتے ہوئے ان پر رحمت سے توجہ فرمائے ہم اللہ تعالیٰ کی اس کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اس کے ثواب کا انعام مانگتے ہیں۔ ان چاروں اقسام پر غور کرو جنہیں ہم نے جمع کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ سب سے عظیم فائدہ اور لوٹنے والے صلہ میں سب سے زیادہ محفوظ کن ہے۔

”انی تبت الیک وانی من المسلمین“ میں نے تیرے حضور رجوع کیا اور بیشک میں مسلمانوں سے ہوں۔ جن میں یہ چار اقسام پائی جاتی ہیں۔ یہ نفس کی تواضع کے لئے کہا۔ اس لئے کہ ان کا سردار ہونے کے باوجود اپنے کو خصوصیت کے ساتھ امتیاز نہیں بخشا۔ جیسا کہ یہ آپ کی عادت ہے۔

مجھے عالم امت ہمارے شیخ یوسف الفیشی نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ کا قلب خوف خدا سے جل گیا بعض صحابہ کرام نے کہا: کیا آپ کو جنت کی بشارت نہیں دی گئی؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بشارت ایسی شرائط پر ہو جو مجھ سے رہ گئی ہوں۔

اس لئے عرض کی ”انی تبت الیک اصلح لی فی ذریعتی“ تو آج تک ان میں کوئی نافرمان نہیں نکلا۔

تنبیہ:

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ سیدی علی و فارضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آل صدیق اکبر سے ایک شخص ظاہر ہوگا جسے شیخ محمد البکری کہا جائے گا۔ وہ احوال میں ہمارے مقام کا وارث ہوگا۔ اور بعض نے اسے بڑے شیخ محمد البکری پر محمول کیا ہے کیونکہ ان کا زمانہ پہلے ہے جبکہ استاذ علی و فارضی اللہ عنہ ایسا سمندر ہے جس کا ساحل نہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک شخص کہتا

ہے کہ میں صدیق کے ساتھ فخر نہیں کرتا بلکہ صدیق مجھ پر فخر کرتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ ہمارا فخر سابقین پر نہیں ہے اور وہ ہم پر اور ان پر باتیں گھوم رہی ہیں اور آپ کا ایک قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے کہ ما طباء بقاعة الوعساء اس کی طرف رجوع کرتے تھے معلوم ہوگا کہ سید علی وفا کے کلام میں جن کی تصریح ہے وہ اپنے عالی مقام ہونے کی وجہ سے اور میں اور آل صدیق میں شیخ محمد بن ابوالحسن کے بعد سوائے ہمارے شیخ محمد بن زین العابدین کے اور کوئی ظاہر نہیں جس کا نام شہرہ آفاق ہو اور اس کے سامنے گردنیں جھکی ہوں۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عارف کبیر سیدی علی وفارضی اللہ عنہ کی کرامت میں آپ ہی مراد ہیں۔ اور اس کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ حضرت صدیق کے خلفاء میں سلسلہ وفائیہ کے اکابر کی محبت میں سب سے زیادہ قریب آپ جیسا کوئی نہیں کیونکہ آپ ان کے از حد معتقد اور محبت ہیں۔ اور آپ کے اور بنی و فاء کے قطب اور ان کے دائرہ کے مالک سیدی ابوالاسعاد رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسی دوستی تھی کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں پھر اسی طرح ان کے صاحبزادے سیدی بنی وفا سیدی ابوالتخصیص اور ان کے بھائی سیدی وفارضی اللہ عنہما کے ساتھ تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حیات میں فراخی فرمائے اور ہمیں ان کی برکات سے رابطہ صحیحہ کی مدد فرمائے۔ آپ کی کرامات سر اجہرا بیان فرماتے ہیں۔ اور ان میں طعن کرنے والے کی بات سننا پسند نہیں فرماتے بلکہ اس کا رد فرماتے ہیں اور لوگوں پر طاری ہونے والی معاصرانہ چشمک سے آپ بالکل مبرا ہیں۔ تو آپ ہی سیدی علی وفارضی اللہ عنہ کے مقام کے وارث ہیں۔ تو انصاف کرتے ہوئے غور کر اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے اولیاء کی عقیدت عطا فرمائے۔ مجھے میرے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری نے ۱۰۶۲ھ میں بیان فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ کی حیات سے موجودات کو ہمیشہ نفع بخشے“ کہ انہوں نے بعض راتوں میں سحری کے وقت ہاتھ غیبی کو کہتے ہوئے سنا: اے محمد! قرآنہ میں اپنے جد امجد کی زیارت کر اور یہ بات ہاتھ نے دے کہہی۔ میں گھر سے نکلا تو فجر کی سفیدی ظاہر ہونے کے قریب پائی۔ میں رک گیا کہ نماز فجر ادا کر لوں پھر سوار ہوتا ہوں۔ لیکن

ہاتف کی آوازیں زیادہ ہو گئیں تو میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور اس کی زیب و زینت اور روشنی دیکھنے میں مصروف ہو گیا اور گھر کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے لگا حتیٰ کہ فجر کا ستون چمکا تو میں نے اندھیرے میں ہی نماز فجر ادا کی۔ پھر سوار ہو کر قراقرظ کی طرف چل نکلا اور خانوادہ بکریہ کے اکابر رضی اللہ عنہم کے مقام تک پہنچا اور جد امجد سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر بیٹھ گیا۔ اپنا عمامہ اتارا اور سر اس طاقچے میں داخل کر دیا جو کہ آپ کے مزار شریف میں ہے۔ اور آپ کی خدمت میں چند امور کا شکوہ آہستہ آواز میں کہا جو میں آپ کے سوا کسی سے نہیں کہتا نہ ہی مجھے پسند ہے کہ ان پر کسی اور کو اطلاع ہو۔ پھر میں آپ کے ہاں سے نکلا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ اوز سوار ہونے کی تیاری کی۔ چنانچہ سوار ہو کر چلا ہی ہوں کہ ایک شخص جس نے سرخ رومی ٹوپی اور سرخ جبہ پہنا ہوا ہے اور بہت لمبے قد کا ہے میری پچھلی سمت سے مجھے آوازیں دے رہا ہے یا محمد۔ یا بکری یا محمد یا بکری۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے فوراً کہا کہ آپ کے جد امجد سلام فرما رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کا شکوہ سن لیا ہے۔ جس وقت آپ نے ان کی خدمت میں شکوہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ میرے بیٹے زین العابدین کا بیٹا ہے اور مجھے بہت پیارا ہے۔ اس کی عرضداشت قبول فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی حاجات کو لازماً پورا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور آپ نے اپنے جد امجد سے جو حاجات مانگی ہیں یہ یہ ہیں اور ایک ایک کر کے ساری گن دیں۔ اس سے مجھے اس کشف کی صحت معلوم ہوگئی۔ میں جلدی سے اتر اور اسے اپنے خدام سے حیا کرتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ اس نے مجھ سے ایک ایک حاجت بیان کی باوجودیکہ میں نے تابوت کی داخلی جانب اپنے جد امجد کے سوا کسی سے لب کشائی نہیں کی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے تاکیداً گھر چلنے کو کہا۔ اور پیش کش کی کہ آپ میری سواری پر بیٹھیں اور میں گھر پیدل چلتا ہوں۔ اس نے اسے بہت بڑا جانا اور ہول سا محسوس کیا اور کہا بلکہ میں آپ کی سواری کے ساتھ چلتا ہوں۔ پس میں سوار ہو گیا۔ ابھی سواری چلی نہیں کہ میں دیکھتا ہوں تو کچھ بھی

نظر نہ آیا۔ میں نے اپنی جماعت کے لوگ اس کے پیچھے دوڑائے۔ کوئی قاضی بکار کی طرف تو کوئی سیدی عمر بن الفارض کی سمت۔ قرافہ کا سارا قبرستان چھان مارا لیکن کسی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ واقعہ آپ نے مجھ سے لفظ بلفظ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکات لوٹائے۔
(شیخ محمد البکری کی پہلی کرامت)

حضرت محمد بکری علیہ الرحمۃ کا جدا مجد کے مزار پر

حاضر ہو کر حاجات عرض کرنا

میں نے عالم امت ہمارے شیخ الفیشی کو جامع ازہر میں فرماتے ہوئے سنا: جب شیخ ابوالحسن البکری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کے صاحبزادے شیخ جلال الدین لشکر کے قاضی کے پاس گئے جو کہ ان کا دوست تھا اور اس نے ان کے والد بزرگوار کے سارے وظائف ان کے نام لکھ دیئے۔ اور ان کے بھائی سیدی محمد کے لئے کوئی وظیفہ نہ لکھا۔ سیدی محمد گھر میں داخل ہوئے تو اپنی والدہ محترمہ کو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ اس رونے کی کیا وجہ ہے؟۔ کہنے لگیں تیرے بھائی نے تیرے والد بزرگوار کے تعلقات میں سے تیرے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ آپ خچر پر سوار ہوئے۔ ابھی بچپنا ہے رخساروں پر بال تک نہیں آگے۔ قاضی کے پاس پہنچے اور اس سے گفتگو فرمائی۔ اس نے کہا: بیٹے جب تو جوانی کو پہنچے گا اور علوم حاصل کرے گا تو مستحق ہوگا۔ سیدی محمد نے کہا: مولانا آپ علماء کو جمع کریں اور میرے بھائی کو حاضر کریں وہ گفتگو کرے گا میں سنوں گا۔ یا میں گفتگو کروں گا اور وہ سنے گا۔ جس کا علم زیادہ ہوگا وہ مستحق ہوگا۔ قاضی نے اس تجویز کو پسند کیا اور علماء اور امراء کو جمع کیا اور کہا: یا شیخ جلال الدین آپ کا بھائی مناظرہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے سخت کہا۔ قاضی آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ گفتگو کریں۔ سیدی محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مولانا! اللہ تعالیٰ کی کتاب پکڑیں اور اسے کھولیں جو آیت سامنے آگئی اس پر گفتگو کروں گا۔ قاضی نے مصحف شریف لیا اور کھولا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد سامنے آ گیا ”امن الرسول بما انزل الیہ من ربه والمؤمنون الخ“ (البقرہ آیت ۲۸۵) اور اس آیت میں ایمان اور

رسالت پر گفتگو کرنا جس قدر مشکل ہے مخفی نہیں۔ سیدی محمد البکری اپنے سجادہ پر بیٹھ گئے۔ قبلہ شریف کی طرف منہ کیا بسم اللہ شریف اور حمد باری تعالیٰ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو رد شریف پڑھا۔ آنکھیں بند کر لیں اور یاد سے ہی مفسرین کی کلام کو نہایت فصیح عبارت کے ساتھ بیان فرمایا پھر فرمایا: اور اب ہماری کلام ہے اور ایسے عجیب و غریب علوم میں گفتگو فرمایا کہ علماء میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ گفتگو نہ کر سکا۔ حاضرین کی عقلیں دنگ رہ گئیں آپ دن کے آغاز سے نماز ظہر کی اذان تک گفتگو فرماتے رہے۔ اذان سنتے ہی آپ نے آنکھیں کھولیں جیسے سرخ خون ہو۔ اور فرمایا:

ہر علم پڑھنے سے ہی حاصل نہیں ہوتا۔ افضل علم ہمارا علم ہے جو کہ وہی خزانہ ہے۔ قاضی نے کھڑے ہو کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور علماء و امراء جو بھی حاضر تھے۔ سب نے دست بوسی کی اور آپ نخر پہ سوار ہو گئے اور قاضی اور تمام حاضرین آپ کے ساتھ پیدل چلتے رہے اور آپ کو والدہ محترمہ کی خدمت میں پہنچایا۔ اور قاضی نے آپ کی تمام ضروریات پوری کیں۔ اور سیدی محمد البکری سے ظاہر ہونے والی یہ پہلی کرامت ہے اور اس کی وجہ سے مصر میں شہرت حاصل ہوئی۔ انتھی۔ اور امام شعرانی کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ مجھے آپ کے وہ مناقب معلوم ہیں کہ احباب میں سننے کی ہمت نہیں۔ اس لئے میں بات کرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جسے اولیاء اللہ کے درجات کی پہچان نہیں کہ جب آپ کی کرامات بیان کروں مبادا مجھے برا بھلا کہنے لگے اور یوں اس کا دین ناقص ہو جائے۔ اور میں اس کی نیکیوں کے ضائع ہونے کا سبب بن جاؤں۔ لیکن آپ کو تعارف کی ضرورت نہیں۔ کہ جب دن کو دلیل کی ضرورت پڑ جائے تو پھر ذہنوں میں کچھ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

حرفِ ندا سے استغاثہ

مجھے علامہ ہمارے شیخ عبدالقادر لکھلی نے آمنے سامنے بیان فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی حاجت ہو گر چہ تو روئے زمین کے کسی حصے میں ہو تو شیخ محمد البکری کے مزار شریف کی طرف توجہ کر اور یوں کہہ: ”یا شیعہ محمد یا ابن ابی الحسن یا

ابيض الوجه يابكرى توصلت بك الى الله فى قضاء حاجتى كذا وكذا“ یعنی اے شیخ محمد اے ابوالحسن کے بیٹے۔ اے روشن چہرے والے! اے بکری! میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کا وسیلہ اپنی فلاں فلاں حاجت پوری کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ بیشک وہ حاجت پوری ہوگی اور یہ عمل محرب ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے توسل کا مسئلہ مقررین بارگاہ خداوندی کا دستور اور معمول۔ یہ حضرات وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ اور ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ کے انداز میں ہم بارگاہ خداوندی میں ان کے راستہ پر چلنے کی توفیق مانگتے ہیں معلوم ہوا کہ توسل کرنا انعام یافتہ حضرات کی راہ ہے اس سے انحراف یا اس پر عمل کرنے والوں کو طعن و تشنیع کرنا ان کے مخالفین کی راہ ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہیں جن کا ذکر سورۃ الفاتحہ میں فوراً متصل ہی ہے ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین حفظنا اللہ تعالیٰ وانا محمد محفوظ الحق غفرلہ ولولدیہ“۔

اور میں نے اپنے استاذ محترم تاج العلماء الشیخ محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض کی موجوں کا فیض عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لئے ان کی حیات میں وسعت فرمائے) کو فرماتے ہوئے سنا کہ جد امجد شیخ محمد البکری کو حضرت شیخ سید الاولیاء سیدی محمد البدوی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے وقت ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ جامع مسجد کے صحن میں وضو کی جگہ پر وضو کرنے بیٹھ گئے۔ جو بھی مزار شریف میں آتا یہی کہتا۔

دستور یا سیدی احمد

اور داخل ہونے والے بار بار اس کا تکرار کر رہے تھے حضرت پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور حالت بدل گئی۔ اور کہنے لگے دستور یا سیدی احمد یا بدوی۔ آپ اس کا بار بار تکرار کر رہے تھے، کیا عطاء کے خزانے صرف سیدی احمد بدوی میں منحصر ہیں؟ مجھ میں بیس احمد بدوی ہیں۔ لوٹا پکڑا اور دیوار پردے مارا۔ اور ایسا ہی اتفاق والد محترم استاذ زین العابدین البکری

کو ہوا۔ آپ صحن میں بیٹھے وضو کر رہے تھے تو جو بھی داخل ہوتا تھا یہی کہتا دستور یا اباتا ج العارفین۔ داخل ہونے والے اسی کا تکرار کر رہے تھے۔ آپ پر حالت طاری ہو گئی اور آپ بھی اس کا تکرار کرنے لگے یا اباتا ج العارفین۔ کیا عطاء کے خزانے ابوتا ج العارفین میں جمع ہو گئے؟ مجھ میں ابوتا ج العارفین جیسے بیس ہیں۔ اور لوٹا دیوار پردے مارا

اور میں نے استاذ محمد زین العابدین کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نفوس تمام اولیاء کے سامنے ہماری تواضع کو پسند نہیں کرتے سوائے سیدی احمد البدوی کے کہ ہم ان کے دربار میں اپنے آپ کو غلام شمار کرتے ہیں۔

ہمیں ہمارے ساتھی عالم عامل شیخ نور الدین السحیمی جو کہ مقام احمدی کے مدرس ہیں نے بیان کیا کہ شیخ ابوالموہب البکری رضی اللہ عنہ نے سیدی احمد البدوی کی زیارت کے بعض موقعوں پر آپ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے

قد قصدنا حماك يا احمد
القوم بقلب من ذنبه في متاعب

اے قوم صوفیہ کے احمد ہم نے ایسے دل کے ساتھ آپ کی حمایت طلب کی ہے کہ اپنے گناہ کی وجہ سے مشکلات میں ہے۔

ایک شعر یہ ہے

شهد الله ما قصدت حماه
طول عمري و رذني قط خائب

خدا گواہ ہے کہ ساری زندگی جب بھی میں نے آپ سے حمایت طلب کی آپ نے مجھے ناکام واپس نہیں کیا۔

نیز آپ کا شعر ہے

وابي قبل كان يراعي هواكم
وبارثي هذا بلغت المراتب

پہلے میرے والد بزرگوار آپ کی خواہش کا احترام کرتے تھے اور اپنی اس وراثت سے
میں نے مرتبے پائے ہیں۔

قبر سے آواز آتا:

تو قطب اکبر سیدی احمد البدوی نے مزار شریف سے انہیں مخاطب کیا اور فرمایا: اے
ابوالمواہب عزیز مہمان ہے، پھر شیخ ابوالمواہب نے اس بارے میں ایک خاص ترکیب کا
قصیدہ یوں کہا

من روی ضیف عزیز یا ابا المواہب

گمشدہ چیز مل جاتا:

اور ایک میرے ساتھ اتفاق ہوا کہ بچپن میں میری ایک چیز گم گئی جس کے ساتھ مجھے
ایک خاص تعلق تھا۔ میں نے اپنے شیخ۔ امت کے عالم اور پرہیزگار شیخ یوسف الفیشی سے
عرض کی کہ امام شافعی کے لئے حلوے چلیں یا شیخ محمد البکری کے لئے۔ آپ نے ایسی گفتگو
فرمائی جو کہ امام مالک اور امام شافعی کے مقابلے میں شیخ محمد البکری خصوصیت کو لازم کرتی
تھی۔ میں آپ کے الفاظ لکھ نہیں سکتا لیکن استاذ بکری نے اپنے قصیدہ رائیہ میں اس کی
تصریح فرمائی ہے جس سے آپ کی خصوصیت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور آپ نے مجھے شیخ
محمد البکری کے مزار شریف پر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور آپ کے مزار شریف
پر دو نفل پڑھے۔ اور حلوہ بھی لے گیا۔ میں اشرفیہ کے پاس گزر رہا تھا کہ! چانک ایک شخص
نے مجھے میری گمشدہ چیز تمہا دی۔ اور میرے لئے آپ سے اور ہمارے شیخ استاذ زین
العابدین سے کئی واقعات رونما ہوئے جن کی شرح طویل ہے۔ میں نے کئی سال تک آپ
کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور میں آپ کا شاگرد ہونے سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہوں۔
میں تو صرف اپنے آپ کو حضرت کی خدمت میں آنے جانے والوں میں شمار کرتا ہوں۔ حتی
کہ ۵۹ سال کی عمر میں ظہر کے بعد آپ کی نشست گاہ میں تنہائی کے وقت حاضر ہوا اور عرض
کی: استاذ محترم! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے بیعت کا

عہد لیں۔ چنانچہ آپ نے یہ عہد لیا اور مجھے اپنے وہ برکات و اسرار عطا فرمائے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور بیت المقدس کی زیارت سے واپسی کے وقت آپ نے مجھے صحرہ کے قریب ارشاد فرمایا۔ مجھے صدیق کا سراپا وقت سرور بخشا ہے جب تجھے سواری میں سوار کرتا ہوں اور خود مادہ نچر پر سوار ہوتا ہوں اور میں حرم مکہ میں تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: واللہ اگر تو میرے ساتھ نہ ہوتا تو اس سال میں مصر نہ لوٹتا۔

اور میں نے آپ کے دونوں بیٹوں کی موجودگی میں ۱۰۷۱ھ میں حج سے واپسی کے وقت عرض کی: یا سیدی! ایک فقہی مسئلہ ہے کہ آپ نے اپنے خدام میں سے ایک کے لئے پانی کا ایک گھڑا مقرر کیا ہے جبکہ میرے پاس ایک لوٹا ہے اسے بھر لیتا ہوں اور ایک گھڑا ہے اسے بھی بھر لیتا ہوں پینے کے لئے مجھے لوٹا کافی ہے جبکہ گھڑے کا پانی ضرورت مندوں کو پلا دیتا ہوں اور خود تیمم کر لیتا ہوں سوائے اس صورت کے کہ کوئی گھاٹ مل جائے یا تو آپ میرے معمولات کو جائز قرار دیں یا مجھے اس کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹے میں نے تجھے اپنے تمام زادراہ۔ پانی اور اپنے تمام امور پر ایسی وکالت دی ہے جو کہ تیرے سپرد ہے۔ میں اس سے انتہائی مسرور ہوا۔

ایک دفعہ میں نے آپ سے عرض کی: یا سیدی! آپ میں ایک عیب ہے۔ مسکراتے ہوئے فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کی کہ میرے جیسے کا آپ کی صحبت میں رہنا۔ آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: تو میرے اصحاب میں سے جلیل القدر ہے۔ اور میں نے آپ کو وہ مکاتیب ایک کتاب کی صورت میں جمع کئے ہیں جو کہ آپ میری طرف بھیجتے تھے اور اس کا نام ریاض العارفین فی مراسلات الاستاذ محمد زین العابدین رکھا ہے۔ پھر میں نے مردحق آگاہ کے مقام کا پورا عرفان حاصل کیا ہے جس میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اور آپ کی مدد ہے جو کہ ہر قریب و بعید تک پہنچتی ہے پس میں نے قاہرہ کی بجائے بحیرہ کی سکونت اختیار کر لی۔ اور آپ کی مدد سے مجھے وہ نعمت حاصل ہے جو کہ حسد سے خالی ہے۔ اور میں آپ کی نظر کی بجائے مدد سے وہ نفع حاصل کرتا

ہوں۔ بخلاف قرب کی نعمت کے کہ اس میں حسد ہے۔ اور حلال کی اولاد کثرت سے ہے اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کر۔

خانوادہ صدیق کی اصلاح کے مختلف پہلو

ہم اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر بیان فرمایا اصلح لی فی ذریعتی اور ان کی اصلاح میں سے اپنی خواتین پر ان کی غیرت ہے تاکہ ان کے پاک نطفے پاکیزہ ارحام میں واقع ہوں۔ تاکہ ان کی اولاد نفیس ہو اور ان کے نسب ثابت ہوں۔ چنانچہ عالم مورخ حافظہ السنہ الشیخ عبدالسلام اللقانی فرماتے ہیں: ہر نسب میں کھوٹ اور جھوٹ داخل ہو اسوائے خانوادہ اکابر بکر یہ کے۔ انتہی اور ہمارے استاذ محترم کے گھر کی ان کے اہل خانہ کی غیرت معلوم و مشہور ہے۔ مجھے استاذ محترم سیدی محمد البکری نے بیان فرمایا: کہ ان کے جد محترم مجتہد مطلق الشیخ ابوالحسن الصدیقی رضی اللہ عنہ جب ارادہ فرماتے ہیں کہ ان کی بیویاں حمام میں داخل ہوں۔ اور اس کا ایک دروازہ آپ کے گھر سے اور ایک دروازہ باہر سے ہوتا تو داخل ہو کر حمام کے باہر کا دروازہ بند کر دیتے اور اکیلے حمام میں داخل ہوتے۔ اور اس کے گوشوں کا چکر لگاتے اور تفتیش کرتے۔ اور پانی کے شور کا تلوار کے ساتھ دائیں بائیں تجسس کرتے۔ پھر اندر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور آپ کے اہل خانہ ایک ایک کر کے داخل ہوتے حتیٰ کہ آپ نہیں پہچانتے۔ اور دروازے پر کھڑے رہتے یہاں تک ان میں سے لیک خاتون سامنے آتی۔ آپ قفل لگا دیتے اور اسے پکڑتے۔ پھر دوسری خاتون کی طرف لوٹتے اور اسی طرح آخر تک۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی اور جب سفر کے لئے سوار ہوتے تو اہل خانہ کا دروازہ مقفل کر دیتے اور کنجی اپنی جیب میں ڈال لیتے اور جس سلاخ پر تالا لگاتے ہیں اس پر مٹی رکھ دیتے تاکہ لوٹیں تو اسے دیکھ لیں۔ اور ان کے صاحبزادے استاذ محمد البکری بھی اسی طرح کرتے۔ البتہ ہمارے استاذ محترم اور آپ کی اولاد کی غیرت اس سے اوپر تھی کیونکہ حضرت سیدی ابوالموہب اور سیدی زین العابدین اپنے والد محترم کے اہل خانہ کے

ہاں داخل نہیں ہوتے باوجود یہ کہ ان کے لئے شرعاً جائز ہے۔ اور اس کے باوجود یہ کہ دل اجنبیات سے ان کی پاک دامانی اور حفاظت کی گواہی دیتا ہے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی خاتون خوب رو ہو اور دور دراز سفر میں ان کے ساتھ ہو۔ پس دوسروں کی تو بات کیا ہی ڈولی اٹھانے والے آتے جاتے آپ کے حرم محترم کا جسم نہیں دیکھ پاتے۔ بلکہ وہ پردے میں ڈھکی ہوتی ڈولی میں رہتی ہیں حتیٰ کہ خیمہ میں داخل ہو جاتیں۔ پھر جب چلنے لگیں تو وہ ڈھکی ہوئی ڈولی میں داخل ہو جاتی ہیں پھر کھار ڈولی کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور اسی طرح پڑاؤ ڈالنے کے وقت ہوتا ہے اور یہ اتفاق اس کے گھر کے علاوہ نہیں اصلاح فی ذریعہ نے ان کے خیموں کو ڈھانپ دیا اور پردے لٹکا دیئے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں ہجرت کے لئے تشریف لے گئے تو اندر تشریف نہ لے گئے یہاں تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود عرض کی: حضور تشریف لائیں یہاں تو صرف عائشہ اور اسماء ہیں۔ اسی طرح جب جنگ جمل کے دن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے خیمہ میں داخل کیا جبکہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ بھائی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ سے دور رہو اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے ساتھ جلانے۔ تو وہ کہنے لگے: ہمشیرہ صاحبہ: دنیا کی آگ؟ فرمایا: دنیا کی آگ۔ تو جیسا کہ پہلے گزر چکا ان کی موت چلنے سے ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم قطعی ہے جس کا فیصلہ ہو چکا۔

اور آپ کی خاطر آپ کی اولاد میں اصلاح کا ایک پہلو ہے کہ جس نے انہیں گالی دی وہ بالا جماع کافر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے خلاف بکنا۔ جبکہ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ایسا نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق! اس مسئلے میں تفصیل ہے اور بہتر ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ رد الرفضہ دیکھ لیا جائے جو کہ اس سلسلے میں ایک جامع فتویٰ ہے۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ

اور متعدد آیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افک سے براءت کے متعلق نازل ہوئیں۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا قول اِصْلَحْ لِي ذَرِيَّتِي اِيْمَانًا وَالْوَالِدِينَ كَمَا كَانَا فِي ذَمِّ اللّٰهِ عَلَيَّ هِيَ۔ لیکن اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے تو درست مقام پر طوالت سے بیان کرنا قابل تحسین ہے۔ پس ان میں سے بعض آیات براءت بیان کرتی ہیں۔ بعض آیات اس کے عذاب کی گواہی دیتی ہیں جس نے اس بارے میں منفی گفتگو کی۔ بعض آیات میں اس کو جھڑکی دی گئی ہے جو کہ اس کے واقع ہونے کی آرزو کرتا ہے بعض میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وسعت اور فضیلت کی گواہی ہے۔ اور بعض میں حضرت سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل ابی بکر کے درمیان مناسبت کی گواہی ہے۔ اور اس میں آل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کی وہ بلندی ہے جس کی حد کو بیان اور تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

واقعہ حدیث افک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج میں قرعہ اندازی فرماتے تو جس کا نام قرعہ میں نکلتا اسے رفاقت کا شرف بخشتے۔ اور ایک غزوہ (غزوہ بنی مصطلق) کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا تو میں آپ کی معیت میں نکلی۔ جبکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ مجھے کچاوے میں اٹھایا جاتا اور اسی میں اتارا جاتا۔ حتیٰ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپسی فرمائی جب ہم مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو ایک رات آپ نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب کوچ کی تیاری ہوئی میں سو رہی تھی۔ حواج ضروریہ کے لئے میں لشکر سے علیحدہ ایک طرف چلی گئی۔ فراغت کے بعد اپنے کچاوے کے پاس آئی تو دیکھتی ہوں کہ میرا قیمتی ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں ڈھونڈنے نکلی۔ دیر ہو گئی۔ اتنے میں وہ لوگ آئے جو مجھے سوار کراتے تھے۔ انہوں نے میرا کچاوہ اٹھایا اور میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ انہیں گمان ہوا کہ میں اس میں موجود ہوں۔ ان دنوں خواتین کا وزن ہلکا

ہی ہوتا تھا فریب نہ ہوتیں۔ کم کھانا کھاتی۔ چنانچہ اٹھاتے وقت انہیں کچا وے کا ہلکا ہونا محسوس نہ ہوا۔ جبکہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ اٹھایا اور چل دیئے۔ اتنے میں مجھے میرا ہار مل گیا لیکن لشکر جا چکا تھا۔ میں پڑاؤ کی جگہ پر آئی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ میں اپنے مقام پر آ کر بیٹھ گئی۔ سوچا کہ جب وہ مجھے نہیں پائینگے تو ادھر آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔

اور صفوان بن معطل السلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے تھا وہ صبح کے وقت وہاں پہنچا۔ اس نے ایک انسانی سایہ محسوس کیا کہ کوئی سو رہا ہے۔ وہ میرے پاس پہنچا اس نے مجھے پردے کی پابندی سے پہلے دیکھا تھا۔ اس کے انا لله وانا الیہ راجعون پڑھنے سے میں جاگ اٹھی۔ اس نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کے گھٹنے کو دبائے رکھا حتیٰ کہ میں سوار ہو گئی۔ وہ سواری کو پکڑ کر آگے آگے چلتا رہا حتیٰ کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے۔ جبکہ لشکر دوپہر کے وقت پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ پس جس نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گیا۔ اور بہتان طرازی کا مرکزی کردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ پس ہم مدینہ عالیہ پہنچے اور میں ایک ماہ بیمار رہی اور لوگ بہتان لگانے والوں کی بات کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ مجھے یہ بات کھٹکتی تھی کہ میری تکلیف کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شفقت کا اظہار نہیں ہوتا تھا جو کہ تکلیف کے دنوں میں مجھ پر فرمایا کرتے تھے۔ صرف یوں ہوتا کہ آپ میرے پاس تشریف لاتے۔ سلام فرماتے اور پوچھتے کیا حال ہے؟ پھر تشریف لے جاتے مجھے کسی شے کا علم نہ ہو سکا۔ میں شفا یاب ہونے کے بعد کمزوری محسوس کرتی تھی۔ ایک دفعہ میں ام مسطح کی معیت میں مناضع کی طرف نکلی جو کہ حواج ضروریہ کی جگہ تھی ہم رات کے وقت ہی ادھر نکلتی تھیں۔ اور یہ گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے پہلے کی بات ہے۔ پس میں اور ام مسطح بنت رہم چلیں۔ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر گئی۔ اس نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے کہا تو نے بری بات کہی ہے کیا تو ایسے شخص کو کوستی ہے جو کہ غزوہ بدر میں شامل ہوا؟ وہ بولی کیا آپ نے نہیں سنا کہ اس نے کیا کہا۔ اس نے مجھے بہتان لگانے کی بات سے باخبر

کیا۔ میں پہلے سے بھی زیادہ بیمار ہو گئی۔

جب میں گھر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ سلام کے بعد فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی مجھے والدین کے ہاں جانے کی اجازت ہے؟ فرماتی ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کی تحقیق کروں۔ چنانچہ سرکار علیہ السلام نے مجھے اجازت عطا فرمادی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی۔ میں نے والدہ سے کہا کہ لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بیٹی! اپنے آپ پر آسانی کر۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کسی کے گھر میں خوبصورت بیوی ہو اور اس کی سونکینیں بھی ہوں تو وہ اس کے متعلق اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں۔ میں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا۔ یہ باتیں تو عام لوگ کر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ ساری رات روتے گزاری۔ صبح ہو گئی۔ آنسو نہیں تھمتے تھے۔ نہ ہی نیند آتی تھی۔

پھر صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو اپنے اہل خانہ کو جدا کرنے کا مشورہ لینے کے لئے بلایا جبکہ وحی میں بھی تاخیر ہو گئی۔ اسامہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی محبت کی بنا پر جو جانتے تھے اس کا مشورہ دیا۔ اور عرض کی: آپ کی اہل خانہ کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمیں خیر کے سوا کچھ بھی معلوم نہیں۔ البتہ علی بن ابی طالب نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی اس کے سوا خواتین بہت ہیں۔ آپ لونڈی سے پوچھ لیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تیری نسبت میں کوئی شک کی بات ہے؟ بریرہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے اس سے کوئی بات نہیں دیکھی جس سے چشم پوشی کروں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بچی ہے گوندھا ہوا آٹا پڑا ہوتا ہے اور وہ سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اس روز آپ نے عبد اللہ ابن ابی بن سلول

سے عذر طلب فرمایا۔ اور فرمایا مجھے اس شخص سے کون معذور رکھے گا جس نے مجھے میرے اہل خانہ کے بارے اذیت پہنچائی؟ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میرے علم میں اپنے اہل خانہ کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں۔ پس سعد بن معاذ کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! واللہ میں آپ کو اس سے معذور رکھتا ہوں۔ اگر وہ شخص اس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔ اور اگر ہمارے خزر جی بھائیوں میں سے ہے تو آپ حکم فرمائیں ہم تعمیل کریں گے۔ پس خزر ج کا سردار سعد بن عبادہ کھڑا ہوا۔ ازیں پیشتر وہ ایک صالح شخص تھا لیکن اسے نسبی عصبیت نے ابھارا۔ کہنے لگا اللہ کی قسم تو اسے قتل نہیں کرے گا۔ اور تو ایسا نہیں کر سکتا۔ پس اسید بن حفیر کھڑے ہو گئے اور کہا: تو نے واللہ جھوٹ کہا۔ ہم اسے ضرور ضرور قتل کر دیں گے۔ تو منافق اور منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہا ہے پس اس اور خزر ج دونوں قبیلے چمک اٹھے حتیٰ کہ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے اتر کر انہیں خاموش کرایا یہاں تک کہ وہ بھی اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس دن روتی رہی۔ نیند بھی غائب۔ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے اور دو راتیں اور ایک دن روتے گزر گیا۔ مجھے گمان ہوا کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ وہ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رورہی تھی کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ تشریف فرما ہوئے اور جب سے میرے متعلق بہتان طرازی کی گئی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور میرے بارے میں آپ پر وحی کا نزول نہ ہوا۔ فرماتی ہیں کہ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے تو بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیری بے گناہی بیان فرمادے گا۔ اور اگر..... تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور اس کے حضور توبہ کر۔ کیونکہ بندہ جب اپنی خطا کا اعتراف کرے پھر توبہ کرے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو پوری فرمائی تو میرے آنسو ٹھم گئے۔ ایک قطرہ تک محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جواب عرض کریں۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کروں۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نو عمر لڑکی تھی ابھی زیادہ قرآن کریم بھی نہیں پڑھا تھا میں نے کہا: واللہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں جو کہ دلوں میں پکی ہو گئی ہیں اور سچی معلوم ہوتی ہیں۔ اگر میں آپ سے کہتی ہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو میری تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر اس امر کا اعتراف کرتی ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو تصدیق کی جائے گی واللہ میں اپنے اور آپ حضرات کے لئے صرف وہی مثال پاتی ہوں جو کہ حضور یوسف علیہ السلام کے والد بزرگوار نے فرمائی فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون (سورۃ یوسف) صبر جمیل اختیار کرنا ہوں اور تمہارے بیان پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

پھر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی بیان فرمائے گا لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی۔ اور میں اپنے آپ میں اس سے حقیر تھی کہ قرآن کریم میرے معاملے میں کلام فرمائے۔ البتہ مجھے یہ امید تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بے گناہی کا خواب دیکھیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے اور گھر والوں میں سے ابھی کوئی بھی باہر نکلنے نہ پایا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جس میں سردی کے موسم میں بھی پسینے کے قطرے موتیوں کی صورت میں ڈھلکنے لگتے۔ جب وحی کی حالت منکشف

ہوئی آپ مسکرارہے تھے اور پہلی بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی حمد کر۔ بیشک اس نے تیری بے گناہی کا اعلان فرما دیا۔ میری والدہ نے کہا: اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ میں نے کہا: واللہ میں نہیں اٹھوں گی۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاء و ابا لافك عصبته منكم الخ (سورۃ النور) کی چند آیات نازل فرمائیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں یہ آیات نازل فرمائیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جو کہ مسطح بن اثاثہ کے نان نفقہ کے اخراجات اس کی قرابت کی وجہ سے برداشت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی قسم میں مسطح پر اس کے بعد کہ اس نے عائشہ کے بارے میں غیر شائستہ بات کہی کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولا ياتل اولو الفضل منكم والسعة ان يؤتوا اولى القربى والمساكين
والمهاجرين فى سبيل الله وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم
والله غفور رحيم (سورۃ النور آیت ۲۲) یعنی تم میں سے برگزیدہ اور خوشحال لوگ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے۔ چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے۔ اور اللہ غفور رحيم ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اللہ تعالیٰ کی کتاب سے معلوم ہو گئی تو دوبارہ اس کی خبر دینے کا کیا فائدہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم صرف آپ کی اس تہمت سے برأت میں نازل ہوا جو آپ پر لگائی گئی جبکہ برے نفسوں کا اس طرف جھانکنا باقی رہ گیا کہ آپ کے متعلق جو ناپسندیدہ بات کی گئی اس کا کچھ موجب تو ہو گا یا جس چیز کی تہمت لگائی گئی اس کا کوئی سبب ہو گا تو یہ دوسرا وقوع ہو گا جو کہ اس سے قریب ہے جس سے آپ کی برأت فرمائی گئی اور علماء نے اسباب نکاح میں اختلاف کیا ہے۔ کیا یہ نکاح کی طرح ہیں یا نہیں؟ تو یہ دو قول ہیں۔ جس نے کہا کہ نکاح کی طرح ہیں۔ تو یہ دوسری تہمت ہو گی۔ تو

امت میں پھیلنے والی یہ ایسی ہلاکت ہے جس سے خلاصی نہیں۔ اور علماء نے فرمایا کہ جس نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو کسی بھی ایسی چیز کی تہمت لگائی جس سے اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا تو وہ کافر ہے جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ اور جس نے کہا کہ وہ نکاح کی طرح نہیں تو یہ ایک عار ہے جو کہ آپ کو لاحق ہوتی ہے اور آپ کو عار کا لاحق ہونا اس عزت کی ہتک ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بیت صداقت اور بیت نبوت کو عطا فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سات اشخاص پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ اور ان میں آپ نے اسے شمار فرمایا جو کہ میرے گھر کی عزت کی ہتک کرتا ہے اور یہ دین میں بہت بڑی خرابی ہے۔ تو یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے کو بری قرار دینا گرچہ اس سے ظاہر یہی ہے کہ آپ نے یہ کام اپنے لئے کیا لیکن یہ صرف دین ہے اور ایمان والوں کی برأت ہے جیسا کہ حدیث حدیبیہ میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا جبکہ صحابہ کرام کو بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانیاں ذبح کر دیں اور حلق کرائیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے کہ مزاج مبارک متغیر ہے۔ عرض کی: کیا بات ہے؟ فرمایا: میں نے انہیں حکم دیا تھا لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ وہ عرض کرنے لگیں: آقا! انہوں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ تو آپ کے پیروکار ہیں کیونکہ وہ آپ کے فعل کی ابتداء کرتے ہیں۔ آپ یہ کام پہلے خود کریں تو آپ کی پیروی کریں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا تھا وہ خود عمل میں لائے پس سب نے اسی طرح کیا۔ اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کلام ایمان والوں کے لئے رحمت اور ان پر لطف و کرم تھا۔ کیونکہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس میں واقع ہونے والا تغیر زائل کر دیا جس کی وجہ سے سخت نقصان کا خطرہ تھا۔ اسی طرح یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔

اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایک شخص کو اپنے آپ سے عار دور کرنے کی اجازت ہے جبکہ اسے قدرت ہو اور ظاہری صورت حال اس کی تصدیق بھی کرتی ہو۔ ورنہ صبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانا کہ اپنے فضل سے اس مصیبت کو دور فرمادے اور ایمان والوں کی اخوت کے حق کی اسی طرح رعایت کرنا چاہیے۔

حکایت

امام اعمش رضی اللہ عنہ سے اسی کے قریب حکایت بیان کی گئی ہے آپ راستے میں جا رہے تھے کہ آپ کا ایک بھینگا شاگرد ملا۔ شاگرد آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ امام اعمش نے فرمایا: بیٹے! کیلے چلو۔ اس نے پوچھا: کس لئے؟ فرمایا: شیخ کی نظر کمزور ہے اور شاگرد بھینگا ہے۔ پس لوگ ہماری غیبت کریں گے۔ شاگرد نے عرض کی: ہمیں اجر ملے گا اور وہ گنہگار ہوں گے۔ شیخ نے فرمایا ہم بھی بیچ جائیں اور وہ بھی بیچ جائیں یہ اس سے بہتر ہے کہ ہمیں اجر ملے اور وہ گنہگار ہوں۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد نکلی یہ بعد میں ذکر کی جانے والی صورت حال کی تمہید ہے۔ اور یہ کلام فصیح ہے جب ایک شخص کو کسی شے کے ذکر کی ضرورت پیش آئے تو وہ اپنی کلام کے آغاز میں ایسی کلام لاتا ہے جو کہ اس چیز کے بیان کی تمہید ہوتی ہے جسے وہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ اور حجاب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) آنکھوں کا ذات تک پہنچنے سے پردہ۔ (۲) ذات کا پردہ جو کہ اس سے جدا اور علیحدہ ہو۔ پہلی صورت میں اجنبیوں کے لئے مباشرت جائز نہیں کیونکہ اس تک پہنچنا عورت تک پہنچنا ہے۔ جبکہ کہ دوسرا علیحدہ ہے۔ اجنبی کے لئے اس کی مباشرت ضرورت کے وقت جائز ہے جبکہ اجنبی میں اہلیت اور خدمت کرنے کا سلیقہ ہو۔ جیسا کہ اس کچاؤے کو اٹھانے والوں میں اہلیت تھی جیسا کہ بعد میں ذکر ہوگا۔

اور آپ کا فرمانا کہ میں کچاؤے میں اٹھائی جاتی اور اسی میں اتاری جاتی اس میں کئی

وجوہات ہیر۔ ۱۔ جو چیز دنیا اور اس کی آرائش کے لئے ہو اور دین کے معاملہ میں مددگار ہو تو وہ دنیا نہیں آخرت کے لئے ہے کیونکہ کچا وہ عرب میں فخر و مباہات کے لئے ہوتا ہے جب شارع علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے اس میں دین کی مصلحت دیکھی تو اسے اس پردے کے لئے استعمال فرمایا جو کہ اس میں پایا جاتا ہے جبکہ اس کے غیر میں ایسا پردہ نہیں ہے۔ ۲۔ چار پائے پر زیادہ بوجھ ڈالنے کا جائز ہونا جبکہ اس میں اس کی طاقت ہو۔ کیونکہ کچا وہ وزنی ہے جیسا کہ معلوم ہے لیکن چار پایہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔ تو شارع علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا۔

ابو طالب مکی کہتے ہیں کہ نئی چیزوں میں سے یہ کچا وے اور شامیانے ہیں جن کی وجہ سے ناز و نعمت اور آسائش کے ساتھ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی گئی ہے۔ لوگ تو صرف سواریاں اور بارکش جانوروں پر نکلتے۔ دھوپ میں جل جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشقت اٹھاتے۔ انکے رنگ بدل جاتے ان کا کھانا اور سونا کم ہو جاتا۔ اور اونٹوں کی آسائش زیادہ ہوتی اور ان پر مشقت اور بوجھ کم ہوتا۔ اس سے انہیں ثواب زیادہ ہوتا ان کے حج میں پاکیزگی زیادہ ہوتی۔ اونٹوں کی سلامتی زیادہ ہوتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے زیادہ موافق ہوتا۔ اب انہوں نے بدعت داخل کر کے یہ سب کچھ نکال پھینکا۔ اب سایہ دار شامیانوں کے ساتھ اونٹوں پر اس قدر وزن رکھ کر نکلتے ہیں جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے جو کہ ان کے ہلاک ہونے کا موجب ہوتا ہے اور یہ اس میں شریک ہیں۔ انتہی

اور آپ کا فرمانا کہ ایک شب کوچ کا اعلان کیا گیا تو جب کوچ کا اعلان ہوا میں اٹھی۔ آپ نے یہ صرف اس لئے فرمایا تا کہ وہ عذر بیان ہو سکے جس کی وجہ سے کچا وے سے پیچھے رہ گئیں اور اسے اٹھا لیا گیا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ امام۔ یا سالار لشکر یا جس کے ساتھ رفقاء سفر ہوں اسے چاہیے کہ کوچ کے وقت اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے اور انہیں اس کا اعلان کرے۔ پھر قدرے ان کی انتظار کرے کہ وہ اپنی حوائج ضروریہ اور دیگر ضروریات

سے فارغ ہو لیں۔ اور انہیں اس کی انتظار کا علم ہو۔ کیونکہ جس انتظار کا انہیں علم ہی نہیں اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور پہلے اذن کے علاوہ کوچ کے وقت کی کوئی علامت ہو۔ کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ کوچ کا اعلان سن کر وہ اپنی حوائج ضروریہ کے لئے اٹھیں۔ اگر ان کے معمول کا انہیں پتہ ہوتا کہ یہ اذن عین کوچ کے لئے ہے تو اس وقت نہ نکلتیں۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں چلتی ہوئی لشکر سے گزر گئی اس میں اس امر پر دلیل ہے کہ احوال کا اختلاف احکام کے بدلنے کا سبب ہے یا تو سعادت کی وجہ سے یا بدبختی کی وجہ سے۔ کیونکہ آپ بتا رہی ہیں کہ وہ ایک ہی حالت پر تھیں۔ اور ان سے یہی عادت معروف تھی۔ تو جب وہاں موجود عذر کی وجہ سے آپ معہود حالت سے خالی رہ گئیں اسے آپ نے پہلے بھی ظاہر فرما دیا اور پریشان کن واقعہ پیش آنے کے بعد بھی ظاہر فرما دیا۔ لیکن حالت کا بدلنا تین مرتبوں پر ہے۔ پہلا مرتبہ انسان کا اپنے آپ کو معہود حالت سے خود بدلنا۔ دوسرا مرتبہ اس کے ساتھ لوگوں کے حال کا بدلنا۔ تیسرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری عادت کو بدلنا۔

رہا پہلا مرتبہ تو وہ کسی سبب کی وجہ سے ہے جو یا تو اس کے فعل کے ساتھ واقع ہو یا کسی گناہ کے واقع ہونے کی وجہ سے واقع ہوا۔ تو جس کی افعال عبادت کے متعلق ہمیشہ کی ایک عادت ہو پھر وہ اس پر قادر نہ رہے اور عاجز ہو جائے تو اسے ضرورت ہے کہ اپنے افعال کی طرف دھیان کرے اور انہیں میزان علم کے مطابق دیکھے۔ اگر اس میں کوئی خلل پائے تو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ توبہ کرے اور معافی مانگے۔ اور اگر کچھ نہ پائے تو اپنے آپ کو مہتمم قرار دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے اس کے مخفی امر کی اطلاع بخشے اور اس سے مدد چاہے اور معافی مانگے کیونکہ لازم ہے کہ ازیں پیشتر اس سے کوئی مخالفت رونما ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسے یہ سزا ملی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا اما بانفسهم (سورة الرعد آیت ۱۱) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت

نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔ اسی لئے صوفیہ کے بعض افاضل نے فرمایا کہ میں اپنے حال کے متغیر ہونے کو پہچان لیتا ہوں حتیٰ کہ اپنے گدھے کی عادت میں کیونکہ وہ اپنے نفس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ پس اپنے افعال میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ان میں خلل کیسے آیا حتیٰ کہ ان کی نگہبانی یہاں تک سخت ہوتی کہ ان میں سے بعض اپنی عمر میں مفلس ہو گئے تو سوچا کہ یہ ایک گناہ کی شامت ہے جو کہ مجھ سے بیس سال پہلے صادر ہوا کہ میں نے ایک شخص کو کہا تھا: اے مفلس! تو نگہبانی کی شدت کی وجہ سے پہچان لیا کہ نحوست کہاں سے آئی گرچہ زمانہ طویل ہو چکا تھا۔

رہا دوسرا مرتبہ تو یہ وہ خلل ہے جو کہ تیرے اور تیرے دوست کے درمیان واقع ہوا جس کے ساتھ تیرا معاملہ چلتا رہا تھا تو جس کے لئے یہ خلل واقع ہوا اس کا فرض ہے کہ وہ میزان علم کے ساتھ اپنے متعلق غور کرے کہ کیا اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا جو اس خلل کا موجب ہوا اگر اسے کوئی چیز مل جائے تو اپنے ساتھی کے سامنے اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف کرے اور اپنے فعل سے معافی مانگے۔ اور اگر کچھ نہ پائے تو اس کے متعلق اس سے پوچھے جسکی بابت اسے ظاہر ہوا کہ یہ خلل اس کی طرف سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اس کی خبر دینے والے کے پاس کوئی عذر ہو تو معذرت کر لے یا غلطی ہو تو اعتراف کر لے۔ وغیر ذالک۔ کیونکہ متعارف حال کا بدلنا کسی سبب کے بغیر رونما نہیں ہوتا اور غور کرنے اور اس کے بعد پوچھنے سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔

رہا تیسرا مرتبہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری عادت کا بدلنا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ عادت کو قطع کرنا عزت کا سبب ہوتا ہے جیسے کہ اس عادت کا بدلنا جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے رونما ہوا کیونکہ عادت کا بدلنا آپ کی کرامت اور آپ کی شان میں نزول قرآن کریم اور رفعت مرتبہ کا باعث ہوا۔ دوسری قسم غضب اور دوری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اظہار غضب فرمائے تو انہیں موسم گرما میں بارش دیتا ہے اور موسم سرما میں خشک سالی میں مبتلا کرتا

ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا کہ ان پر غضب کی وجہ سے ان پر دستور کو بدل دیتا ہے۔ تو جب ایسی مصیبت نازل ہو تو اس کا علاج توبہ۔ گناہ کو من کل الوجوۃ ترک کرنے اور معافی مانگنے کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت استغفار کے ساتھ استقاء کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔

اور آپ کا فرمانا فلما قضیت شانی اقبلت الی الرحل فلمست صدری جب میں نے اپنا کام پورا کیا تو کچا دے کی طرف لوٹی ٹٹولا تو ہار گم پایا۔ اس میں کئی وجوہ سے گفتگو ہے۔ ایک تو زبان کو طبعی طور پر مکروہ چیزوں کے ذکر سے محفوظ رکھنا۔ کیونکہ آپ نے قضائے حاجت کو قضیت شانی کے کنائے سے بیان فرمایا اور عرب لوگ اس مقصد کے لئے اشارے کنارے سے بات کرتے ہیں اسی لیے انہوں نے قضائے حاجت کو غائط کا نام دے دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک غائط نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں وہ پردے کے پورے اہتمام کے لئے قضائے حاجت کرتے ہیں۔ تو انہوں نے مکروہات طبعیہ کے ذکر سے بچنے کے لئے اس کو اس جگہ کا نام دے دیا جسے اس چیز کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عادت یوں ہی ہے جسے اس نے آل ابو بکر کی زبانوں پر انہیں غیر موزوں گفتگو سے پاک رکھنے کے لئے جاری فرمایا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے مصر کی تعریف میں بڑا مشہور قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

میں نے ہر شہر میں غور و فکر کی دولت خرچ کی اور شرق و غرب کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا۔ لیکن خدا جانتا ہے مصر سے کوئی شہر نہیں اور نہ ہی روم اور عرب و عجم میں اس جیسا کوئی مقام ہے۔ ایک شعر یہ ہے:

وفیہا لاهل الدین خیر مدارس

وفیہا لاهل الفسق منتزہ الصب

جب استاذ محترم محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ ہمیں انکی برکات کا فیض

عطا فرمائے) نے قصیدہ دیکھا تو اس کی تعریف کے بعد فرمایا اسے فسق کے لفظ سے پاک

کرد اور یوں لکھو فیہا لاهل البسط۔ اور اسی طرح عربوں کے اخلاق کرم، بہادری، غیرت، فصاحت، حسن، سفروں کے لئے قوت اور کھلی فضا کی محبت ان کی شعار اور نشان ہیں۔ اور ان میں شہریوں جیسی کمزوری، بزدلی، خست اور ردی معمولات میں سے کوئی شے نہیں پائی جاتی باوجودیکہ عرصہ دراز اور سالہا سال سے شہران کے مدفن سے ہیں۔ مگر جوہر کو مٹی میں رہنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا گرچہ عرصہ دراز گزر جائے۔ اور ان کی ذات کا جوہر حضرت ابو بکر سے لیکر اب تک قطعاً متغیر نہیں ہوا۔ اور ہم نے استاذ محترم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے:

لاعز یاعز الاجوب مہمتہ

والعز فی البید بین الریم والرتم

مواطن البید ماضی الحد حاکمہا

عکس الحواضر فیہا الباز کالرحم

دوسری وجہ مال کا تجسس ہے کیونکہ آپ بتا رہی ہیں کہ واپسی کے وقت اپنا ہار گم کر بیٹھی۔

تیسری وجہ۔ دوران سفر عورتوں کا زیور پہننا۔ لیکن یہ اس شرط پر ہے کہ زیور کی آواز سنائی نہ دے کیونکہ آپ نے بتایا کہ دوران سفر آپ نے ہار پہنا ہوا تھا اور حرکت کرنے پر ہار کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اور آپ کا فرمانا کہ میرا جزع اظفار کا ہار ٹوٹ گیا۔ ہار کی صفت کا ذکر فائدہ دیتا ہے کہ وہ بیش قیمت نہ تھا جبکہ شاعر علیہ السلام نے مال کو ضائع کرنے سے روکا ہے تھوڑا یا زیادہ۔ پس آپ شاعر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی وجہ اس کی تلاش کے لئے واپس لوٹ گئیں اور اس میں ایک فائدہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرات دنیا میں بے غرضی اور زہد کے انداز میں زندگی بسر کرتے تھے کہ سونے اور چاندی کا زیور نہیں پہنتے تھے۔ آپ کا فرمانا کہ کچا وہ اٹھانے والے آئے پس انہوں نے میرا کچا وہ اٹھایا اس میں کئی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ آپ کا

کچا وہ اٹھانے کے ذمہ دار حضرات کو ان کی طرف منسوب غفلت اور ڈیوٹی میں کوتاہی سے بری الزمہ قرار دینا ہے کیونکہ آپ نے فا کو استعمال فرمایا جو کہ تعقیب کے لئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جب آتے تو کسی توقف کو اختیار کئے بغیر خدمت میں جلدی کرتے تھے۔ یا یہ ان کی ہمیشہ کی عادت تھی اس میں انہیں کسی نئے اذن کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

دوسری وجہ انہیں کوتاہی سے پاک قرار دینا ہے۔ اور اس کا معنی اس سے قریب ہے جو ابھی پہلے گزر چکا کیونکہ آپ کا ان کی طرف سے خدمت میں جلدی کرنے کی خبر دینا انہیں پاک قرار دینا ہے کہ وہ دربار نبوت کی تعظیم کے لئے جو کچھ واجب تھا وہ اس کی خیر خواہی اور اس کی وفا کا پورا اہتمام کرتے تھے۔ پھر آپ نے وضاحت اور بیان کے لئے اور اضافہ فرمایا تاکہ ان کی طرف معمولی سی غفلت منسوب نہ کی جائے۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ عورتوں کا وزن زیادہ نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی ان کے جسم پر گوشت ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ معلوم ہے کچا وہ وزنی ہوتا ہے اور جب زیادہ وزن میں سے کوئی معمولی سی چیز گھٹادی جائے اور اٹھانے والی ایک جماعت ہو تو اس کے مخفی ہونے کی وجہ سے بہت کم احساس ہوتا ہے۔ جبکہ آپ نے بتایا ہے کہ آپ کا جسم کمزور تھا پر گوشت نہ تھا جیسا کہ اس وقت کی عورتیں تھیں۔ تو آپ کچا وے کے بوجھ کی نسبت سے ایک تھوڑی سی چیز تھیں۔ تو اس وضاحت کی وجہ سے ان سے کوتاہی کا وہ الزام زائل ہو گیا جس کی ان کے بارے میں توقع ہو سکتی تھی۔

تیسری وجہ آپ کا اس چیز سے بری ہونا ہے جس کا عیب لگایا جاسکتا ہے کیونکہ عورتوں میں لاغری کبھی ان کے حق میں عیب ہوتا ہے تو آپ نے اسے یوں زائل فرمادیا کہ اس دور میں عورتوں کا وزن ہلکا ہوتا تھا۔ وہ بوجھل نہ تھیں اور پر گوشت نہ ہوتی تھیں۔ پس آپ نے بتا دیا کہ آپ کے زمانے کی عورتیں ایسی ہی ہوتی تھیں صرف آپ اکیلی ہی ایسی نہ تھیں۔ تو جب سب عورتیں اسی حالت پر ہوتی تھیں تو آپ کے حق میں یہ عیب نہیں ہوگا عیب جب تھا کہ صرف آپ اکیلی ایسی ہوتیں۔ اور آپ کے اس قول پر کبھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ بوجھل نہ تھیں اور پر گوشت نہ تھیں اور وہ یوں کہ ان دو لفظوں کے مابین تکرار کا فائدہ کیا ہے

جبکہ ایک کے ذکر سے دوسرے کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں لفظوں کا معنی ایک نہیں ہے کیونکہ ہر موٹا وزنی ہوتا ہے اور ہر وزنی موٹا نہیں ہوتا کیونکہ جس نے کھانا خوب کھایا اور موٹا نہیں ہوا کہ پیٹ کھانے سے بھر گیا۔ اور رگیں خون سے معمور۔ اب ثقل تو ہے لیکن موٹا پانہیں۔ نہ یہ کہ خوب کھانے سے سب لوگوں کا گوشت زیادہ ہو جاتا ہے اور موٹے ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا البتہ بوجھ لازم۔ تو آپ نے خبر دی کہ آپ میں دونوں چیزیں نہ تھیں۔

چوتھی وجہ اپنی طرف سے اور دوسری خواتین کی طرف سے عذر پیش کرنا جن کا آپ نے یوں ذکر فرمایا کہ معمولی سا کھانا کھاتی تھیں تو اس میں اپنا اور ان کا عذر فرما دیا اور یہ کہ جس حالت پر وہ تھیں یہ خلقتا نہ تھی اس کی وجہ تو کھانے کی قلت تھی۔

پانچویں وجہ اپنے آپ کا اور اپنے زمانے کی دوسری عورتوں کا تزکیہ بیان کرنا کیونکہ آپ کا فرمانا کہ وہ صرف معمولی سا کھانا کھاتی تھیں ان کے حق میں تزکیہ ہے کیونکہ اس سے ان کا زہد ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں دنیا کے مقابلے میں دین پسند تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی تمام تر ہمت اور توجہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وابستہ رہنے پر تھی۔ بنا بریں وہ طلب دنیا اور اس پر راغب ہونے سے بے توجہ رہتے حتیٰ کہ عورتیں اپنے زہد اور قلت اشیاء کی وجہ سے معمولی سا کھاتی تھیں اور اسی پر راضی رہتیں تو جب عورتوں کے خورد و نوش کی یہ حالت تھی تو مرد کیا کھاتے ہوں گے کیونکہ وہ بھوک پر عورتوں کے مقابلے میں زیادہ صبر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ وہ کھجور کا ایک دانہ چوستے اور آپس میں پھیرتے رہتے اور اسی کے بل بوتے پر جہاد کرتے۔

چھٹی وجہ یہ کہ تعریف اور مذمت اس میں ہوتی ہے جو کہ لوگوں کی عادت کے خلاف ہو کیونکہ فقیر ہونا عیب ہے لیکن چونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا فقر ان کی بے رغبتی اور پرہیزگاری کے حوالے سے تھا اس لئے عیب نہ تھا۔ ان میں سے بعض نے فرمایا کہ ہم حلال کے ستر دروازے صرف اس ڈر سے چھوڑ دیتے کہ کہیں حرام میں گر پڑیں۔ تو جب ان کا فقر

اس مقصد کے لئے تھا تو ان کے حق میں تعریف بن گیا اور اسی طرح تابعین۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اسی طرح ہے کہ اکثر اہل جنت ابلہ ہیں اور ابلہ اس اعتبار سے ہیں جس کا شارع علیہ السلام نے ارادہ فرمایا اور وہ ان کا دنیا سے منقطع ہونا اور طلب آخرت میں اس قدر مصروف ہونا ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ مال کیسے کمایا جاتا ہے۔ رہے مسائل دینیہ تو وہ انہیں ساری کائنات سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ یہ اس ابلہ کا حال ہے جس کا شارع علیہ السلام نے ارادہ فرمایا۔ اور اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو کہے اے ابلہ جبکہ اس کا وہ ارادہ نہیں جو ان کی اصطلاح میں ہے تو آج کے دن یہ مذمت ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ابلہ اسے کہتے ہیں جسے اپنے دین اور دنیا کے مسائل کی تمیز نہ ہو۔ اور اسی طرح فقیر ہے کیونکہ فقیر ہونا ان کے نزدیک بڑا عیب ہے اور انہوں نے غنی کا نام سعادت مند رکھ دیا ہے گرچہ اس کے قبضے میں جو کچھ ہے وہ حرام اور ناجائز ہو۔ کبھی اس کے قبضے میں جو کچھ ہے اس کے جہنمی ہونے کا سبب ہوتا ہے اور یہ لوگ اسے سعادت مند کہتے ہیں۔ اور مجھے ایک قائل کا قول تعجب میں ڈالتا ہے۔ اے بیٹے بعض آدمی سمجھدار صاحب بصیرت انسان کی شکل میں جانور ہیں۔ اس کے مال میں جو مصیبت وارد ہو اسے سمجھ لیتا ہے لیکن دین کے بارے میں آئے تو اسے شعور تک نہیں ہوتا۔

اور آپ کا فرمانا: میں نو عمر لڑکی تھی۔ آپ نے یہ اس لئے ذکر فرمایا کہ آپ سے جو کچھ سرزد ہوا اس کا عذر ظاہر ہو جائے کہ ہارتلاش کرنے میں مصروف رہیں اور قافلے والوں سے غیر متوجہ حتیٰ کہ وہ کوچ کر گئے۔ تو اس میں آپ کی طرف کو تا ہی منسوب ہو سکتی ہے تو آپ نے نو عمری بیان کی تا کہ بیان کریں کہ اس طرز عمل پر آپ کو کس چیز نے ابھارا۔ کیونکہ بچے کو سفروں اور دیگر معاملات کا تجربہ نہیں ہوتا کہ معلوم کر سکے کہ جو صورت حال پیش آئے۔ اور سفر میں جو حالات طاری ہوں ان میں کیا حکمت عملی اپنائی جائے۔

اور آپ کا فرمانا کہ میں نے اپنی اس منزل کا قصد کیا جس میں میں تھی یعنی آپ نے اپنے کچا دے کی جگہ کا قصد فرمایا اور وہاں ٹھہری رہیں۔ اور اس سے گواہی ملتی ہے کہ آپ کو

امور کی پہچان حاصل تھی۔ کیونکہ اگر آپ اپنے مقام پر نہ بیٹھتیں اور قوم کی تلاش میں چل نکلتیں تو احتمال تھا کہ ان کا راستہ پالیتیں یا اس سے علیحدہ ہو جاتیں۔ اگر علیحدہ ہو جاتیں تو ہلاکت تھی۔ پوررہا آپ کا اپنے مقام پر ٹھہرنا تو اس کے متعلق یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ آپ کی طرف اسی جگہ لوٹیں گے تو جب آپ کے قہقہے چلنے میں ضائع ہونے اور انہیں پالینے کا احتمال تھا اور آپ کے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کے متعلق یقین قطعی کہ ملاقات ہو جائے گی تو آپ نے وہ کام کیا جس کا قطعی یقین تھا اور احتمال والے کام کو ترک کر دیا۔

اور آپ کا فرمانا کہ میں بیٹھی تھی کہ نیند کا غلبہ ہو اپس میں سو گئی کیونکہ آپ نو عمر تھیں اور نو عمری میں نیند زیادہ آتی ہے کیونکہ اس وقت رطوبات ہوتی ہیں پس نیند کے غلبہ کی وجہ سے بیٹھ نہ سکیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی نیند آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت تھی کیونکہ وہ مقام تو بے چینی کا تھا۔ اور نو عمر جب جنگل میں اکیلا ہو تو گھبرا جاتا ہے۔ خصوصاً ابھی جہاد سے واپسی ہوئی اور دشمن بے شمار ہیں تو آپ پر یہ اسباب جمع ہو گئے۔ اور ان میں ہر ایک خوف کا موجب اور سکون سلب کرنے والا ہے۔ تو جب سب جمع ہو گئے تو کیفیت کیا ہوگی؟ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند بھیج دی تاکہ یہ عوارض زائل ہو جائیں اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اذ بغشیکم النعاس امنةً منہ (سورۃ الانفال آیت ۱۱) یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا تاکہ اس کی طرف سے باعث تسکین ہو۔

اور آپ کا ارشاد کہ صفوان بن معطل السلمی..... میری سواری کو آگے سے پکڑ کر چلتا رہا۔ اس میں کئی وجوہ ہیں پہلی یہ کہ سفر میں سنت ہے کہ ایک دیانت دار شخص جو کہ صلاحیت اور نیکی میں معروف ہو قوم کے پیچھے پیچھے چلتا رہے۔ کیونکہ آپ نے بتایا کہ صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے تھا اور یہ صفوان باصلاحیت اور نیک تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے اس کی گواہی دی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور ان کی دیانت اور نیکی معلوم تھی اسی لیے انہیں قوم کے پیچھے چھوڑا گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مقام سے قافلہ

کوچ کرے تو کبھی اپنی ضرورت کی چیزیں بھول کر چھوڑ جاتے ہیں یا ان کے اموال سے کوئی چیز گر جاتی ہے یا ان سے کوئی کٹ جاتا ہے تو اس کے ضائع ہونے کا کھٹکا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اتفاق ہوا۔ اور اس شخص کا نام اس لئے ذکر فرمایا تا کہ اپنی برأت بیان کریں۔ اور اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس شخص کی صلاحیت اور دینی وفاداری معلوم ہے۔ رضی اللہ عنہ اور یہ کہ وہ ایسا ہے ہی نہیں جیسا کہ اس کے متعلق کہا گیا ہے اور اس کے آپ کے پاس آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا تا کہ وہاں جو خیال گزر سکتا ہے زائل ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ کہ عورت کچا دے میں بالکل ایسے ہی ہوتی جیسے کہ وہ اپنے گھر میں ہوتی ہے۔ اور وہاں ستر کا تکلف نہیں ہوتا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ صفوان نے مجھے حجاب کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اس نے آپ کو پہچان لیا اور پہچان صرف اس وقت واقع ہوئی جب آپ سے کسی چیز کو ظاہر دیکھا۔ اگر آپ پردے میں ہوتیں تو کچھ نہ دیکھتا۔

تیسری وجہ یہ کہ اجنبی عورت کے ساتھ گفتگو سوائے انتہائی ضرورت کے جبکہ سوائے گفتگو کے چارہ نہ رہے جائز نہیں۔ کیونکہ آپ بتاتی ہیں کہ صفوان نے جب آپ کو پہچان لیا تو آپ کا نام لیکر نہ انہیں دی۔ نہ ہی آپ سے کچھ پوچھا۔ صفوان نے صرف استرجاع کیا کیونکہ سوال تو جواب کو چاہتا ہے پس آپ نے سوال کی بجائے ایسی کلام کی جس کے لئے جواب کی ضرورت نہیں اور یہ آپ کی دینی پختگی کی گواہی ہے۔ اور استرجاع کا معنی انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا ہے۔ نیز لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنا اسی طرح ہے تو جب اس نے آپ کو پہچان لیا تو اپنی سواری سے استرجاع کرتے ہوئے فوراً نیچے اتر آیا تا کہ استرجاع کی آواز سے بیدار ہو جائیں۔ پھر اونٹنی کا بازو پاؤں کے نیچے دبا لیا۔ کیونکہ عربوں کی عادت تھی کہ جب کسی کو سواری پر بٹھانا چاہتے تو اونٹنی کا بازو دبا لیتے تا کہ وہ سوار کے سوار ہونے کے لئے تیار ہو جائے تو گویا مشہور عادت کے مطابق کہہ رہا تھا

کہ سوار ہو جائیں تو جب آپ اس استرجاع کی وجہ بیدار ہوئیں اور اس کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو سمجھ گئیں کہ وہ ارادہ کرتا ہے کہ اونٹنی پر سوار ہو جائیں۔ تو آپ سوار ہو گئیں۔ چنانچہ صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور آگے آگے چلنے لگا تا کہ ستر کا اہتمام زیادہ رہے۔ پس آپ کا جسم نہ دیکھ سکے اگر پیچھے چلتا تو آنکھیں نیچے رکھنے کی ضرورت پڑتی اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بھی نظر پڑنیکی توقع اور کھٹکار ہتا۔ پس صفوان آگے ہو گئے تا کہ جد ہر چاہیں دیکھ سکیں۔ اور راستہ بھی نظر آتا رہے۔ اور یہ سب کچھ آپ کی دینی پختگی۔ ادب اور حکمت عملی سے ہے۔ اور آپ میں انہیں خوبیوں کے پائے جانے کی وجہ سے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیچھے چلنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

اور آپ کا فرمانا کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے جبکہ لوگ دوپہر کے وقت پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ یعنی اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ قوم تک پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچنا دوپہر کے وقت تھا جبکہ لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا اور تعریس کہتے ہیں سفر سے رک جانا پڑاؤ ڈالنا۔ رات ہو یا دن۔

اور آپ کا فرمانا پس ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا۔ آپ نے ہلاک ہونے کو مبہم رکھا اور ہلاک ہونے والوں کا نام نہیں لیا کیونکہ یہ بات معلوم ہی تھی اور یہ فرمانا کہ بہتان کا مرکزی کردار عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اور یہ عبد اللہ رئیس المنافقین تھا اور وہ بہتان طرازوں کا سرغنہ تھا اور یہ اس لئے ذکر فرمایا کہ اس کا نام بیان کر دیا جائے۔ تا کہ پتہ چل جائے کہ یہ محض جھوٹ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ جیسا کہ صفوان کا نام ذکر فرمایا۔ کیونکہ ان کا دین و دیانت مشہور و معلوم۔ اور ان کا خیر پر راسخ ہونا واضح تھا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے فرمایا تا کہ آپ کی براءت کا یقین ہو۔ اور اس بارے میں نازل ہونے والی آزمائش سے لوگ بچ جائیں۔

اور یہ فرمانا کہ اصحاب افک کی گفتگو کا ذکر کرتے تھے یعنی بہتان طرازوں کی گفتگو لوگوں میں مشہور ہو گئی اور وہ اپنے درمیان اس کے متعلق باتیں کرتے۔ اور کوئی گمان کرنے

والا یہ گمان مت کرے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یا ان میں سے کسی ایک نے اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو یا معاذ اللہ اس کی تصدیق کی ہو۔ ان کی یہ گفتگو تعجب اور انکار کی طرز پر تھی۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ کیا تو نے وہ بات سنی جو فلاں خاتون کے بارے میں کہی گئی؟ تو اس کی بیوی کہتی کہ اگر آپ سے میرے بارے میں ایسا کہا جاتا تو کیا آپ تصدیق کرتے؟ وہ کہتا ہرگز نہیں تو وہ کہتی کہ پھر فلاں خاتون کے متعلق یہ کیونکر ممکن ہے؟ اور آپ کا فرمانا کہ میری تکلیف بڑھ گئی..... حتیٰ کہ میں کمزور ہو گئی۔ اس میں کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ یہ کہ باطن کے تغیر سے بیماری زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ میری بیماری میں اس وقت اضافہ ہو گیا جبکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو کہ میں اپنی بیماری کے ایام میں آپ سے دیکھا کرتی تھی۔ اور یریبنی بمعنی یزیدنی ہے۔ یعنی میری بیماری بڑھ گئی۔ پس آپ کے باطن کے تغیر سے بیماری کا درد زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ بیماری کی حالت میں آپ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احسان فرماتے اور جو لطف اور مہربانی فرماتے اس میں کمی آگئی۔ پھر باطن اور ظاہر کی نسبت سے بیماری کی دو قسمیں ہیں۔ حسی بیماری معنوی بیماری، حسی تو وہ ہے جو کہ بدن میں ہوتی ہے۔ اور معنوی سے مراد وہ تغیرات افکار اور غم ہیں جو کہ نفس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ رہی حسی بیماری تو ایسے بیمار کا کام اگر طب سے ناواقف ہے تو طبیب کی طرف جانا آتا ہے اور دواؤں کے بارے میں اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہے تو اگر زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور فرما دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس نے جب بیماری پیدا کی تو دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔ اور سب سے شدید بیماری نفس اور شیطان ہے۔ اور ان کی دوا ان کی مخالفت کے بغیر کچھ نہیں۔ جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ طب کا علم رکھتی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ تو فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اقدس کو مرض کثرت سے تھی اور آپ علاج فرماتے تھے۔ آپ ہر مرض میں مبتلا ہوئے اور آپ نے اس کا علاج فرمایا۔ تو دوا کرنا سنت ہے مگر یہ کہ اپنے پروردگار پر

توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے چھوڑ دے۔ تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ۷۰ ہزار افراد جنت میں حساب کے بغیر جائیں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ بدفالی لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تو جو اس پر قادر ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اور جو اس پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے سنت میں وسعت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ترک فرمایا اور دوا لینے اور علاج کرنے کی طرف رجوع فرمایا کیونکہ آپ شریعت جاری فرمانے والے ہیں۔ پھر جب علاج کرائے تو اس عقیدے سے بچے کہ اس سے اسے شفا ہوگی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کی امید کرے اور اسی پر بھروسہ کرے۔ اور اسباب کو سنت کی تعمیل اور حکمت کے اظہار کے لئے اپنائے یہ تو ہے مرض حسی کا حکم۔

مرض معنوی کی دو قسمیں

رہی مرض معنوی تو اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم نفاق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً“ (البقرہ آیت ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھادی۔ اور اس بیماری کا علاج سوائے اسلام میں داخل ہونے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے و وعید کی تصدیق کرنے کے اور کچھ نہیں۔

اور دوسری بیماری ایمان والوں میں ہے اور یہ وہ دوسو سے ہیں جو ان کے باطن میں کھٹکتے ہیں اور عبادات میں کاہلی ہے۔ اور اس کا علاج مجاہدات میں داخل ہونے اور باطن میں واقع ہونے والے وساوس پر ٹھہرنے کو ترک کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے: ایسا کس نے بنایا؟ فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب ایسا دوسوہ ڈالے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر یعنی ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ کہہ۔ اور اس کی نیت یہ ہے کہ اسے شیطان کی طرف سے جانے اور اس پر لعنت بھیجے۔ کیونکہ آدمی اس بات کا مامور نہیں کہ ایسے امور میں سے کچھ بھی اسے نہ کھٹکے اسے اس

بات کا حکم ہے کہ ایسے وساوس کو دور کرے۔ اور جب یہ زیادہ ہو اور اسے دور کرنے پر قادر نہ ہو تو اس وقت مجاہدات اور مختلف قسم کی عبادات اور ان میں انتہائی انتہاک کو کام میں لائے کیونکہ ظاہری تکلیف باطنی وساوس کو دور کرتی ہے۔ اور یہ معنوی بیماری کا حکم ہے۔

حکایت

اور میرے بچنے کے ابتداء میں ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے ایک شیطانی بیماری ایسی جہت سے درپیش ہوئی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی وجہ سے ایک مدت تک در ماندہ رہا۔ اور زندہ اور واصل بحق اولیاء کے حضور حاضری دیتا رہا۔ اور وسعتوں کے باوجود دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی۔ مجھے بعض اولیاء نے شیخ ابراہیم ابوتجی نامی شخصیت کا پتہ دیا جو کہ مصر میں میروانی حمام پر تنہائی میں رہتے تھے۔ میں وہاں حاضر ہوا۔ ان کی خلوت کا دروازہ بند پایا۔ کافی دیر ٹھہرنے کے بعد میں نے دستک دی۔ آپ نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی اور جب میں داخل ہو رہا تھا آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی ”واھا ینزغنک من الشیطن نزع فاستعد باللہ انہ سبیم علیہ“ (سورۃ الاعراف آیت ۲۰۰) اگر (اے مخاطب) تجھے شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ پہنچے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے تو صرف آیت کی تلاوت کی بدولت ہی مجھ میں پائی جانے والی بیماری زائل ہو گئی۔ گویا کہ وہ تھی ہی نہیں۔ میں نے عرض کی: یا سیدی! میں آپ کی خدمت میں اپنی بیماری کے زائل کرنے کی دعا کرانے آیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے زائل فرما دیا۔ تو کہنے لگے سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنے بندوں کو لطف و کرم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں کثرت سے آتا جاتا رہا اور میں نے آپ کی صحبت سے بہت فائدہ حاصل کیا اور آپ سیدی محمد البکری الکبیر کے خدام میں سے ہیں اور ابن الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہے۔

اب ہم ان وجوہ کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں جن کا ہماری تقریر کے مطابق حدیث شریف سے استفادہ ہوتا ہے دوسری وجہ آپ کے متعلق عادت کریمہ کا اس وقت بدل جانا

جب آپ کی شان میں مذکورہ بات کی گئی۔ اور اس میں سد باب کے قول کی دلیل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کے بارے ہر خیر کو جانتے ہیں اس کے باوجود ان کے لئے عادت میں کمی واقع ہوگئی۔ اور سد باب کے لئے ان سے کچھ کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ کیونکہ یہ غیرت دین میں سے ہے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہ فرماتے تو اس سے (اغیار) ترک غیرت کی بات کرتے۔ جبکہ غیرت ایمان کا شعبہ ہے۔ تو آپ نے یہ انداز اسی مقصد کے لئے اختیار فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ بیمار کے بارے سنت یہ ہے کہ اس پر مہربانی کی جائے۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو میری بیماری کے ایام میں آپ کا معمول تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار پر زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کے سوا اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ بیمار کے لئے اس کی عمر میں وسعت کی بات کی جائے کیونکہ بدن کی بیماری حسی ہے اور نفس طویل زندگی سے راحت پاتا ہے اور عافیت چاہتا ہے تو جب اس کی عمر میں وسعت کی بات کی جائے تو اسے معنوی بیماری سے راحت ملتی ہے کیونکہ اس سلسلے میں اسے جو کچھ کہا جائے گا اس کی وجہ سے بیماری کے غم سے راحت ملے۔ اور کبھی یہ بیماری میں خفت کا سبب بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس سے اس کا باطن بھی متغیر ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ میں اور ام مسطح باہر نکلیں..... میری بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی اس میں مسلمان کی امداد اور اس کی تعظیم کی گواہی ہے اور یہ اپنوں بیگانوں سب کے ساتھ لازم ہے۔ کیونکہ ام مسطح نے جب تعس مسطح کہا یعنی مسطح ہلاک ہو جائے تو آپ نے فرمایا تو نے بری بات کہی کیا تو ایسے شخص کو کوستی ہے جس نے بدر میں حاضری دی۔ اور مسطح اس کا بیٹا تھا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی والدہ کے اس قول کا رد فرمایا جو اس نے اس کے متعلق کہا اور فرمایا کہ تو نے بری بات کہی۔ اور حدیث میں موجودہ لفظ بر یہ یا تترہ اس میں روای کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں کون سا لفظ

فرمایا۔ اور اس میں حالت پر توجہ کرنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے مسطح کے عادل ہونے کے بارے میں اپنے پاس موجود صورت حال سے دلیل کی کہ یہ بدر میں حاضر ہوا۔ اور اس کے بارے میں جو کہا گیا اس کا انکار فرمایا یہاں تک کہ آپ کے ہاں وہ بات یقین کے ساتھ ثابت ہوگئی اور اس میں دلیل ہے کہ دین کے داغدار ہونے سے ارباب فضیلت کو انتہائی دکھ ہوتا ہے کیونکہ آپ بتاتی ہیں کہ جب آپ کے بارے میں یہ غیر شائستہ بات کی گئی جو کہ دین کے بارے میں انتہائی عیب ہے تو آپ کو اس قدر غم لاحق ہوا کہ آنکھوں میں نیند تک باقی نہ رہی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اور آپ کا فرمانا کہ جب میں اپنے گھر لوٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے..... سوکنیں اس کے بارے میں کافی باتیں بناتی ہیں۔ اس میں کئی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ بیوی کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کا حق نہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے والدین کی زیارت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذن طلب کیا جب آپ نے اذن عطا فرمایا تو اس وقت وہاں سے نکلیں۔

دوسری وجہ: اس میں عمل مستحب کے جواز کی دلیل ہے جبکہ اس سے مراد وہ عمل ہو جو کہ دین میں سے اعلیٰ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اذن طلب کیا والدین کی زیارت کے لئے جو کہ مستحبات میں سے ہے جبکہ مراد یہ تھی کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس کی صحیح صورت حال معلوم کی جائے۔

تیسری وجہ: تو یہ کا جائز ہونا اور یہ ہے کہ کسی چیز کا اظہار کرنا جبکہ مراد کچھ اور ہو۔ کیونکہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والدین کی زیارت کے لئے اذن مانگا جبکہ ارادہ یہ تھا کہ والدین سے اس خبر کے یقینی ہونے کا پتہ کروں۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی فرمایا کرتے کہ جب کسی سمت غزوہ کے لئے نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اشارۃً کسی اور سمت کا ذکر فرماتے۔ سوائے ایک غزوہ (تبوک) کے کیونکہ یہ مقام بہت دور تھا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ”رازداری“ کے

ساتھ مدد ملے۔ کیا کرو۔

چوتھی وجہ: جس پر کوئی مصیبت نازل ہو جو کہ سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھتی ہے تو اس میں جلد بازی نہ کی جائے۔ تحقیق کی جائے حتیٰ کہ چھان پھٹک کے بعد خبر کا یقینی ہونا ثابت ہو جائے۔ اور اس کی اصل صورت حال سامنے آجائے۔ کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام مسطح نے ان کے بارے میں کہی گئی غیر شائستہ بات کی خبر دی تو آپ نے ان کی بات پر اعتماد نہ فرمایا یہاں تک کہ جا کر اپنی والدہ سے خبر کے یقینی ہونے کا پتہ کیا۔ اور معاملہ بالکل اسی طرح پایا جیسے آپ سے کہا گیا تھا۔ اور خبر واحد پر عمل کیا جائے گا مگر صرف دینی معاملات میں۔ رہے حوادث و واقعات تو اس کے بارے میں خبر واحد اس واقعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش کا سبب ہے یہاں تک کہ اس میں ضعف یا پختگی کا یقین ہو جائے۔

پانچویں وجہ: جس پر کوئی مصیبت اور حادثہ وارد ہو وہ اس بارے میں اپنے سب سے قریبی اور پسندیدہ شخص کی بات سے دلیل حاصل کرے بشرطیکہ وہ اس واقعہ سے واقف اور امور کے انجام کو سمجھتا ہو کیونکہ جب آپ پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس بارے میں اپنے والدین کی طرف متوجہ ہوئیں کیونکہ وہ دونوں سب لوگوں سے آپ کے زیادہ قریبی اور پسندیدہ تھے۔ اور انہیں دین، عقل، معرفت اور امور کے انجام کو جاننے میں ایسی سبقت حاصل ہے کہ ان کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی طرح آل صدیق رضی اللہ عنہم کے ہر شخص کے پاس امور کی ایسی معرفت پائے گا کہ اگر وہ اس کے ساتھ مملکت کی تدبیر کرے تو اس کی بہترین تدبیر کر سکتا ہے۔

چھٹی وجہ: مصیبت کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا کیونکہ جب آپ نے اپنی والدہ سے اس سانحے کا شکوہ کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ اپنے آپ پر آسانی کر۔ اور بہت عظیم تسلی اس علت کا بیان کرنا ہے جو کہ ایسے دردناک امر کا موجب ہوتی ہے۔ اور وہ بات ہے جسے انہوں نے بیان کیا کہ کسی شخص کے ہاں باوجاہت بیوی ہو جس سے وہ محبت کرے اور اس کی سونکیں ہوں تو اکثر ایسی باتیں کی جاتی ہیں۔ اور آپ کے لئے اسے قسماً بیان کیا۔

اور اس کلام میں پائی جانے والی استثناء میں بحث کی ضرورت ہے کہ منفصل ہے یا متصل؟۔ اور اگر متصل ہو تو اس سے کیا مراد ہے اور اگر منفصل ہو تو کیا مراد ہے؟۔ تو اگر منفصل ہو تو ان کا قول الا اکثر ن علیہا سے مراد یہ ہوگی کہ اس زمانے کی بعض عورتیں اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں کیونکہ عادت جاری ہے کہ جب کسی خاتون میں ان تینوں میں سے ایک خصلت پائی جائے تو عورتیں اس کے بارے میں کثرت سے باتیں کرتی ہیں تو جب کسی میں مجموعی طور پر تینوں ہی اکٹھی ہو جائیں تو صورتحال کیا ہوگی؟ اور اسے اس توجیہ پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اور اس کے ساتھ لگنے والے قرآن سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کی ضد جو کہ استثنائے متصل ہے محال ہے کیونکہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر محمول کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی کی غیبت نہیں کرتیں۔ تو ایسے معاملے میں کیسے ملوث ہو سکتی ہیں؟ تو ان سے غیبت کا واقع ہونا محال ہے۔ اور اسی طرح آپ کی والدہ نے اس چیز کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نہیں کیا کیونکہ دین کے معاملے میں ان کی پختگی بھی معلوم ہے تو ان سے یہ گمان کیسے واقع ہو سکتا ہے۔

اور اگر استثناء متصل ہے تو کلام کی تقدیریوں ہوگی کہ اگر اس کے بارے میں اس کی سوکنوں کی بعض خدمات اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں کیونکہ ام عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق یہ محال ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے متعلق ایسی بات کریں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ اور ازواج مطہرات کے حق میں بھی محال ہے کہ ایسی بات کریں۔ ان سے ایسی حرکت کیسے صادر ہو سکتی ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے منتخب فرمایا ہو۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا لستن کا احد من النساء (الاحزاب آیت ۳۲) تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند نہیں ہو۔ پس استثناء کو متصل تسلیم کرنے کے بعد صرف یہی صورت باقی رہ گئی کہ مراد سوکنوں کی خدمات ہوں اور اس کی مثل عربوں کی زبانوں میں بہت ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے حتیٰ اذا استیاس الرسل (یوسف آیت ۱۱۰) حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور یہ

تو معلوم ہے کہ رسل علیہم السلام کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ ناامیدی تو ان کے بعض خدام سے واقع ہوئی۔ اس قسم سے یہ قول ہے فان كنت في شك مما انزلنا اليك فسنل الذين يقرؤن الكتاب من قبلك (سورۃ یونس آیت ۹۴) اگر تجھے اس میں جوہم نے تیری طرف اتار کچھ شک ہو تو ان سے دریافت کر جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کبھی شک نہیں کیا جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا۔ اس سے مراد بعض پیروکار ہیں اور اسی طرح اس آیت میں ہے جس کے ہم درپے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی خدمات کے لئے شرط نہیں کہ سب کی سب ایمان والیاں ہوں بلکہ ان میں سے ایمان والیاں ہیں اور منافق بھی ہیں اور اس دور میں بہت سے منافق تھے اور وہ چوری چھپے آستان نبوت کی خدمت کے لئے قرب تلاش کرتے تھے۔

اور آپ کا سبحان اللہ فرمانا اس صدمہ کے ثابت ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کی تزییہ کے لئے ہے اور آپ کے الفاظ کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ولولا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم (النور آیت ۱۶) اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اس کے متعلق گفتگو کریں۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو صدمہ ثابت ہونے پر اپنے پروردگار کی کتاب کے نزول سے پہلے ہی اس کے موافق گفتگو کی توفیق عطا فرمائی۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ لوگوں نے اس کے متعلق باتیں کیں آپ کی طرف سے تعجب ہے کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ اس کا موجب ہے ہی نہیں۔ اور آپ کا فرمانا کہ میں نے یہ رات اس حال میں گزاری کہ میرے آنسو نہیں تھمتے تھے نہ ہی مجھے نیند آتی تھی اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ غموں کی وجہ سے بے خوابی اور آنسوؤں کا بہنا امر لازم۔ کیونکہ جب آپ نے سانحہ کی تحقیق کر لی تو آپ کا غم زیادہ اور آنسو بے حد و حساب ہو گئے اور اس کی

وجہ سے نیند ختم ہو گئی۔ اور دوسری وجہ۔ یہ ہے کہ ارباب فضیلت و خیر کا غم و اندوہ صرف آخرت کے حوالے سے ہوتا ہے کیونکہ جب آپ پر یہ صدمہ وارد ہوا تو اس میں آپ کا غم زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے متعلق اس کی بات کرنا دین میں نقص ہے۔ اور اگر یہ واقعہ دنیا کی جہت سے ہوتا تو آپ اس قدر غمگین نہ ہوتیں کیونکہ دنیا کو تو ان حضرات نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن رکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا چھڑ کے پر کے برابر ہوتی تو اس سے کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پلایا جاتا۔ اور حضرت مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح محمول کیا جائے گا یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا (سورۃ مریم آیت ۲۳) اے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی۔ کیونکہ ایک قول کے مطابق آپ صدیقہ ہیں اور ایک قول کے مطابق نبیہ ہیں۔ تو افتراء باندھنے والے کی بات سے کس قدر غمگین ہوں گی۔ آپ کے لئے اس کا اجر ہے جبکہ ان پر اس کا بوجھ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت مریم کے نبی ہونے کا قول مرجوح ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی چنانچہ اللہ سبحانہ اللہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیہم من اهل القرى“ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۹) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ چنانچہ تفسیر نور العرفان میں حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ، جن عورت کبھی نبی نہ ہوئے۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبوت، قضا، امانت مردوں کے لئے خاص فرمائیں۔ نیز تفسیر خزائن العرفان میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ فرشتے نہ کسی عورت کو نبی بنایا گیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بادیہ اور عورتوں میں سے کبھی کوئی نبی نہیں کیا گیا۔ نیز علم کلام کی معتمد و مستند منظوم تحریر جو کہ علامہ سراج الدین ابوالحسن علی بن عثمان اوشی کی تحقیق اینق ہے اس میں فرماتے ہیں۔

ولا عبدو شخص ذو افصال

وما کانت نبیا قط انثی

اور اس کا حاصل معنی نخبة اللالی میں جو کہ اس کی شرح ہے علامہ محمد بن سلیمان الحلبي الريحادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا انہ یجب اعتقاد ان الانبیاء علیہم السلام لم یکن احد منهم انشی ولا عبد اولاً کذاباً ولا ساحراً ولا من ارتکب ذنباً لان ذالك کله نقص وهم مبرءون عن النقائص افضل خلق الله اجمعین علیہم افضل الصلوٰة والتسلیم۔ کہ یہ اعتقاد واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی عورت غلام۔ کذاب۔ جادوگر اور گناہ کا مرتکب نہیں ہوا کیونکہ یہ سب کے سب نقص ہیں جبکہ انبیاء علیہم السلام نقائص سے بالکل مبرا اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ ان پر افضل درود اور اکمل سلام ہو۔ نیز اسی شرح یعنی نخبة اللالی میں فرمایا ولا من النساء لا نهن ناقصات العقل وقاصرات عن التبلیغ وامور النبوة من الخروج الى المحافل والمجامع والتکلم مع کل احد یعنی عورتوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوا کیونکہ یہ ناقصات العقل ہیں۔ تبلیغ اور امور نبوت سے قاصر کیونکہ نبی کو محافل اور مجموعوں میں نکلنا پڑتا ہے اور ہر کسی کے ساتھ گفتگو کرنا ہوتی ہے جبکہ عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ محمد محفوظ الحق غفر لہ ولو الٰہیہ) اور کہا گیا ہے کہ حضرت مریم نے یہ بات دربار حق سبحانہ و تعالیٰ پر غیرت کے طور پر کہی کہ آپ نے اسے جسم دیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ٹھہرایا گیا تو آپ کہہ رہی ہیں یا لیتنی مت قبل هذا۔ اے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور مجھ سے اس کا ظہور نہ ہوتا جس کی من دون اللہ عبادت کی گئی۔ ورنہ آپ کا مقام اس سے بہت ارفع ہے۔ سیدی ابوالعباس المرسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عارف کے خلاف منکرین کی گفتگو اس حقیر سے کیڑے کی طرح ہے جو کہ پہاڑ پر پھونک مارتا ہے۔ اور سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے نفس! تجھے کیا ہے کہ تو جلن میں ہے کیا حد سے گزرنے والے کی بات کی وجہ سے ہے؟ پناہ بخدا کہ تجھ پر اس شخص کی ردی گفتگو کی طرف توجہ غالب آگئی جو کہ کبھی ہدایت نہیں پاتا۔ ایسا گروہ جو کہ اہل عناد کے سرغنہ ہیں اور اہل فساد انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی رتبہ کی بناء پر تجھ

سے حسد کرتے ہیں تو اے نفس! تیرا حق ہے کہ تجھ پر حسد کیا جائے۔

اور آپ کا قول کہ جب وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو اپنے اہل خانہ کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا اور اس میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ: اس سانحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو اتفاق ہوا کہ اس بارے میں امر معلوم نہ ہوا تو یہ آپ کے معجزے اور من جانب اللہ کچھ لائے ہیں اس میں آپ کی سچائی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تو اتر سے ثابت ہے کہ آپ سے خارق عادات اشیاء کا ظہور ہوا اور آپ نے قیامت تک ہونے والے حالات کی خبر دی جبکہ اس سانحہ میں جو کہ آپ کے اہل خانہ کے بارے میں رونما ہوا آپ نے کسی شے کا اظہار نہ فرمایا یہاں تک کہ دوسروں سے مشورہ فرمایا کہ اس بارے میں کیا کریں۔ پس آپ سے اوصاف بشریہ ظاہر ہوئے تو یہ اس امر کی دلالت ہے کہ آپ جو بھی غیب کی خبریں اور معجزات لائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اگر صورتحال اس کے خلاف ہوتی جیسا کہ کفار اور معاندین کہتے تھے تو آپ بطریق اولیٰ اس سانحہ اور اس کے مشمولات کے علم کا دعویٰ فرماتے۔ جب کہ اصل صورت یہ ہے تو پتہ چلا کہ آپ کی تمام معلومات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطلاع سے ہیں۔ خود بخود نہیں۔

دوسری وجہ مشورے کا جواز: لیکن اس شرط پر کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ اس کا اہل ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا اور اس مسئلہ میں ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ یہ دونوں حضرات اپنی فضیلت کی بناء پر مشورہ کی اہلیت رکھتے تھے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ حوادث میں جوانوں سے مشورہ کرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے مشورہ طلب فرمایا جبکہ دونوں جوان تھے اسی لیے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ کو حوادث درپیش ہوتے تو جوانوں کو جمع کر کے ان کے متعلق مشورہ طلب

فرماتے۔

اور آپ کا یہ قول کہ فاما اسامہ فاشار علیہ بالذی لیعلم فی نفسہ من الود
 لہم یعنی اسامہ نے اس محبت کے مطابق مشورہ دیا جو کہ انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معلوم تھی۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ اسامہ نے کہا یا رسول
 اللہ! اللہ کی قسم آپ کے اہل خانہ کے بارے میں ہم خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اور حضرت
 اسامہ نے قسم کے ساتھ بات کی کیونکہ آپ سے مشورہ طلب کیا گیا ہے آپ گواہ نہیں ہیں تو
 اپنے قول پر قسم کھائی۔ اور آپ کا یہ قول کہ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ
 پر پابندی نہیں رکھی۔ اور اس کے علاوہ خواتین بہت ہیں اور لونڈی سے پوچھ لیں وہ آپ
 سے سچ کہہ دے گی۔ آپ نے یہ صرف اس لئے کہا کہ کسی شخصیت کی بہتان سے برأت
 سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسئلہ ظاہر کرنے کے مطابق
 حکم واقع کرنے کا علم ہو سکے اور چونکہ آپ کے یہ الفاظ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں
 فرمائی جدائی واقع کرنے اور باقی رکھنے کا احتمال رکھتے تھے اس لئے آپ نے لونڈی سے
 پوچھنے کی بات کر کے یہ اشارہ کیا کہ آپ نے باقی رکھنا ہی مراد لیا ہے۔ لیکن ازراہ ادب
 و احترام آپ نے غور کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا
 کہ بریرہ آپ کی خدمت میں ہر ایش چیز کا ذکر کرے گی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 اپنے اہل خانہ کے بارے میں خوشی ہوگی کیونکہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ
 میں خیر ہی کا علم رکھتے تھے۔ اس کے سوا آپ کے علم میں کچھ نہیں تھا۔ یہ ہے اس علم کی
 حقیقت جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا یہاں تک کہ آپ نے مذکورہ مسئلہ
 میں برأت حاصل ہونے کے باوجود غور و فکر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی چھوڑ دیا۔ تو
 آپ نے دونوں فائدے ایک ساتھ جمع کر دیئے۔

اور آپ کا یہ قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ کو فرمایا کہ تو نے اس میں کوئی
 شک کی چیز دیکھی ہے؟ اس سے مراد ایسی چیز جو کہ مذکورہ بات کے حوالے ہو۔ تو بریرہ نے

عموم کے ساتھ جواب دیا اور آپ سے ہر اس نقص کی نفی کر دی جو کہ اس جنس سے ہو جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال فرما رہے ہیں یا اس کے علاوہ ہو۔ اور عرض کی: بالکل نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اس سے کوئی ایسا امر نہیں دیکھا جس کا اس پر اعتراض کروں۔ اس کے بعد یوں استثناء کی کہ سوائے اس کے کہ نوعمر بچی ہے گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں جسے بکری کھا جاتی ہے۔ اور یہ استثناء منفصل ہے۔ اور نیند کوئی ایسی چیز نہیں جس کا کسی پر انکار کیا جائے خصوصاً بریرہ نے اس کی علت بھی بیان کر دی اور عذر بھی اور وہ نوعمری ہے۔ اور نوعمری میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور زیادہ آتی ہے۔ پس ان کا عذر ظاہر کر دیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ جب تو بے گناہ ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری بے گناہی کا اعلان فرمادے گا اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ خیر و صلاحیت والوں سے ایسی اشیاء کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس کا ان کے غیر سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ خصوصاً ازواج مطہرات جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا نساء النبی لستن کاحد من النساء۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اگر تو نے الامام کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان والوں سے اٹھالیا ہے۔ بقولہ تعالیٰ: والذین یجتنبون کبائر الاثم الفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرة۔ (سورۃ النجم آیت ۳۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں مگر شاذ و نادر۔ بیشک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔ اور لہم کے متعلق علماء کے اختلاف کے باوجود مراد وہ فرو گذاشت ہے جو کہ بے حیائی سے بہت کم ہے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں سے ہیں لہذا ان سے لہم کا بھی مطالبہ ہوا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اگر تو نے الامام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے الامام کو دوسرے سے گناہ واقع ہونے کی طرح قرار دیا۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت

و یطہرکم تطہیرا۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳) اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر نجاست دور کر دے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں پوری طرح پاک فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں صغائر و کبائر سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اسی لیے و یطہرکم تطہیرا کہہ کر اسے مصدر کے ساتھ تاکید بخشی۔ اور یہ صغائر کی ترک کو ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عقل مند کو وہ سزا دے گا جو کہ ان پڑھ کو نہیں دے گا اور اسے وہ ثواب دے گا جو کہ ان پڑھ کو نہیں دے گا۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! امی یعنی ان پڑھ ہے؟ فرمایا جاہل جس کی زبان جھوٹ بولنے والی ہو اور فضولیات میں مصروف رہنے والا اگرچہ پڑھنے لکھنے والا ہو۔ جبکہ حدیث کے آغاز میں عاقل کے متعلق بیان فرمایا جس کی زبان سچی خاموشی طویل اور اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں تو یہ عقل مند ہے گرچہ کتاب اللہ کی زیادہ تلاوت کرنے والا نہ ہو تقویٰ کے بغیر الفاظ و القاب کو اچھا کر کے اور چکنی باتیں کر کے زیب و زینت حاصل کرنا تو یہ سب کچھ بے مقصد اور دین اسلام کا مدار تقویٰ پر ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے یا آپ کے علاوہ کسی اور نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کیا ہی اچھے ہوتے اگر نحو کا علم حاصل کر لیتے۔ فرمایا: یہ علم مجھے کون پڑھائے گا؟ امام نے کہا کہ آپ کو میں پڑھاؤں گا۔ فرمایا مجھے اس علم کا ایک قول سنائیں۔ امام نے فرمایا: کہیے ضرب زید عمرا۔ فرمایا اسے کس لیے مارا؟ کہنے لگے یہ تو ایک مثال ہے۔ فرمایا مجھ پر وہ علم لازم نہیں جس کا آغاز جھوٹ ہے پس قیاس اور غور و فکر میں باریک بینی اور ان میں تبحر ہونا مطلوب ہے اور علوم عربیہ میں کمی عیب نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے کلام میں فصاحت اختیار کی اور غیر فصیح بات نہیں کی جبکہ ہم نے اعمال میں خرابی کی انہیں خوبصورت نہیں کیا۔ اے کاش کلام میں گرچہ ہم سے کوتاہی ہوتی لیکن ہم اعمال میں حسن پیدا کرتے۔ میں نے قاسم بن عمیر کے پاس عربیت کا ذکر کیا تو کہنے لگے اس کی ابتداء تکبر اور انتہا سرکشی ہے۔ اور بعض اسلاف نے فرمایا نحو سے دل کا خشوع ختم ہو جاتا ہے اور بعض نے فرمایا: جو چاہے کہ سب کو حقیر سمجھے تو

نحو سیکھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ بندہ گناہ کا اعتراف کرے پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے احتمال ہے کہ عموم پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ مخصوص ہو۔ اگر ہم کہیں کہ عموم پر ہے تو حق غیر سے معارضہ ہوگا کیونکہ اسے ادا کرنا یا اسے معاف کروانا ضروری ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے تو اس صورت میں عموم پر نہیں ہے صرف مخصوص ہے۔ اور وہ یوں کہ اس گناہ سے مراد وہ ہے جو کہ بندے اور رب کے درمیان ہو۔ تو اس کا حکم وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ گناہ کا اعتراف اور توبہ ہے۔

توبہ کی چار شرائط

اور فقہاء نے اس کی چار شرائط بیان فرمائی ہیں۔ ندامت۔ گناہ سے باز رہنا۔ حقوق العباد۔ لوٹانا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص کے ضمن میں چاروں ہی مراد ہیں۔ چنانچہ ندامت اور گناہ سے باز رہنا دونوں حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے عموم میں داخل ہیں کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرے پھر توبہ کرے۔ کیونکہ اعتراف صرف ندامت اور استغفار کے وقت ہی ہوتا ہے اور استغفار صرف باز رہنے کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر انسان معصیت سے استغفار کرے جبکہ اس کا ارادہ ہے کہ اس کا دوبارہ ارتکاب کرے تو یہ کذابوں کا استغفار ہے۔ اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہی توبہ ہے۔ اور توبہ حقوق لوٹائے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو پوری فرمائی تو میرے آنسو ٹھم گئے حتیٰ کہ مجھے ایک آنسو بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ فرماتی ہیں لیکن مجھے امید تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھیں گے جس سے میری برأت ثابت ہوگی۔ اس میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ: جب کسی شخص پر غموں کا ہجوم ہو جائے تو اس وقت آنسو ماند پڑ جاتے ہیں

کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات پوری فرمائی
فلسی دمی یعنی میرے آنسو منقطع ہو گئے اور آپ کا فرمانا احس۔ اس کا معنی یہ ہے
کہ آپ کوئی آنسو نہیں پاتی تھیں۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچانک تشریف
لانے سے آپ پر شدید غم وارد ہوا تو آپ کے آنسو خفیف ہو گئے اور منقطع ہو گئے۔

دوسری وجہ گفتگو اور عذر طلب کرنے میں نائب ہونا کیونکہ آپ نے اپنے والد
بزرگوار سے کہا کہ میری طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب دیں لیکن اس پر کبھی
سوال وارد ہو سکتا ہے اور وہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باطن کے حکم
کے بارے میں سوال کیا جبکہ ان کے سوا کسی کو اس کی معرفت حاصل نہیں کیونکہ کسی کو معلوم
نہیں کہ کسی دوسرے کے باطن میں کیا ہے؟ حتیٰ کہ اسے بیان کرے۔ اور اس کا جواب یہ
ہے کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہ میری طرف سے جواب دیں
صرف اس لئے کہی کہ آپ اشارہ فرما رہی ہیں کہ اس مسئلہ میں آپ کے باطن میں وہی کچھ
ہے جو کہ والدین کے باطن میں ہے اور وہ اس غیر شائستہ گفتگو کے سبب کانہ ہونا ہے۔

تیسری وجہ: مسائل میں ظاہر سے دلیل لینا۔ تو اگر دوسری وجہ کا احتمال ہو تو کسی
تشویش کے نہ ہوتے ہوئے ظاہر سے دلیل پکڑنا سمجھ میں زیادہ آتا ہے چہ جائیکہ تشویش اور
انتہائی غم بھی ہو۔ کیونکہ جب آپ کے والدین نے آپ کو وہ کچھ کہا جو کہا تو آپ نے کہا اللہ
تعالیٰ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں۔ اور آپ کے دلوں
میں پکی ہو گئی ہیں اور اسی کی تصدیق کرتے ہیں تو ان کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے
اس بات کی تصدیق کی ہے جو کہ آپ کے بارے میں کہی گئی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا پر یہ بات ان کے جواب سے خاموشی کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور یہ ظاہری الفاظ ان سے
سبقت کر گئے۔ جبکہ ان کی خاموشی تو صرف اس لئے تھی کہ اس امر کے عظیم اور وزنی ہونے
کی وجہ سے فی الوقت انہیں جواب دینا مشکل تھا۔

چوتھی وجہ: جسے کسی چیز کی تہمت لگائی گئی پھر اسے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا یہ صحیح

ہے یا نہیں تو اگر اس کے پاس باہر سے کوئی دلیل ہو جو اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے اپنی برأت بیان کرے۔ اور اگر وہاں اس کی اپنی گفتگو کے سوا کچھ نہ ہو تو اس وقت اسے اس کی گفتگو نفع نہیں دے گی۔، کیونکہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس معاملے کے متعلق پوچھا تو کہنے لگیں کہ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے گناہ ہوں اس بارے میں میری تصدیق نہیں کی جائے گی تو اس وقت اپنی برأت کے درپے نہ ہوئیں اور اپنا عذر بیان کر دیا۔ اور آپ کا اس سے چپ رہنا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے کہنے سے اس وجہ سے تصدیق واقع نہیں ہوگی کہ خارج میں اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو آپ کی بات کی تصدیق کرتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت نازل فرمادی تو آپ نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی کہ کیسے واقعہ ہوا کیونکہ اس بارے میں آپ کی گفتگو کی قرآن کریم تصدیق فرما رہا تھا (سر تسلیم خم کی برکت)

پانچویں وجہ۔ جسے کسی چیز کی تہمت لگائی جائے اور وہ تہمت کی نفی کے ساتھ اپنی مدد نہ کر سکے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کر دینا اور اس کے ماسوا کو ترک کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا جو فرمایا اور اس وقت آپ کے والدین خاموش رہے اور جواب سے پہلو تہی کی حالانکہ وہ دونوں آپ کے دکھ سکھ کا سہارا تھے۔ آپ نے ان دونوں میں سے کسی سے بھی تعلق نہ رکھا بلکہ اسباب سے روگردانی کر کے مسبب سے تعلق قائم رکھا اور مثال کے لئے فصیر جمیل کہا۔ تو یہ ہے حال اور مقال میں رجاء اور قطع اسباب کی صحیح صورت۔ تو جب آپ نے ایسا کیا تو عین وقت پر آپ کو مدد پہنچتی ہے۔ اسی لئے اہل تصوف کو دوسروں پر فضیلت دی گئی ہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کے دلوں میں کوئی چیز کھٹکتی تک نہیں مگر انہیں طلب کئے بغیر اسی وقت مل جاتی ہے کیونکہ دکھ سکھ میں انہیں اضطراب و مجبوری کی حالت حاصل رہتی ہے۔

سیدی محمد البکری نے فرمایا: میرے تمام اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اضطراب میں ہیں

اور میرا کوئی وقت اضطرار کے بغیر نہیں۔

برکاتِ تواضع

چھٹی وجہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا۔ اور میں اپنے آپ میں اس منصب سے حقیر تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن کریم کلام فرمائے گا تو جب آپ اپنے آپ میں اس قدر متواضع تھیں تو عنایت خداوندی شامل حال ہوئی یہاں تک کہ آپ کے حق میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور اس کی وجہ سے دوسروں پر آپ کو برتری حاصل ہوئی۔ اور بعض آسمانی کتابوں میں ہے: اے میرے بندے! تیرے لئے میرے دربار میں ایک راز ہے جب تک کہ تیرے لئے تیرے نفس کے ہاں کوئی مرتبہ نہ ہو۔ اور اسی معنی کی بدولت صوفیاء کو دوسروں پر برتری حاصل ہے کیونکہ ان کے نزدیک عمل میں داخل ہونے کی پہلی شرط نفس کو قتل کرنا اور اس کی لذتوں کو ترک کرنا ہے اور صاحب الحکم ابن عطاء اللہ السکندری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے وجود کو گنہگار کی زمین میں دفن کر دے کیونکہ جس سے دفن کئے بغیر کچھ آگے اس کا پھل پورا نہیں ہوتا اور ابن عباد فرماتے ہیں: ہمارا یہ طریقہ صرف انہیں لوگوں کے لائق ہے جنہوں نے اپنی ارواح کو جاروب کشی کر کے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا اور سید العارفین ہمارے استاذ محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں وسعت فرمائے) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اگر کوئی شخص مجھے کان سے پکڑ کر خان الخلیلی کے مقام میں لے جائے اور مجھے بیچنے کی آواز لگائے تو میں مخالفت نہیں کروں گا۔

اور مجھے سیدی ابوالسرور ابن الشیخ العمدۃ خاتمۃ المفسرین سیدی محمد بن جلال الدین البکری نے بیان کیا فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی ابوالموہب البکری کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے نزدیک سمور اور کھدر کا لباس۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑے کی اورنگی پشت والے گدھے کی سواری اور خاص طعام اور نمک کھانا برابر ہے۔ شیخ ابوالسرور فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالیٰ

میں سب پر قدرت رکھتا ہوں سوائے مذمت اور مدحت کے۔ کیونکہ جو میری تعریف کرے اسے پسند کرتا ہوں اور جو مذمت اور مدحت کے۔ کیونکہ جو میری تعریف کرے اسے پسند کرتا ہوں اور جو مذمت کرے اسے پسند نہیں کرتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دستور ہے جو کہ اس نے آل ابی بکر میں جاری فرمایا۔ ظاہر میں بادشاہ ہیں اور تواضع میں غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے انہیں دوسروں پر برتری بخشی اور اسی لیے اہل دنیا نے تکبر کیا اور بلندیاں طلب کرنے کے لئے ان کے خادم بن کر لوٹے۔ پس انہیں نیچا کیا گیا اور وہ تواضع چاہنے والوں کے خادم بن گئے۔

پھر ایک سوال رہ گیا جو کہ آپ کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ میں نو عمر لڑکی تھی اور وہ یہ سوال ہے کہ اپنی کم سنی کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ اس لئے بیان کیا کہ اپنا عذر ظاہر کریں۔ اور یہی وجہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آپ کو اس وقت قرآن کریم تھوڑا سا حفظ تھا اگر کوئی کہے کہ یہ بیان کرنے کا کیا فائدہ کہ انہیں قرآن کریم زیادہ حفظ نہیں تھا؟ جبکہ اس کے ساتھ یہاں کوئی غرض وابستہ نہیں ہے۔ اسے کہا جائے گا کہ آپ نے یہ اس لئے بیان فرمایا تاکہ اس عذر کو واضح کریں جس کی وجہ سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کا جواب نہیں دیا جو کہ سرکار علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمائی بلکہ خاموش رہیں۔ کیونکہ قرآن کریم متعدد احکام پر مشتمل ہے۔ تعلق باللہ اور ترک اسباب۔ ظاہر میں اسباب کو عمل میں لانا اور باطن کو اس سے خالی رکھنا اور یہ زیادہ عظیم اور پاکیزہ ہے۔

حکمت اور حقیقت توحید

کیونکہ یہ حکمت اور حقیقت توحید کو جمع کرنا ہے۔ اور یہ مقام صرف عارفین کو حاصل ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے وانہ لذو علم لما علمناہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سورۃ یوسف آیت ۶۸) اور بے شک وہ علم والے تھے اس وجہ

سے کہ ہم نے انہیں پڑھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اسباب پر عمل فرمایا اور انہیں پورا کرنے کی پوری کوشش فرمائی اور یہی مقتضائے حکمت ہے۔ پھر سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا اور اسی کے سپرد کر دیا اور یہ حقیقت توحید ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جب آپ کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنی پونجی لے کر آپ کی خدمت میں یہ بیان کرنے آئے کہ عزیز مصر نے پونجی واپس کر دی ہے۔ اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کے بھائی بنیامین کو ان کے ساتھ بھیج دیں تو آپ کے نزدیک اس معاملہ میں احتمال پیدا ہو گیا کہ یہ ان کی طرف سے بنیامین کو تلف کرنے کا وہی منصوبہ ہے جو کہ یوسف کو تلف کرنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ یا کسی اور کی طرف سے حیلہ ہے کہ بنیامین اس کے پاس پہنچ جائے تاکہ اسے یوسف کی خبر دے۔ اور بھائیوں سے ڈرتا ہو کہ انہیں خبر دے تو کہیں اسے اسی طرح ضائع نہ کر دیں جیسے یوسف کو ضائع کیا۔ تو جب آپ کے نزدیک اس امر میں دو وجہوں کا احتمال تھا تو ایک کے لئے تو احتیاط اختیار کی اور وہ ان پر اتلاف بنیامین کی تہمت ہے پس ان سے پختہ عہد لیا۔ اور دوسرے احتمال کے لئے یہ احتیاط کی کہ فرمایا لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة (یوسف آیت ۶۷) شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور یہ اس امید پر کہ بنیامین اکیلا رہ جائے تو یوسف علیہ السلام کی خبر معلوم کرے جس کی آپ کو امید تھی۔ پس یہ تو ہیں اسباب مقتضائے حکمت کے مطابق۔ پھر آپ نے اپنے بطن میں مستور حقیقت توحید کو صاف صاف ظاہر فرما دیا اور جو اسباب اختیار کیے سب سے قطع کر لی۔ چنانچہ فرمایا:

وما اغنی عنکم من اللہ من شیء ان الحکم الا للہ علیہ تو کلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون۔ (سورۃ یوسف آیت ۶۷) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ ان دونوں حالتوں کو جمع کیسے کیا جاتا ہے؟ جبکہ ان دونوں کو جمع کرنا بطور عبادت مطلوب ہے اور اسی پر حضرات انبیاء کا عمل ہے علیہم صلوة اللہ و سلامہ۔ جیسا کہ ان کے حالات اور مقالات کے تجسس سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر معاملہ طویل نہ ہوتا تو ہم اس سلسلے میں ایک ایک کے

مناقب بیان کرتے لیکن عقل مند تجسس کرے تو اسے پالے گا۔ اور یہی حالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی کہ آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے گئے پھر بھی آپ اس کے بعد اس قدر قیام فرماتے کہ پائے نازک متورم ہو گئے اور کثرت مجاہدہ کی وجہ سے بطن اقدس پر پتھر باندھتے تھے اور صبح شام کچھ کھائے پئے بغیر کئی کئی دن روزے سے رہتے۔ اور آپ ہی اعمال شرعیہ جاری فرمانے والے ہیں اور اسی عظیم صفت کی وجہ سے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ترک فرمادیا اور اس سے دوسری صفت کی طرف پھر گئیں اور وہ آپ کا حقیقت توحید سے وابستہ ہونا اور حکمت کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو ترک کرنا ہے آپ نے عذر پیش کیا کہ اس وقت مجھے قرآن کریم زیادہ حفظ نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کو پورا قرآن کریم حفظ ہوتا تو عظیم صفت پر عمل کرتیں اور جو اس سے کم ہے اسے ترک کر دیتیں۔

اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ آپ کو جو کرنا تھا وہ نہیں کیا اور اسے ترک کرنے کا عذر اس تعریض کے ساتھ پیش کیا؟ تو اسے کہا جائے گا کہ آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ مطالبہ فرمایا تھا کہ اگر وہاں کوئی چیز ہے تو اس کا اعتراف کرو اور معافی مانگو اور اگر کچھ نہیں ہے تو اسے ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمائے گا اور تمہاری تصدیق فرمائے گا تو اس سوال کا جواب یہ تھا کہ آپ عرض کرتیں اللہ تعالیٰ کی قسم لوگ جو کچھ کہتے ہیں مجھے اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں اور مولاً جلیل کی طرف سے وعدہ جمیل کی وجہ سے مجھے بے گناہی کے اعلان کی امید ہے۔ یا اسی معنی پر مبنی کوئی اور گفتگو ہوتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بری فرمادے گا۔ تو آپ نے دونوں حالتیں جمع کی ہوئیں۔ تو جب آپ نے اس سے اس صورت کی طرف توجہ بدلی جو آپ نے حدیث پاک میں ذکر کی تو ضرورت ہوئی کہ اس تعریض کے ساتھ عذر پیش کریں۔ گرچہ اس وقت یہ فعل یعنی حقیقت توحید سے وابستگی اور ترک اسباب آپ کی کم سنی کی وجہ سے بہت عظیم مرتبہ تھا لیکن پختگی کے وقت اسے پسند نہ فرمایا پس اس سے معذرت

طلب کی اور اس میں اس امر پر دلیل ہے کہ مجتہد جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے پھر اس پر اس کے خلاف ظاہر ہو جو اس نے پہلے کہا تو اس کی گنجائش ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاملہ کی مثال حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ دی جب آپ نے فصر جمیل فرمایا یہ صرف اسی مقصد کے لئے تھی جو ہم نے پہلے بیان کیا اور وہ حقیقت توحید سے وابستگی ہے کیونکہ صبر جمیل صرف وہی ہوتا ہے جس میں سر تسلیم خم کرنے اور تمام تقدیروں پر یقین کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

اور آپ کا فرمانا کہ اللہ کی قسم ابھی آپ اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے اور نہ ہی گھر میں موجود لوگوں سے کوئی باہر نکلا..... اس میں کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جب صدمہ شدید ہو جائے تو اس وقت کشائش قریب ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اچانک تشریف لا کر یہ فرما دینا۔ اور والدین کا جواب سے خاموشی اختیار کرنا آپ پر اس معاملے کی شدت کا باعث ہوا۔ تو جب مصیبت شدید ہو گئی تو اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے کشائش آگئی۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں واللہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے نہیں اٹھے اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو گیا۔ تو آپ خبر دے رہی ہیں معاملہ کہ طویل نہیں ہوا۔ حدیث میں موجود لفظ برحاء کا معنی شدت اور جمان کا معنی موتی ہے تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبین مقدس پر وحی کے نزول کے وقت! پسینہ اترنے کو موتی سے تشبیہ دی۔ گرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کا حسن موتی کے حسن سے زیادہ گر انقدر تھا۔ لیکن محسوسات میں اس سے زیادہ اعلیٰ اور حسین شے نہیں ہے جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔

تشبیہ کی تعریف اور اس کے متعلقات

شیخ زین العابدین البکری نے فرمایا کہ تشبیہ یہ ہے کہ مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے احکام میں سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اور اس کا مقصد اسے باطن سے ظاہر کی طرف نکال کر نفس کو انس دلانا ہے۔ اور اسے بعید سے قریب کرنا ہے تاکہ بیان کا فائدہ دے۔ اور تشبیہ کے

آلات حروف۔ اسماء اور افعال ہیں۔ پس حروف جیسے کاف کر مادا اشتدت کأن جیسے کانہ روؤس الشیاطین اور اسماء مثل۔ نحو اور شبہ جو کہ مماثلت اور مشابہت سے لئے جاتے ہیں۔ طیبی نے فرمایا کہ مثل کا لفظ صرف حال یا اس صفت میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی شان ہو اور اس میں اجنبیت ہو۔ اس کی مثال۔ مثل ما ینفقون فی هذه الحیوة الدنیا کمثل ریح فیها صر اصابت حرث قوم ظلموا انفسهم فاهلکتہ (آل عمران آیت ۱۱۷) اس کی مثال جو وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ہوا ہو جس میں سخت ٹھنڈک ہو جو کہ ایک قوم کی کھیتی کو لگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو پس کھیت کو فنا کر دے۔ اور افعال جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے بحسبہ الظمان ماء (سورۃ النور آیت ۳۹) پیاسا سے پانی خیال کرتا ہے۔ یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی (سورۃ طہ آیت ۱۸) آپ کو ان کے جادو کے اثر سے یوں دکھائی دینے لگیں جیسے وہ دوڑ رہے ہوں۔

اور اہل دانش کو تشبیہ اپنی دونوں طرفوں کے اعتبار سے چار قسموں پر منقسم ہونا معلوم ہے۔ کیونکہ وہ دونوں تو حسی ہیں یا عقلی ہیں۔ یا مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہے یا اس کے برعکس ہے۔ پہلی قسم کی مثال والقمر قدر ناه منازل حتی عاد کالمرجون القدیم (بین آیت ۳۹) اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ کھجور کی بوسیدہ شاخ کی مانند رہ جاتا ہے۔ کانہم اعجاز نخل منقعر (القرآیت ۲۰) گویا وہ اکڑی ہوئی کھجور کے ٹڈھ ہیں۔ اور دوسری قسم کی مثال فہی کالججارة او اشد قسوه (البقرہ آیت ۷۴) پس وہ پتھر کی طرح ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ برہان میں اس کی مثال اسی طرح بیان کی ہے جبکہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گویا آپ نے گمان کیا کہ تشبیہ سختی میں واقع ہوئی ہے اور یہ ظاہر نہیں۔ بلکہ وہ قلوب اور سختی کے مابین واقع ہے۔ پس یہ قسم اول میں سے ہے۔ اور تیسری قسم کی مثال مثل الذین کفرو ابرہم اعمالہم کر ماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف (ابراہیم آیت ۱۸) جنہوں نے اپنے رب کا انکار

کیا ان کی مثال ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں جسے سخت آندھی کے دن تند ہوا تیزی سے لے اڑی۔ اور چوتھی قرآن کریم میں واقع نہیں ہوئی بلکہ امام نے اسے سرے سے ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ عقل کو حس سے حاصل کہا گیا ہے پس محسوس اصل ہے معقول کی۔ اور اسے اس کے ساتھ تشبیہ اصل کو فرع اور فرع کو اصل قرار دینے کو لازم کرتا ہے اور یہ جائز نہیں۔

تشبیہ کا قاعدہ

اور یہاں ایک قاعدہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں مزید فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تشبیہ اگر مذمت کے لئے ہو تو اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ام نجعل المتقین كالفرجار (ص آیت ۲۸) کیا ہم پر ہیزگاروں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے۔ یعنی بری حالت کے اعتبار سے۔ یعنی ہم ان کے متعلق ایسا نہیں کریں گے اور اس پر مثل نورہ کمشکوۃ (نور) پیش کر کے اعتراض وارد کیا گیا ہے (کہ یہاں مقام مدح میں اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے) اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ مخاطبین کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہے کیونکہ اس کے نور سے کوئی شے اعلیٰ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مخفی نہ رہے تشبیہ کا فائدہ اس پوشیدگی کا اظہار ہے جس کا ظاہر ہونا ممکن ہے اور حق تعالیٰ کا نور مثال ہے اور ہر حال میں تشبیہ سے بے نیاز ہے تو معنی صرف یہی باقی رہ گیا کہ اس کے اس نور کی مثال جسے ممکن ہے کہ تم دیکھ سکو۔ یا تمہارے لئے ظاہر ہو جائے کمشکوۃ الخ۔ پس اس اعلیٰ سے تشبیہ دی گئی جو ان کے ہاں ظاہر ہو۔

اور اگر مدح کے طور پر ہو تو ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دی جائے گی جیسے کہ کہنے والا کہتا ہے ہسی کا لیا قوت۔ یا قوت کی طرح کے سنگریزے۔ انتھی کلام زین العابدین البکری۔ اور میں نے اس کے فائدہ کی عظمت کے لئے اسے اس کی طوالت سمیت ذکر کر دیا۔

دوسری وجہ: جب حالت وحی منکشف ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکرانا۔ اس میں کئی وجوہ کا احتمال ہے۔ پہلا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا اس مسرت کی وجہ سے ہے جو

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امداد کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوئی۔ دوسرا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا اس لئے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا حزن و ملال زائل فرمادیں۔ تیسرا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا بیک وقت دونوں وجہوں کی بنا پر ہوا۔ چوتھا احتمال یہ کہ بشارت عظمیٰ کے ساتھ وارد ہونے والا پہلے اس کی خبر دے کر کچھ ستاتا ہے اور اس میں سے کچھ بیان کرتا ہے تاکہ اس کا علم حاصل ہو جائے البتہ اسی وقت سب کچھ بیان نہیں کرتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ پر اسی وقت آیت کی تلاوت نہیں فرمائی پہلے تو مسکرائے۔ پھر مسکرانے کے بعد آپ کو اجمالی طور برأت کا علم ہو گیا اور جس گھبراہٹ میں مبتلا تھیں دور ہو گئی تو اس وقت آپ نے آیات کی تلاوت فرمائی اور شروع میں ہی اس کی خبر دینے سے رکنا اس لئے تھا کہ جب ایک دم خوش خبری دی جائے تو متعلقہ شخص کے متعلق خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں خوشی کی شدت کی وجہ سے اس کا جگر پھٹ نہ جائے۔ اور اسی طرح اس کا عکس ہے اور وہ مصیبت ہے۔ اور تاریخ میں ایسے بہت حضرات کے متعلق منقول ہے کہ انہیں اچانک خوشی لاحق ہوئی اور ان کا کام تمام ہو گیا۔ اور کئی لوگوں کو اچانک صدمہ لاحق ہوا اور ان کا کام تمام کر دیا۔ اور اسی مقصد کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں قمیض بھیجا۔ پھر قمیض کے بعد خوش خبری دینے والا پھر ملاقات اور یہ اسی خطرے کے پیش نظر تھا جو ہم نے بیان کیا۔ کیونکہ جب ایسی خبریں قسط وار بیان کی جائیں تو نفوس تھوڑا تھوڑا کر کے مانوس ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان کے پاس تحقیقی صورت حال پہنچے تو وہ مانوس ہو چکے ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت والدین کی اطاعت سے پہلے ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرو اور آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جاؤ۔ تو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور خدمت

کے لئے اس کام کو ترک کر دیا جس کا آپ کی والدہ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ اللہ کی حمد کرو خوش خبری کے طریقے پر محمول کیا بطور امر نہیں۔ پس آپ کی والدہ نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑے ہونے کا حکم دیا کیونکہ ان کی خدمت میں قیام کرنا ان کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو وہ اس نعمت کے شکر یہ کے طور پر ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج شریف سے زیادہ واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ آپ کس امر سے خوش ہوتے ہیں لہذا آپ نے وہی کام جلد کیا جو آپ کے علم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا اور وہی آپ کی مراد تھی۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے سوا کسی کی حمد نہ کی جائے نیز اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واللہ! میں ان کی طرف قیام نہیں کروں گی اسے سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خاموشی جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس کی گواہی دیتی ہے۔

اور میں نے اپنے شیخ حافظ السنہ محمد البالی کو الملاء میں فرماتے سنا! ورنہ آپ اس بات پر سب سے پہلے حد قائم کرتے اور اگر عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام اس وجہ کے خلاف صادر ہوتا جس کی ہم نے تقریر کی ہے تو انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قیام پر مجبور کرتے۔ کیونکہ حدیث تیمم کے بیان میں جب آپ کا ہار گم ہو گیا تو اسے بہت کم صورت حال میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس زجر و توہین کا صدور ہوا چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کے پہلو میں کچھ کالگایا اور یہ کہتے ہوئے انہیں عتاب فرمایا کہ تو نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور لوگوں کو روک رکھا ہے جبکہ پانی دستیاب ہے نہ ان کے پاس پانی ہے حالانکہ آپ سے عدا ہار نہیں گرا تھا۔ آپ نے کوئی بات کی نہ کچھ کیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اختیار

کے ساتھ ہی ٹھہرے رہے تو چونکہ یہاں آپ کی گفتگو اور حکمت عملی کا انتخاب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے موافق تھا اسی لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ و اختیار نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ارادہ و اختیار کے عین مطابق تھیں۔ اور یہ حکمت عملی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور دوسروں پر آپ کے مقام کی برتری کی شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ آپ نے کم سنی کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی اور اپنی والدہ کی رضا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی رعایت کی۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو دیکھا ہی نہیں۔

حکمت دقیقہ

اور یہاں ایک دقیق حکمت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اسے ظاہر کریں تاکہ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلیل لی جاسکے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنی قدرت کے ساتھ عورت کے پانی کو مرد کے پانی کے ساتھ جمع فرمادیتا ہے۔ پس یہ چالیس دن تک عورت کی نسوں میں رہتا ہے پھر چالیس دن بعد خون کی شکل میں رحم میں جمع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اپنی انگلیوں کے درمیان اس جگہ کی مٹی لیتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ کہ اس مخلوق کی تربیت یہاں ہوگی۔ پس فرشتہ وہ مٹی اس خون میں گوندھتا ہے جو کہ رحم میں جمع ہے۔ پھر پیدا ہونے تک اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں پس شارع علیہ السلام کی نص کے مطابق اس کی تصویر بنائی جاتی ہے جبکہ زمینیں مختلف ہیں ان میں نرم اور سخت ہیں۔ کسی میں کھیتی اگتی ہے کسی میں نہیں اگتی۔ اور جو اگتا ہے کچھ تو اسی وقت کھایا جاتا ہے۔ اور کچھ کا کھانا تاخیر سے ہوتا ہے اور یہ حسی طور پر موجود ہے۔ تو سر زمین حجاز میں ہم کھجور کو دیکھتے ہیں کہ زمین کے ساتھ ہے اور پھل اٹھائے ہوتی ہے اسی لیے حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نوعمری میں زوجیت سے مشرف فرمایا کیونکہ وہ حسی اور معنوی طور پر حجازی مٹی سے تخلیق یافتہ ہیں۔ تو کھجور کا پھل اور اس کی لذت آپ کو نوعمری اور حد تکلیف تک پہنچنے سے پہلے ہی ظاہر ہو گئی۔ تو بلوغ کے بعد کا اندازہ کر لو۔ اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اخذوا عنہا شطر دینکم ان سے اپنا نصف دین حاصل کرو۔

اور آپ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ان الذین جاءوا بالافک عصبه منکم لا تحسبوه شر الکم بل هو خیر لکم لکل امرء منہم ما اکتسب من الاثم والذی تولى کبرہ منہم له عذاب عظیم (النور آیت ۱۱) بیشک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے تم اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس گروہ میں سے ہر شخص کے لئے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ حدیث پاک کے آخر تک اس میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ: اہل بدر کی عصمت بایں معنی نہیں تھی کہ وہ خلاف نہیں کرتے۔ یہ ان کے خلاف ہے جن کا یہ مذہب ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کو جو کہ آپ نے اپنے پروردگار کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے اہل بدر! تم جو چاہو کرو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ وہ گناہوں میں گرنے سے محفوظ ہیں اور اگر ارادہ کریں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی حفاظت کی جاتی ہے اور ہمارے زیر بحث مسئلہ سے اس پر اعتراض واقع ہوتا ہے کیونکہ سطح اہل بدر سے ہے۔ اور دیکھو وہ اس افک میں گر گیا۔ تو اس صورت میں اعملو ما شئتم صرف عموم پر رہ گیا خصوص پر نہیں۔ تو اس کا معنی یہ ہو گا یہ لوگ بخشے ہوئے ہیں جب تک کہ پسندیدہ حال پر ہیں اور اگر ان میں سے کوئی گناہوں میں گر جائے تو اس پر حد قائم کر کے یا توبہ جیسی کسی اور وجہ سے اس کے لئے بخشش کا سبب مقرر کر دیا جاتا ہے اور حدود سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے تو انہیں مغفرت شامل ہو جاتی ہے۔

دوسری وجہ: انسان کا اپنے لئے اپنے اہل خانہ کے لئے اور اہل قرابت کے لئے
تصرف کرنا خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا۔ وہ ان میں سے کسی کے اختیار کی طرف
نہیں دیکھتا کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بدلہ نہیں
لیا جب کہ ان کے بارے میں کہا گیا جو کہا گیا۔ اگرچہ آپ کی صاحبزادی تھیں کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے اس بارے میں حکم نہیں فرمایا۔ پس آپ اصل کے ساتھ۔ وابستہ اور قائم رہے۔
اور قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے نزول سے پہلے مسطح سے قطع تعلق نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس
پر آپ کا احسان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ تو اگر اس سے اسی وقت تعلقات منقطع
کر لیتے تو اس میں نفس کا حصہ ہوتا اور اس کی مدد ہوتی۔ تو آپ نے اسے ترک کر دیا اور
جیسے ہی قرآن پاک کی آیات کا نزول ہوا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے
بدلہ لیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت عائشہ کی جو مدد کی وہ صرف اللہ تعالیٰ کے
لئے غیرت کے طور پر تھی نہ کہ اپنی صاحبزادی کے لئے اور اسی مقصد کے لئے تھی جس کے
ساتھ حضرت عائشہ کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمایا اور عزت بخشی نہ کہ ان کی ذات کے لئے۔
اور اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کرتے ہوئے مسطح سے قطع تعلق فرمائی اگرچہ
وہ آپ کے قرابت داروں میں سے تھا۔ تو چونکہ آپ کا اپنے اہل خانہ اور اہل قرابت میں
تصرف اپنے پروردگار کی رضا کے مطابق ہے نہ کہ اپنے اہل خانہ اور اپنی مرضی کے مطابق تو
اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے ہے اور اس نے آپ کی اور آپ کی
اولاد کی اصلاح فرمائی حتیٰ کہ ان کی مدح میں آیات نازل فرمائیں اور انہیں اعزازات سے
نوازا۔

شکر کی حقیقت اور فضیلت

ہم اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے
حکایت کے طور پر فرمایا ان اشکر نعمتک الی انعمت علی (النمل آیت ۱۹) مجھے
توفیق عطا فرما کہ تیری نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر فرمائی۔ چونکہ حضرت

صدیق رضی اللہ عنہ سید الاشراف ہیں آپ نے شکر طلب کیا جو کہ مقامات میں سب سے عظیم ہے اور لغت میں شکر کا معنی کشف و اظہار ہے کہا گیا ہے کہ کثر اور شکر کا معنی ہے جب شگاف آشکارا ہو جائے پس اسے ظاہر کر دے۔ تو اظہار شکر اسے زبان کے ساتھ واضح کرنا ہے اور وہ ذکر و ثناء کی کثرت۔ اور انعامات و نوازشات کی احسن طریقے سے اشاعت کرنا ہے اور یہ زبان کا شکر ہے۔ قوت القلوب میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (النساء آیت ۱۳۷) اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔ پس شکر کو ایمان کے ساتھ ملایا اور دونوں کے پائے جانے پر عذاب اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَسَجِزَى الشَّاكِرِينَ (آل عمران ۱۳۵) ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔ اور ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روایت کی گئی کہ شکر نصف ایمان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دیا ہے اور اسے ذکر کے ساتھ ملایا۔ چنانچہ فرمایا: فَاذْكُرُونِي إِذْ كَرَّمْتُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون (البقرہ آیت ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو بڑا عظیم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا وَلِذِكْرِ اللَّهِ اَكْبَر (العنکبوت آیت ۱۳۵) اور واقعی اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے پس شکر بھی اس کے قرین ہونے کی وجہ سے افضل ہو گیا۔ اور اپنے فرط کرم کی وجہ سے اپنے بندوں کی طرف سے جزا کے طور پر شکر کے ساتھ راضی ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاذْكُرُونِي إِذْ كَرَّمْتُمْ وَاشْكُرُوا لِي بندوں کی طرف سے امر کی تحقیق اور شکر کی تعظیم کے لئے جزا کے لفظ کے ساتھ نکلا ہے کیونکہ فاء شرط و جزا کے لئے ہے اور اس سے پہلے لایا گیا کاف تمثیل کے لئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول فَاذْكُرُونِي اللَّهُ کے قول کما ارسلنا فيكم رسولا کے ساتھ متصل ہے (البقرہ آیت ۱۵۱) یعنی جیسا کہ ہم نے تم میں رسول بھیجا۔ یعنی پس تم مجھے یاد کرو اور میرا شکر ادا کرو اور عرب مثل کے ذکر سے کاف پر کفایت کرتے ہیں جس طرح کہ سوف سے س پر کفایت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول

سنوئہم (النساء آیت ۱۲۶) اور سنندر جہم (الاعراف آیت ۱۸۳) اور یہ شکر کی وہ عظیم فضیلت ہے جسے علماء ربانیین ہی جانتے ہیں۔

اور ہمیں حضرت ایوب علیہ السلام کی خبروں میں یہ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں اپنے اولیاء سے مکافات کے طور پر شکر پر راضی ہوں یہ ایک طویل کلام کا اقتباس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول لا قعدن لہم صراطک المستقیم (الاعراف آیت ۱۶) میں ضرور ان کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا کی تفسیری وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ سیدھی راہ سے مراد راہ شکر ہے۔ اگر شکر قریبی راستہ نہ ہوتا جو کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے تو دشمن اسے قطع کرنے کے لئے مصروف عمل نہ ہوتا اور اگر شکر گزار انسان اللہ تعالیٰ رب العالمین کا محبوب نہ ہوتا تو یہ لعین اس آیت میں اس سے دشمنی کا اظہار نہ کرتا۔ ولا تجدا کثرہم شاکرین (الاعراف آیت ۱۷) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وقلیل من عبادی الشکور (الباق آیت ۱۳) اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔

شکر میں قطعیت اور پانچ اشیاء میں استثناء

اور اللہ تعالیٰ نے شکر کے ساتھ نعمت کو زیادہ کرنا قطعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور استثناء نہیں فرمائی۔ جبکہ دیگر پانچ چیزوں میں استثناء کا ذکر فرمایا ہے۔ غنی کرنے۔ دعا قبول فرمانے رزق دینے۔ معاف کرنے اور توبہ قبول کرنے میں چنانچہ ارشاد فرمایا فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء (التوبہ آیت ۲۸) تو تمہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے گا۔ نیز فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (الانعام آیت ۴۱) پس وہ تکلیف دور کر دے گا جس کے لئے تم نے پکارا تھا اگر وہ چاہے گا اور فرمایا واللہ یوزق من یشاء بغير حساب (البقرہ آیت ۲۱۲) اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اور فرمایا یغفر لمن یشاء (الفح آیت ۱۳) جسے چاہے بخش دیتا ہے اور فرمایا یتوب اللہ من بعد ذالک علی من یشاء (التوبہ آیت ۲۷) پھر اللہ تعالیٰ جس سے چاہے توبہ قبول فرماتا

ہے۔ جبکہ شکر کے ساتھ استثناء کے بغیر زیادہ عطا کرنے کی مہر لگائی ہے چنانچہ فرمایا اللہ سن شکر تم لا زید نکم (ابراہیم آیت ۷) اگر تم شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کروں گا۔ پس شکر اضافے پر مبنی ہے اور شکر گزار انتہائی اضافہ احسانات کے ساتھ مشرف ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جو کہ قلیل و کثیر پر اس کا شکر کثرت سے کرتا ہے اور اس کی طرف شکر و ثناء کی تکرار رہتی ہے۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مناجات میں مروی ہے اے ایوب! آدمیوں میں سے میرے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے ہیں۔ جب وہ میری نعمتوں پر میرا شکر کرتا ہے تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں: یا اللہ اس کی نعمتوں پر نعمتوں کا مزید اضافہ فرمایا کیونکہ تو ہی شکر و حمد کے لائق ہے۔ پس تو شکر گزاروں کو قرب عطا فرما۔ اور انہیں نعمتوں اور شکر میں زیادہ فرما۔ اے ایوب! شکر کرنے والوں کی سر بلندی کے لئے یہی کافی کہ میری بارگاہ میں اور میرے فرشتوں کے ہاں انہیں مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے میں ان کے شکر کی قدر کرتا ہوں۔ میرے فرشتے ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور قطعاً زمین اور نشانات ان کی یاد میں روتے ہیں تو اے ایوب! میرا شکر گزار اور میرے انعامات کو یاد کرنے والا ہو جا کیونکہ تو مجھے یاد نہیں کرتا حتیٰ کہ میں تجھے یاد کرتا ہوں اور تو میرا شکر ادا نہیں کرتا حتیٰ کہ میں تیری قدر شناسی کرتا ہوں۔ میں ہی اپنے اولیاء کو اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہوں۔ اور اپنی توفیق پر انہیں شکر کا القاء کرتا ہوں اور میں ان سے شکر کا تقاضا کرتا ہوں اور اس پر صلہ کے طور پر اس سے راضی ہو جاتا ہوں۔ کثیر شکر سے راضی ہو جاتا ہوں۔ قلیل کو قبول کر کے اس پر اجر جزیل عطا کرتا ہوں۔ اور میرے ہاں بندوں میں سے وہ بہت برا ہے جو صرف اپنی ضرورت کے وقت میرا شکر ادا کرتا ہے اور میرے دربار میں صرف اپنی مشکل کے وقت زاری کرتا ہے۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو ایک بندہ خدا کو یقین کے سوا عافیت سے افضل کوئی نعمت عطا نہیں کی گئی۔ کیونکہ عافیت کے ساتھ دنیا کی نعمتیں پوری ہو جاتی ہیں جبکہ یقین کے ساتھ آخرت کی نعمتیں ملتی ہیں۔ اور یقین کو

عافیت پر اسی طرح فضیلت حاصل لے جس طرح دوام کو فارغ ہونے پر حاصل ہے۔ عافیت جسموں کی تکالیف اور بیماریوں سے سلامتی کا نام ہے جبکہ یقین کچی اور خواہشات سے سلامتی ہے۔ پس یہ دونوں نعمتیں بندے سے تمام شکر کو گھیر لیتی ہیں اس لئے کہ یہ قلب و جسم کو گھیر لیتا ہے اور خبر میں وارد ہے کہ جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا بدن عافیت کے ساتھ۔ اس کا راستہ پر امن اور اس کے ہاں دن بھر کی روزی ہے تو اس کے پاس دنیا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ آگئی۔ اور بعض نے شعر کہا ہے کہ

جب تیرے پاس روزی۔ صحت اور سلامتی حاضر ہے اور تو پھر غم کی حالت میں صبح کرے تو تجھ سے غم جدا نہ ہو ایک اور صاحب کہتے ہیں: گھر، روٹی کا ٹکڑا، پانی کا پیالہ اور سلامتی اس زندگی کی لذت سے زیادہ لذیذ ہے جسے قید اور جیل نے گھیر رکھا ہو۔

مجھے بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے اہل مدینہ سے اپنے فقر کا شکوہ کیا اور اس پر غم کا اظہار کیا۔ ایک صاحب کہنے لگے کیا یہ بات تجھے خوش کرتی ہے کہ تو اندھا ہو اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ کہا کیا تجھے پسند ہے کہ تو گونگا ہو اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں؟ کہنے لگا: نہیں۔ پوچھا کیا تو چاہتا ہے کہ مجنوں ہو اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں۔ کہا: نہیں۔ فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنے پروردگار کا شکوہ کرتا ہے حالانکہ تیرے پاس اس کا پچاس ہزار کا سامان موجود ہے قوت القلوب کے اقتباس کا خلاصہ ختم ہوا۔

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کیں۔ شکر نعمت۔ عمل صالح اور اپنی اولاد کی اصلاح جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مطلوبات میں دعا قبول فرمائی۔ پس آپ نے پوری ذمہ داری سے شکر کیا اور اعمال صالحہ کو خوب اپنایا ایک اور چیز باقی رہ گئی اور وہ یہ کہ شکر کی تعریف ہے بندے کا کان، آنکھ وغیرہ تمام انعامات خداوندی کو اس مقصد میں صرف کرنا جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہمارے شیخ علامہ عبدالمعطلی الضریح الماکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شکر کی حالت جس پر بندہ قائم رہے مکمل نماز کی حالت

ہے کیونکہ وہ اس میں تمام باطنی اور ظاہری حواس کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں صرف کرتا ہے
انتہی۔

پس اعمال شکر میں داخل ہیں اور واؤ کے ساتھ عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ پس اللہ
تعالیٰ کے قول اوزعنی ان اشکر نعمتك التي انعمت علی کے بعد وان اعمل
صالحا ترضاه کا قول فائدہ دیتا ہے کہ شکر سے مراد لغوی شکر ہے جو کہ ایسا کشف ہے جو
کہ زبان کے ساتھ خاص ہے اور عمل اس کے علاوہ ہے۔

ناصر لسانی نے فرمایا: شکر ایسا فعل ہے جو کہ انعام فرمانے والے کی تعظیم کی خبر دیتا ہے
اس وجہ سے کہ وہ حمد کرنے والے اور اس کے علاوہ دوسروں پر انعام فرمانے والا ہے۔

شرح المطالع میں فرمایا: حمد و شکر کی ماہیت کی تحقیق یہ ہے کہ حمد قائل کے الحمد للہ کہنے
سے عبارت نہیں بلکہ وہ ایسا فعل ہے جو کہ منعم کی منعم ہونے کی وجہ سے تعظیم کی خبر دیتا ہے۔
اور یہ فعل یا تو قلب کا فعل ہے یعنی اس کے صفات کمال و جلال سے متصف ہونے کا عقیدہ
رکھنا یا زبان کا فعل ہے یعنی اس کا ذکر جو کہ اس پر دلالت کرے۔ یا اعضاء کا فعل ہے اور وہ
ایسے افعال کو اپنانا ہے جو کہ اس پر دلالت کرتے ہوں۔

اور اسی طرح شکر، قائل کا یہ کہنا نہیں کہ اللہ کا شکر ہے بلکہ وہ بندے کا کان، آنکھ وغیرہ
تمام انعامات خداوندی کو اس مقصد کے لئے صرف کرنا ہے۔ جس کے لئے پیدا کئے گئے اور
اسے عطا کئے گئے جیسے اس کا اپنی نگاہ کو اس کی مصنوعات کے مطالعہ میں صرف کرنا اور کان کو
اس چیز کے حصول کی طرف لگا دینا جو اس کی خوشنودی کا پتہ دے اور اس کی منہیات سے
پرہیز کرنا اور اس بناء پر شکر کی نسبت حمد مطلقاً عام ہے۔ کیونکہ وہ اس نعمت کو عام ہے جو کچھ حمد
کرنے والے تک اور اس کے علاوہ دوسروں تک پہنچی ہے اور شکر صرف اسی نعمت کے ساتھ
خاص ہے کہ صرف شکر گزار تک پہنچتی ہے۔ انتہی

سید نے فرمایا: یہ اس لئے کہ حمد عرفی کی تعریف میں مذکور منعم مطلق ہے اس کے ساتھ
اس کے حمد کرنے والے یا اس کے غیر پر منعم ہونے کی قید نہیں لگائی گئی پس وہ دونوں کو شامل

ہے بخلاف شکر کے۔ کہ اس میں منعم مخصوص کا اعتبار کیا گیا ہے جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے اور اس کی نعمت اس کی طرف سے اس کے شکر گزار بندے تک پہنچتی ہے۔ لیکن شکر کے مقابلے میں حمد عام ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف قلب کا یا صرف زبان کا فعل مثلاً کبھی حمد ہوتا ہے اور شکر بالکل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں آلات کے شامل ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ان معنوں میں شکر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا بخلاف حمد کے۔ پھر فرمایا: کہ شکر کی وہ تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے کہ نعمت فلاں صورت میں صرف کی جائے یہ اصول کی بعض کتابوں میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول وارد ہے

و قلیل من عبادی الشکور انتھی۔

پس مقامات گرچہ بلندی اور قدر کے اعتبار سے کم و بیش ہیں ان میں سب سے قیمتی اور اعلیٰ مقام شکر ہے کیونکہ شکر کرنے والا خوشی اور غم میں راضی رہتا ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ مصیبت کبریٰ اور حادثہ عظمیٰ کے باوجود سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے کے بعد باہر نکلے اور فرما رہے تھے کہ آپ رسول ہی تو ہیں جنہوں نے اپنی رسالت کو پورے طور پر ادا کیا۔ اور یہ آپ نے دست قدرت سے ظاہر ہونے والے ہر امر پر راضی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ کیونکہ اگر راضی نہ ہوتے تو شکر ادا نہ کرے۔ پس آپ ہر امت کے شکر گزاروں کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء شکر کی قبولیت آپ کے لئے ثابت فرمادی۔ رہی اعمال صالحہ کے بارے میں آپ کی دعا تو آپ کو ہر عمل اخروی میں سبقت حاصل ہے اور آپ ہر امت میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالح اپنانے والوں کے سردار ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے نازل ہونے تک ان میں سے سردار مقرر فرمایا جو کہ روئے زمین میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ سے بڑا نہیں پاؤ گے جو کہ آپ کی مجلس کا شرف حاصل کر سکے پس

اس کے سجادہ پر بیٹھے گا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی پدید اور حسن توفیق سے یہ کتاب اپنے مؤلف ابراہیم بن عامر بن علی العبیدی الممالکی کے ہاتھوں ۱۰۶۷ھ میں ماہ ربیع الاول شریف میں جمعہ المبارک کے دن غروب آفتاب کے وقت آخری لفظوں میں مکمل ہوئی۔

اے وہ ذات پاک! جس نے سیٹوں کو اپنی معرفت کے لئے کھولا۔ تہن کی زبانوں کو اپنی محبت کی روشنی سے گویا فرمایا۔ پس انہوں نے تیرے عرفان کے اشاروں کی صراحت فرمائی۔ تیری برہان کی قوت کے ساتھ گہرے علوم کی وضاحت فرمائی۔ تیری احادیث سے مانوس ہوئے تیرے ماسوی سے دور بھاگے اور تیری واحدیت کے مختلفات کو غور و فکر کے ساتھ جمع کیا تو نے ان کے لئے راستے کے نشان واضح فرمائے پس وہ واصل ہوئے انہیں اپنے ساتھ اپنے ہاں جمع فرمایا پس انہیں مقاصد حاصل ہوئے تو نے انہیں راہ ہدایت کا شعور بخشا پس وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔ تو نے انہیں علم مشافہہ عطا فرمایا تو انہوں نے تجھ سے روایت کی۔ اور تیری طرف منسوب ہوئے۔ تو ذکر کرین سے پہلے ذکر کرنے والا ہے تو عبادت گزاروں کی توجہ سے پیشتر احسان کی ابتداء فرمانے والا ہے۔ تیری ذات کی معرفت سے عقلیں حیرت زدہ ہیں۔ تیری عجیب صفات سے افکار قاصر ہیں۔ تیرے باب کرم پر سائل کھڑے ہیں۔ تیرے جمال کے مشاہدہ سے عارفین نے تازگی پائی۔ تیرے فضل کے فیض پر کوتاہی کرنے والوں نے اعتماد کیا اور تیری وسعت رحمت کی طرف طالبین نے رغبت کی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی معرفت کی لذت اپنی مناجات کی حلاوت۔ اپنے مخفی اسرار۔ اپنے غلبے کی قوت۔ اپنی بے پناہ نعمتیں۔ اپنی شان کی عظمت۔ اپنے اقتدار کی بزرگی۔ اپنی برہان کے دلائل۔ اپنے بے شمار احسانات۔ اپنے اولیاء کے مقامات۔ اپنے جمال کی چمک اور اپنے مقام کمال سے وہ کچھ عطا فرما جو مجھے تجھ تک پہنچا دے۔ تیرے فضل کے ساتھ مجھے تجھ پر دلالت کرے پس میں تجھ سے سرور ہوں اور تجھ پر دلالت کرنے والا۔ تیرا مشاہدہ کرنے والا۔ تجھ سے محبت کرنے والا۔ تجھ سے عزت پانے والا۔ تجھ سے

لینے والا تیرے جمال کا مشاہدہ کرنے والا۔ تیرے سمندر میں اترنے والا۔ تیرے امر کے ساتھ امر کرنے والا۔ تیری نبی کے ساتھ نبی کرنے والا۔ تیری قوت کے ساتھ قوی۔ تیرے قہر کے ساتھ قاہر۔ تیری عظمت کے ساتھ عظیم اور تیرے حلم کے ساتھ حلیم ہو جاؤں۔

اور میں تیری صفات کی بقاء کے ساتھ اپنی صفات کو فنا کر دوں۔ اور مجھے اپنی نوازشات کے سمندر میں غوطہ زن فرما کہ تو میرے کان۔ میری آنکھ اور میرے ہاتھ پاؤں ہو جاؤں۔ میں تجھی سے سنوں۔ تیری ہی طرف دیکھوں۔ تیرے ہی ساتھ پکڑوں۔ تیری خدمت کے لیے ہی دوڑوں۔ مجھے اپنی نجات کے سفینے میں سوار فرما۔ مجھے اپنے اولیاء سے صدیقین کی محبت عطا فرما۔ الہی مجھے اپنے فضل کے لیے رہنمائی فرما۔ پس مجھے قبولیت سے محروم نہ فرما۔ میں تیری پناہ کے سامنے اپنی کوتاہی اور کمی کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے اپنی طرف توجہ عطا فرما۔

الہی! اگر مجھے تو دھتکار دے تو میرا کیا حیلہ؟ الہی! اگر مجھے تو دور فرما دے تو میں کیا کر سکوں گا؟ الہی! اگر تو مجھے عذاب دے۔ تو یہ تیرا عدل ہے اور مجھ پر تیری حجت قائم ہے اور اگر مجھے معاف فرمائے تو تیرا فضل ہے اور میرے نزدیک تیری نعمتوں کا شمار نہیں۔ میری کمزوری کے لئے تو نے اپنی قوت کا ذخیرہ رکھا ہے۔ میری ذلت کے لئے تو نے اپنی عزت کا ذخیرہ رکھا ہے میرے فقر کے لئے تو نے اپنے غنی ہونے کا ذخیرہ رکھا ہے۔ میری عاجزی کے لئے تو نے اپنی قدرت کا ذخیرہ رکھا ہے۔ اے قوی! کمزور کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے قادر! عاجز کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے عزت والے! ذلیل کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے غنی! فقیر کے لئے تیرے سوا کون ہے؟

الہی میں نے تیرا دروازہ کھٹکھٹایا ہے مجھے نامراد نہ لوٹا۔ الہی! میں نے تیرے احسان کی طمع کی ہے مجھے محروم نہ فرما الہی میں نے تیری رسی کو تھاما ہے مجھے جدا نہ فرما الہی اپنے دربار کے سوا مجھے کسی کا محتاج نہ فرما۔ الہی مجھے عرفان کے مظاہر میں ظاہر فرما۔ الہی! مجھے مقام احسان میں ٹھہرا پس میں ابد الابد تک تیری پناہ میں اور تیرے مرتبہ کے سایہ کی

وسعتوں میں رہوں یہ دعائیرے صدیق اکبر کے اور سلطان المرسلین سیدنا و مولانا حضرت محمد سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی سائر اخوانہ من النبیین والمرسلین وآلہ کل الصحابہ اجمعین کے توسل سے کر رہا ہوں۔ مرسلین پر سلام اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو کہ سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات میں نے یہ کتاب ختم کی میرے ساتھ اتفاق گزرا کہ میں نے اس کی سحری کے وقت خواب دیکھا کہ حضرت شیخ محمد ابن ابوالحسن البکری کی اولاد رضی اللہ عنہم اور شیخ زین العابدین ابن الشیخ محمد کی اولاد سب کے سب میرے پاس ہیں اور ایک بہت بڑا جال دیکھا۔ جس کی تہ میں رنگ دار سنگ مرمر ہے جس کے ارد گرد نارنگی کے پانچ سرسبز درخت ہیں جو میں نے لگائے ہیں پس وہ خوب سرسبز ہو گئے اور وہ جال شیخ ابوالموہب بن سیدی محمد البکری الکیبیر رضی اللہ عنہما کا ہے اور میں اس درخت کی نفاست سے انتہائی خوش ہوں جسے میں نے حضرت ابوالموہب کے جال میں لگایا ہے۔ پھر ہمارے شیخ محمد زین العابدین (اللہ تعالیٰ انہیں حاسدین کی نظروں سے محفوظ رکھے) نے اس درخت کا نظارہ کرنے کے لئے کھڑے ہونے کے لئے حرکت کی۔ تو آپ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے تمام خانوادہ بکر یہ حرکت میں آ گیا۔ اور ان کا بے پناہ ہجوم ہے اس میں سے کسی کو پہچانتا ہوں اور کسی کو نہیں پہچانتا پس سب کے سب ایک اونچے مکان سے جھانکنے لگے اور وہ اس جال اور درخت کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں وہ بہت پسند آیا جب میں بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ اس تالیف کو شہرت ملے گی اور لوگ اس سے بہت نفع پائیں گے۔ تو میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور وہاں جو کچھ ہے اس کی توفیق مانگی۔ پھر جسے بھی اس کی واقفیت نصیب ہوئی اور اسے دو میں سے ایک نعمت نہ ملی یا تو آل ابی بکر رضی اللہ عنہ کی محبت یا ان کے مرتبہ کو تسلیم کرنا تو وہ مردہ ہے گرچہ زندوں میں شمار ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر طابع کے ساتھ مہر کر دیتا ہے کیونکہ حدیث کے مطابق طابع آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے اور بندہ نافرمانی کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ گناہ اس کے قلب کو گھیر لیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ طابع یعنی مہر پکڑ کر اس کے قلب پر مہر لگا دے تو اب اس کے ہوتے ہوئے نصبحتیں کبھی فائدہ نہیں دیتیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا وما تغنی الایات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس آیت ۱۰۱) اور آیات اور ڈرانے والے اس قوم کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہ لائے۔

اور اس کتاب سے ہر مسلمان نفع لے سکتا ہے کیونکہ اس کے دلائل قطعی ہیں جن میں کوئی جھگڑا نہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع اہل سنت اور جو اس سے نفع حاصل نہ کرے تو سمجھ لے کہ وہ مردود اور ذلیل ہے۔ اس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہے۔ لیکن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرتا ہوں کہ جسے بھی اس پر واقفیت حاصل ہو یا اسے یا اس میں سے کچھ حاصل کرنا چاہے تو اسے نفع عطا فرمائے بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی

سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم

۱۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ بروز بدھ

قبل اذان عصر ۲۳/ اپریل ۱۹۹۷ء

رئیس المتکلمین عالم با علم پیر طریقت
حضرت علامہ مولانا حاج صاحبزادہ پیر سید
محمد محفوظ کوثری
چشتی صدیقی میکر
قادری صاحب تراجم



جنات محمد اظہارِ اظہار

تصنیف لطیف
صیغہ عبدالوہاب اشرفی تفسیر مولانا



جواہرِ عَزَّوَجَلَّ تفسیر عَزَّوَجَلَّ

تصنیف لطیف
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جفائے عالی



برکاتِ روحانی طبقاتِ امامِ شمرانی

تصنیف لطیف
صیغہ عبدالوہاب اشرفی تفسیر مولانا



الْيَواقِيتُ وَالْجَواهِرُ في بيان عقائد الأكاير

تصنیف لطیف
صیغہ عبدالوہاب اشرفی تفسیر مولانا



کلیدِ مُراد مفتاحِ افلاح

تصنیف
سکیمان اسلامبولی

نُورِيَّة رَضْوِيَّة پَبْلِي كِشَنز 11 داتا سٹریٹ بخش روڈ، لاہور

042-37313885, 37070663 E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

